سدرہ شریف ....تا.......... مدینہ شریف
براستہ شامِ مبارک
شہزادہ غوث الثقلین
سید محمد انور گیلانی
کا
سفرنامہ زیاراتِ شام و دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پیشکش
سید حسنین محی الدین گیلانی حموی
تحریر و تحقیق
افتخار احمد حافظ قادری

الصلاۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک و اصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

نبی اکرم ﷺ کی شہرِ مدینہ منورہ کیلئے دُعا

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَحُبِّنَا مَکَّۃَ اَوْ اَشَدَّ

''اے اللہ! مدینہ منورہ کو ہمارے لئے اس طرح محبوب فرمادے کہ جس طرح ہمیں مکہ مکرمہ سے محبت ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ''

نبی اکرم ﷺ کی شامِ مبارک کیلئے دُعا

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا......

''اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت عطافرمادے......''

پھر آنے لگیں شہرِ محبت کی ہوائیں
پھر پیشِ نظر ہو گئیں جنت کی ہوائیں

سرکارِ مدینہ ﷺ کی اُلفت پہ جو مرتے ہیں
اللہ کے وہ بندے زندہ ہیں مزاروں میں

© جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

سفرنامہ زیاراتِ شام

و

دیارِ حبیب ﷺ

تحریر و تحقیق	افتخار احمد حافظ قادری
تاریخ اشاعت	فروری 2014ء/ربیع الثانی 1435ھ
تعداد اشاعت	1100 (گیارہ صد)
پیشکش	سید حسنین محی الدین گیلانی حموی
ویب سائٹ	www.sidrasharif.com
ہدیۂ کتاب	-/450 روپے
رابطہ	1- دربار عالیہ قادریہ گیلانیہ سدرہ شریف، ڈیرہ اسماعیل خان، پاکستان موبائل: 0346-7864311 2- افتخار احمد حافظ قادری بغدادی ہاؤس گلی نمبر 9، افشاں کالونی، راولپنڈی کینٹ۔ موبائل: 0347-5239700

شہزادۂ غوث الثقلین، نقیب الاشراف

سید محمد انور گیلانی حموی مدظلہ العالی

کا

سفرنامہ زیاراتِ شام

و

دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خصوصی تذکرہ

فاتح بیت المقدس

حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

پیشکش

صاحبزادہ سید حسنین محی الدین گیلانی حموی

از مؤلف

افتخار احمد حافظ قادری

2014ء/1435ھ

فہرست

نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
1	انتسابِ کتاب	7
2	مقدمۂ مصنف	8
3	بابرکت سرزمینِ شام	13
4	فضائل شام	14
5	شام کا تاریخی پس منظر	17
6	موجودہ ملکِ شام	18
7	آغازِ سفرِ مقدس	19
8	دمشق	23
9	قدیم شہر دمشق کے دروازوں کا نقشہ	28
10	مزارِ مبارک حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	37
11	مزارِ مبارک معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ	38
12	مزارِ مبارک حضرت ابی بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ	39
13	مزارِ مبارک شیخ الاسلام شیخ رسلان الدمشقی رضی اللہ عنہ	39
14	خصوصی تذکرہ فاتح بیت المقدس حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ	43
15	مزارِ مبارک ابو درداء رضی اللہ عنہ	80
16	سلطان رکن الدین بیبرس رضی اللہ عنہ	81
17	مزارِ مبارک سیدۃ رقیہ رضی اللہ عنہا	82
18	مزارِ مبارک سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا	82
19	دمشق کی چند اہم و مشہور مساجد	84
20	مقامِ راْسِ امام حسین رضی اللہ عنہ	86

87	مزارِ مبارک حضرت یحییٰ علیہ السلام	21
87	مقام ہود علیہ السلام	22
87	مقام خضر علیہ السلام	23
88	مقام نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام	24
90	مزارِ مبارک حضرت سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ	25
109	بابرکت شہرِ حمص	26
110	مزارِ مبارک سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	27
111	تاریخ شہرِ حماہ	28
114	حماہ میں خانوادۂ قادریہ رزاقیہ	29
115	شہرِ جبلہ	30
116	شہرِ حلب	31
117	شہرِ رقہ	32
118	شہرِ معرۃ النعمان	33
118	مزارِ مبارک سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ	34
119	بُصریٰ الشام	35
121	مکۂ مکرمہ	36
122	فضائل مدینہ منورہ	37
123	مدینہ منورہ میں حج اور عمرے کا ثواب	38
124	خاکِ مدینہ منورہ	39
124	مدینہ منورہ کی کھجوریں	40
125	مدینہ منورہ میں فوت ہونے کے فضائل	41
126	مدینہ منورہ میں تکالیف پر صبر کرنا	42
127	فضائل مسجد نبوی شریف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	43

نمبر	عنوان	صفحہ
44	تعمیر مسجد نبوی شریف ﷺ	127
45	گنبدِ خضراء کی تاریخ	137
46	الروضہ النبویہ الشریفہ	138
47	جنت البقیع شریف	144
48	سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقام	147
49	مسجدِ قباء	148
50	متبرک و تاریخی مکانات	151
51	متبرک و تاریخی کنوئیں	156
52	متبرک و تاریخی نہریں	162
53	متبرک و تاریخی پہاڑ	163
54	متبرک و تاریخی وادیاں	165
55	شہرِ نوئی	167
56	دارایا	167
57	قبرستان باب الصغیر کے مزاراتِ مبارکہ	168
58	16 شہدائے کربلا کے سر مبارک	169
59	جبل اربعین	170
60	شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ	171
61	الشیخ عبدالغنی النابلسی رضی اللہ عنہ	173
62	الوداع سرزمین ملکِ شام	173
63	فہرست حوالہ جات و کتابیات	175
64	کتاب زیاراتِ ترکی پر پیغامات و تأثرات	177
65	مصنف کتاب کو حاصل روحانی سعادتیں	191

انتساب

بنام

اُن تمام مسلمین و مسلمات اور مؤمنین و مؤمنات
جن کا
اِس عالمِ فانی میں کوئی بھی نام لیوا نہیں تھا

اور

اُن تمام مسلمین و مسلمات اور مؤمنین و مؤمنات
جن کا
اِس عالمِ فانی میں کوئی بھی نام لیوا نہیں ہوگا

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیبِ کریم ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے اِن تمام کی بخشش و مغفرت فرما دے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

دُعا گو

افتخار احمد حافظ قادری

مقدمۂ مصنف

(جنتی شہروں کا سفرِ مقدس)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

"اَرْبَعُ مَدَائِنُ فِی الدُّنْیَا مِنَ الْجَنَّۃِ، مَکَّۃُ وَالْمَدِیْنَۃُ وَ بَیْتُ الْمَقْدَسِ وَ دَمِشْقُ......"

(چار جنتی شہر اس دُنیا میں موجود ہیں، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس اور دمشق......)

[اس حدیثِ مبارکہ کو ابنِ عدی نے "**الکامل**" السمعانی نے "**فضائل الشام**"، الربعی نے "**فضائل الشام و دمشق**" **بن** عساکر نے "**تاریخ دمشق**" اور ابنِ رجب الحنبلی نے "**حمایۃ الشام المسمیٰ فضائل الشام**" میں حدیث نمبر 312، صفحہ نمبر 149 پر ذکر کیا ہے]

مذکورہ بالا چار جنتی شہروں میں سے تین جنتی شہروں کا انتہائی مختصر تذکرہ۔

مکہ مکرمہ

☆ اس شہر (مکہ مکرمہ) کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسا شہر نہیں جس کی طرف جنت کے دروازے کھلتے ہوں۔

☆ اس شہرِ مقدس میں جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت موجود ہیں۔ جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "**اَلرُّکْنُ وَالْمَقَامُ یَاقُوْتَتَانِ مِنْ یَوَاقِیْتِ الْجَنَّۃِ......**" کہ حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔

☆ اس شہر میں موجود بیت اللہ شریف میں نصب جنتی پتھر کے متعلق سیدِ کائنات ﷺ نے فرمایا، "**اِنَّ لِھٰذَا الْحَجَرَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ یَشْھَدُ لِمَنْ اِسْتَلَمَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِحَقِّہٖ**" کہ اس پتھر کی زبان اور ہونٹ ہیں، یہ روزِ قیامت اُن لوگوں کے حق میں گواہی دے گا جنہوں نے اس کا استلام کیا ہوگا۔

☆ یہ دُنیا کا وہ مقدس شہر ہے جس میں بیت اللہ شریف کے رُکن یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ جنتوں کے مالک سیدِ کائنات ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے "**مَا بَیْنَ الرُّکْنِ الْیَمَانِیْ وَالْاَسْوَدِ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ**"

☆ یہ دُنیا کا وہ شہرِ مبارک ہے جس میں جنت کی نہروں میں سے ایک نہر موجود ہے جس کے پانی کا نام زمزم شریف ہے۔ "**مَاءُ زَمْزَمِ عَیْنٌ مِّنْ عُیُوْنِ الْجَنَّۃِ**"، کائنات کا سب سے بہترین پانی زمزم شریف ہے جس میں ہر بیماری کیلئے شفاء ہے اور جس کا صرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

☆ اس شہرِ مقدس کے ذکرِ مبارک سے قرآنِ پاک کی اکثر آیات مزین ہیں۔

☆ اسی شہر کے متعلق سرکارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "**خَیْرُ بَلْدَۃٍ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ وَ اَحَبُّھَا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مَکَّۃ**" "، روئے زمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں محبوب اور خیر و برکت والا شہر مکہ مکرمہ ہے۔

☆ اس شہر میں موجود بیت اللہ شریف کا سب سے پہلے طواف آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی دو ہزار سال قبل فرشتوں نے کیا تھا اور دُنیا کا کوئی ایسا شہر نہیں جہاں طواف، حج اور عمرہ ادا کیا جاتا ہو، سوائے شہر مکہ مکرمہ کے۔

مدینہ منورہ

☆ مدینہ طیبہ طاہرہ کا وہ مقام مبارک جہاں سید کائنات ﷺ آرام فرما ہیں وہ عرشِ اعلیٰ سے بھی افضل ہے۔

یہ دُنیا کا وہ مقدس شہر ہے جس میں جنت کا ایک باغ بھی موجود ہے۔جس کے بارے میں مدنی تاجدار ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے "**مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ**" **مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ** "" کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

☆ اسی شہرِ مقدس میں جنت کا وہ پہاڑ بھی موجود ہے جس کے بارے میں سرکارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "**اُحُد جَبَلٌ " مِنْ جِبَالِ الْجَنَّۃِ**" " کہ اُحد پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

☆ اسی شہرِ مقدس میں جنت کی وہ کھجوریں موجود ہیں جن کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "**اِنَّ الْعَجْوَۃَ مِنْ فَاکِھَۃِ الْجَنَّۃِ**" " عجوہ کھجور جنت کے پھلوں میں سے ہے۔

☆ اسی بابرکت شہر میں وہ کنواں آج تک موجود ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "**بِئْرُ غُرْسٍ مِنْ عُیُوْنِ الْجَنَّۃِ**" " غرس کا کنواں جنت کی نہروں میں سے ایک ہے۔

☆ اسی مقدس شہر کی ایک وادی (**بطحان**) جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہے۔

سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانِ عالی شان ہے

خُلد کا دروازہ ہے جو وادیٔ بطحان ہے

☆ اسی جنتی شہر میں سرکارِ مدینہ ﷺ کا منبر مبارک جنت کی دہلیز پر ہے اور اُس کے پائے جنت میں ہیں۔

☆مدینہ طیبہ طاہرہ وہ شہرِ مبارک ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو میری وفات کے بعد میری زیارت کو آیا گویا ایسا ہے کہ اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

["**فضائل مکہ والسکن فیھا**" تألیف الامام الحسن البصری (م110ھ) ناشر،مکتبۃ الفلاح،الکویت]

دمشق

☆ سرکارِ مدینہ ﷺ نے سرزمین شام کی فتح کی بشارت عنایت فرماتے ہوئے اِس مقدس شہرِ دمشق کے متعلق ارشاد فرمایا "سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الشَّامِ، فَإِذَا اِخْتَرْتُمُ الْمَنَازِلُ مِنْهَا، فَعَلَيْكُمْ بِمَدِيْنَةِ يُقَالُ لَهَادِمَشْق" عنقریب تم سرزمینِ شام فتح کرلوگے، جب تم اُس میں گھر بنانا چاہو تو اُس شہر میں بنانا جس کو دمشق کہتے ہیں۔

☆ اس بابرکت شہر کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ "شام کے شہروں میں سب سے بہتر شہر دمشق ہے"۔

☆ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہورِ مبارک کے بعد شہرِ دمشق ہی اُن کا صدر مقام ہوگا۔

☆ اسی مقدس شہر میں قربِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔

☆ قُربِ قیامت جب جنگوں کا آغاز ہوگا تو شہرِ دمشق میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرشتے نصرت کیلئے نازل ہوں گے۔

☆ اس بابرکت شہر کا حسن و جمال، اس میں موجود پانی کے چشمے، نہروں کی روانی اور سایہ دار و پھل دار درختوں کی کثرت خُلدِ بریں کا نقشہ پیش کرتی ہیں۔

اِنْ تَكُنْ جَنَّةُ الْخُلْدِ بِأَرْضٍ
فَدِمَشْقُ وَلَا تَكُوْنُ سِوَاهَا

(اگر خُلد بریں زمین پر ہے تو وہ شہرِ دمشق ہی ہے، اس کے سوا کوئی اور مقام نہیں ہوسکتا)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم اور اُسی کی مہربانی سے مذکورہ بالا تین جنتی ومقدس شہروں میں سے دوشہروں (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں متعدد بار اس بندۂ ناچیز کو حاضری کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ ان دونوں مقدس شہروں کی طرف سفر کی ابتداء سال 1980ء میں ہوئی، پھر اپنے طویل قیامِ سعودی عرب کے دوران حج کی سعادت اور حاضری کی سعادتوں کا سلسلہ اُس وقت سے تادمِ تحریر جاری وساری ہے۔

بابرکت سرزمینِ شام اور بالخصوص مقدس شہرِ دمشق میں چھ بار یہ بندۂ روسیہ کار حاضریٔ کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ بحمد اللہ! ان حاضریوں کے نتیجہ میں کئی کتابیں (تحریری وتصویری) شائع ہوکر اندرون و بیرون ملک تقسیم ہوکر دادِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اولادِ مبارکہ کثرت سے پاکستان کے مختلف شہروں میں موجود ہے۔ خانوادۂ قادریہ رزاقیہ کا ایک تابندہ و درخشندہ خاندان، ڈیرہ اسماعیل خان سے 42 کلومیٹر دور آستانۂ عالیہ قادریہ گیلانیہ، سدرہ شریف میں بھی شاد وآباد ہے۔ اس خانوادہ کے مشہور ومعروف بزرگ تاجدارِ سدرہ شریف حضرت سید عبداللہ بادشاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہِ

مبارکہ کے فیوضات و برکات سے آج بھی خلقِ خُدا مستفیض ہو رہی ہے۔ تاجدارِ سدرہ شریف کے نائب و جانشینِ اول شہزادۂ غوث الثقلین السید محمد انور گیلانی مدظلہ العالی کے چہرۂ انور کی زیارت کی جائے تو یادِ خداوندی آجاتی ہے کیونکہ اولیائے کاملین جو بہترین مخلوق ہیں ایک حدیث نبوی ﷺ میں اُن کی یہ ہی نشانی بتائی گئی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا "**اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخِیَارِکُمْ**" کیا میں تمہیں تمہارے بہترین لوگوں کے بارے میں خبر نہ دے دوں؟ جس پر صحابہ کرام نے عرض کیا، کیوں نہیں، یارسول اللہ ﷺ جس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "**خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رَاَوْا ذُکِرَ اللّٰہُ**" تم میں سب سے بہترین وہ ہیں کہ جن کے دیکھنے سے اللہ کی یاد آجائے۔ [مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، کتاب الآداب]

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت شیخ ابوعبداللہ السالمی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اولیاء اللہ کو کس طرح پہچانا جا سکتا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب فرمایا کہ جس شخص میں زبان کی لطافت و نرمی، حسن اخلاق، کشادہ روئی، ہر خاص و عام سے شفقت و محبت اور دُنیاوی اغراض سے دوری جیسی صفاتِ حمیدہ ہوں تو وہ اللہ کا ولی ہوتا ہے۔

بحمد اللہ! اس بندۂ ناچیز کو بزرگوں کی خدمت میں حاضری کا موقع میسر رہتا ہے اور پورے وثوق اور ذمہ داری سے میں یہ تحریر کر رہا ہوں کہ اس گئے گزرے اور پُرفتن دور میں کسی نے اگر مذکورہ بالا صفاتِ حمیدہ ایک ہی پیکرِ انسانیت میں دیکھنی ہوں تو وہ ضرور ایک بار سدرہ شریف حاضر ہو کر شہزادۂ غوث الثقلین کی زیارت کا شرف حاصل کرے۔ اس قحط الرجال کے زمانہ میں حضرت کا وجودِ مسعود ایک نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح و شام ان اللہ والوں کے چہروں کی زیارت کرتا ہے تو اُس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جاتی ہے۔

ہر کہ بیند روئے پاکان صبح و شام
آتش دوزخ بود بر وے حرام

حضور قبلہ سید محمد انور گیلانی حموی مدظلہ العالی سے ایک طویل عرصہ سے ہماری بھی یاد اللہ ہے اور آنجناب بھی اس ناچیز پر انتہائی شفقت اور کرم نوازی فرماتے ہیں۔ الحمد للہ! کئی بار آپ کی ہمراہی میں عمرہ و زیاراتِ مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

اکتوبر، نومبر 2004ء میں حجازِ مقدس اور سرزمینِ شام میں دو (2) بار زیاراتِ مبارکہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ اِس سفرِ مقدس میں آپ کے لختِ جگر لختِ جگر نورِ نظر سید حسنین محی الدین گیلانی بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ یہ مقدس سفر 25 دنوں

پر محیط تھا جو 13 اکتوبر 2004ء کراچی سے شروع ہوا اور 6 نومبر 2004ء کراچی میں ہی اختتام پذیر ہوا۔ اِنہی 25 ایام کی عظیم بارگاہوں میں حاضری اور چند دوسری حاضریوں کی روداد کے ساتھ تاریخ کے جھروکوں سے چند بابرکت و تاریخی واقعات بھی قارئین کرام اور آستانہ عالیہ سدرہ شریف کے مریدین، محبین اور احبابِ ذی وقار کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

قارئین کرام! اس سفرنامہ کی اشاعت کا سہرا جناب سید حسنین محی الدین گیلانی کے سر ہے جو یقیناً مبارکباد کے بھی مستحق ہیں۔ اگر اُن کی مسلسل تحریک اور کوششیں میرے ہمراہ نہ ہوتیں تو اس سفر مقدس کی تفاصیل کبھی بھی منظر عام پر نہ آسکتی تھیں کیونکہ یہ سفر مبارک آج سے تقریباً 10 سال قبل ہوا تھا اور اتنی پرانی یادوں اور معلومات کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

اِس سفرنامہ کی ابتداء سے انتہاء تک جن جن شخصیات کا کسی طور پر بھی تعاون میرے شاملِ حال رہا، میں اُن تمام کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں اور جناب قاضی رئیس احمد قادری صاحب، سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ ڈھوک قاضیاں شریف، تخت پڑی، راولپنڈی میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے اپنی قیمتی و ضخیم و نادر و نایاب کتب سے مزین لائبریری کے دروازے اِس بندہ کیلئے ہمیشہ کھلے رکھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُنہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

آخر میں رب تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہماری اِن بابرکت اور مقدس حاضریوں کو قبول و منظور فرما کر روزِ محشر ہماری اور والدین کریم کی بخشش و مغفرت کا سبب بنا دے۔ آمین

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَرْزُقَنِىْ صَلَاحًا

(میں صالحین میں سے تو نہیں ہوں لیکن میں اُن سے محبت کرتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ (اُن کی محبت کے طفیل) مجھے بھی اُن میں شامل فرما دے گا)

آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

طالب دُعا

افتخار احمد حافظ قادری شاذلی

افشاں کالونی، راولپنڈی کینٹ، پاکستان

سرکارِ دوعالم عَرضِ ناشر اِرشاد فرماتے ہیں کہ میری والدۂ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

''اِنِّی رَأَیۡتُ خَرَجَ مِنِّی نُوۡرًا اَضَاءَ تۡ بِهٖ قُصُوۡرُ الشَّامِ''

(میں نے دیکھا کہ مجھ سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے)

[دارمی شریف، حمایۃ الشام المسمی فضائل الشام لابن رجب]

سرزمینِ شام کی برکات میں سب سے پہلی برکت سرکارِ دوعالم ﷺ کی ولادت کے وقت آپ ﷺ کے نورِ مبارک کا پرتو شام پر پڑا، جس سے اُس کے محلات روشن ہو گئے۔ دوسری برکت آپ ﷺ کے دینِ متین اور کتابِ مبین کی روشنی جب سرزمینِ شام میں داخل ہوئی تو وہ اور زیادہ جگمگا اُٹھا اور اُس روشنی کی وجہ سے وہ شرک و گناہ سے پاک ہو گیا، پھر سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارہا مرتبہ دُعاؤں کی وجہ سے اُس میں مکمل برکت اور پاکیزگی آ گئی۔

اہلِ شام کی خصوصیت

حضرت کعب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں ''اِنَّ اَهۡلَ كُلِّ مَدِيۡنَةٍ مِنۡ مَدَائِنِ الشَّامِ لَهُمۡ فِی الۡجَنَّةِ خُصُوۡصِيَّةٌ مُخۡتَصُّوۡنَ بِهَا '' (شام کے شہروں میں سے ہر شہر کے باشندوں کو جنت میں ایک خصوصیت حاصل ہو گی جو صرف اُنہی کے ساتھ مختص ہو گی)۔

[حمایۃ الشام فی فضائل الشام لابن رجب]

فضائل شام

سرزمینِ شام کے فضائل کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 21 "اَلْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ" کے بارے میں حضرت امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد "ارضِ شام" ہے۔ سورۃ الاسراء کی آیت نمبر 1 میں ارضِ شام کا ذکر موجود ہے اور اسی طرح سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 71 میں "اَلْاَرْض" سے مراد سرزمینِ شام ہے......

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے بعد احادیثِ نبویہ ﷺ میں کثرت سے اگر کسی سرزمین کے فضائل ملتے ہیں تو وہ سرزمینِ شام ہے۔ خیر و برکت کے حصول کیلئے اِس سرزمینِ مقدس کے بعض فضائل و مناقب کا ذکر کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا منتخب شہر

☆ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اَلشَّامُ صَفْوَةُ اللّٰهِ مِنْ بِلَادِهٖ يَجْتَبِيْ صَفْوَتَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ" (اللہ تبارک و تعالیٰ کے شہروں میں سے ملک شام منتخب خطۂ ارض ہے۔ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے منتخب بندوں کو بھیجے گا)۔ جو ملکِ شام سے کسی اور سرزمین کی طرف چلا گیا وہ اُس کی ناراضگی میں آ گیا اور جو کسی اور ملک سے اس میں داخل ہوا تو وہ اُس کی رحمت کے ساتھ اس میں داخل ہوا۔

فرشتے سرزمین شام پر

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آقائے دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "طُوْبٰى لِلشَّامِ" (شام کیلئے بشارت ہے)۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کس وجہ سے؟ جس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لِاَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ اَجْنِحَتَهَا عَلَيْهَا" (رحمان کے فرشتے اُس (شام) پر پَر پھیلائے ہوئے ہیں)۔

ابدال سرزمین شام میں

☆ مولائے کائنات سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں، ان میں سے جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کے بدلے کسی دوسرے کو لے آتا ہے، اُنہی کی وجہ سے بارش ہوتی ہے، اُنہی کے توسل سے دشمنوں پر فتح نصیب ہوتی ہے اور اُنہی کی وجہ سے اہلِ شام سے عذاب ٹال دیا جاتا ہے۔"

☆ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شام کے باشندوں کو برا مت کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "فِيْهِمُ الْاَبْدَالُ وَ بِهِمْ تُرْزَقُوْنَ وَ بِهِمْ تُنْصَرُوْنَ" (اُنہی میں ابدال ہیں جن کی وجہ

سے رزق دیا جاتا ہے اور جن کی وجہ سے مدد ہوتی ہے۔

خیر و برکت شام میں

☆ حضرت بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے شام اور یمن کے بارے میں دُعا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ یَمَنِنَا ''(اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام اور یمن میں برکت عطا فرما)۔ اسی دوران کہا گیا کہ ہمارے نجد میں بھی، آنحضرت ﷺ نے دوبارہ شام اور یمن میں برکت کیلئے دُعا فرمائی، پھر کہا گیا کہ ہمارے نجد میں بھی، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا ''ھُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالفِتَنُ وَبِھَا یَخرُجُ قَرْنُ الشَّیطَانُ ''(وہاں پر زلزلے اور فتنے جنم لیں گے اور اُنہیں سے شیطان کا ایک سینگ نکلے گا)۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اَلْخَیرُ عَشَرَۃُ اَعشَارٍ ، تِسعَۃٌ بِالشَّامِ ، وَوَاحِدٌ'' فِیْ سَائِرِ البُلدَانِ ''(دس حصے خیر میں سے نو حصے خیر شام میں رکھے گئے ہیں اور ایک حصہ ساری روئے زمین میں رکھا گیا ہے)۔ اسی طرح شر کے دس حصوں میں سے ایک حصہ شام میں رکھا گیا ہے اور نو حصے شر باقی ساری روئے زمین میں رکھا گیا ہے۔

سکونت شام کا حکم

☆ حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے سکونت کی جگہ پسند فرمائیں، جس پر آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ''تم شام کو اختیار کرو کیونکہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی زمین میں افضل ہے اور اُسی کی طرف وہ اپنے پسندیدہ بندوں کو منتخب فرماتا ہے''۔

☆ حضرت بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تَخرُجُ نَارٌ'' مِنْ حَضرَمَوتَ فَتَسُوقُ النَّاسُ '' (حضرموت (یمن) سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو اکٹھا کرے گی) عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ اُس صورتحال میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ جس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تم شام میں سکونت اختیار کرو''۔
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات میں یہ پایا ہے ''اِنَّ الشَّامَ کَنزُ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ ، وَ بِھَا کَنزُ اللّٰہِ مِنْ عِبَادِہٖ '' کہ (سرزمینِ شام، تمام زمین میں اللہ تعالیٰ کا خزانہ ہے اور اُسی میں اللہ کے خاص بندوں کا خزانہ ہے)۔

☆ شیخ اکبر شیخ محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ اپنی مشہور کتاب ''الوصایا'' میں فرماتے ہیں، اگر تو استطاعت رکھتا ہے کہ ارضِ شام میں تو زندگی گزارے اور وہیں اختتام زندگی ہو تو تجھے ایسا ہی کرنا چاہئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی یہ

حدیثِ مبارکہ پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ ''تم شام میں سکونت اختیار کرو کیونکہ وہ اللہ کی پسندیدہ زمین ہے اور وہ اُس کی طرف اپنے پسندیدہ بندوں کو ہی منتخب فرماتا ہے''۔

ایمان، علم ، ستون اور مرکز اسلام، شام میں

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں نے دیکھا کہ میرے تکیے کے نیچے سے کتاب کا سہارا کھینچ لیا گیا ہے، میری نگاہ نے اُس کا تعاقب کیا، دیکھا کہ وہ ایک چمکتا ہوا نور ہے جسے شام لے جانے کا قصد کیا گیا، آگاہ رہو کہ جب فتنے برپا ہو جائیں گے تو ایمان شام میں ہوگا۔''

☆ حضرت بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''علم درخت کی مانند ہے، اُس کی جڑ مکہ مکرمہ میں ہے، اُس کی شاخیں مدینہ منورہ میں ہیں، اُس کی ٹہنیاں عراق میں ہیں، اُس کے پھل خراسان میں ہیں اور اُس کے پتے شام میں ہیں''۔

☆ حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''شب معراج میں نے ایک سفید ستون کو چمکتے موتی کی طرح دیکھا جس کو ملائکہ کرام نے اُٹھایا ہوا تھا۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ تم نے کیا اُٹھایا ہوا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا ''عَمُوْدُ الاِسْلَام ''(اسلام کا ستون)۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس کو شام جا کر رکھیں۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نیند میں دیکھا کہ کتاب کا سہارا میرے تکیے کے نیچے کھینچ لیا گیا ہے، میں نے گمان کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو زمین والوں سے جدا کر لیا ہے۔ میری نظروں نے اُس کا پیچھا کیا وہ میرے سامنے چمکتا ہوا نور بن گیا، حتیٰ کہ اُس کو شام میں رکھ دیا گیا۔

☆ حضرت سلمٰی بن نفیل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

''عَقْرُ دَارُالاِسْلَامِ بِالشَّامِ''

(دارالاسلام کا مرکز شام میں ہوگا)

حشر و نشر کی زمین شام ہے۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''اِلْحَقُ بِاَرْضِ الشَّامِ فَاِنَّهَا اَرْضُ الْحَشْرِ وَالْاَرْضُ الْمُقَدَّسَة''

(مقدس سرزمینِ شام کی طرف چلے جاؤ کیونکہ وہ حشر و نشر کی زمین ہے)۔

شام کا تاریخی پس منظر

''شام'' کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مؤرخین و محققین مختلف وجوہ بیان کرتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کا پرانا نام ''سوریہ'' ہے، جبکہ دوسری روایات کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے ''سام'' نے اس کی بنیاد رکھی۔ عبرانی زبان میں ''سام'' کو ''شیم'' اور سریانی میں ''شام'' کہتے ہیں۔ شاید اسی مناسبت سے یہ ملک ''شام'' کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ اہلِ عرب شام اور یمن سے سمتوں میں تمیز کرتے تھے۔ یعنی یمن سے وہ زمین مراد ہے جو حجاز کے داہنی جانب ہے اور شام سے وہ زمین مراد ہے جو حجاز کے بائیں جانب واقع ہے۔

''شام'' دنیا کے قدیم ترین ممالک میں سے ایک ملک ہے جو کئی قدیم تہذیبوں کا مرکز رہا۔ سامی اقوام اور اُن کی زبانوں کے آثار شام سے دستیاب ہوئے ہیں۔ شام پر یکے بعد دیگرے کنعانیوں، عبرانیوں، اسیریائی اور بابل کے لوگ قابض رہے، بعد میں رومیوں، بازنطینیوں، یونانیوں، ایرانیوں اور عربوں نے شام پر حکومت کی۔

شام عجائبات کا گھر ہے، عبرت کی جگہ ہے۔ اُس کے قدرتی مناظر اور برباد شدہ شہروں کے آثار سے سبق حاصل کیا جاسکتا ہے۔ شام قدیم ایام سے ہی قوموں کی ترقی اور تنزل کا مقام رہا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تجارتی قافلے شام سے مصر اور عراق میں اور پھر اُن ممالک سے دُور دُور کے شہروں تک جاتے تھے۔ شام نے دنیا کو مذہب کی تعلیم دی۔ توحید کا آغاز شام سے ہوا اور اُس کی اشاعت کا باعث ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوا، جنہوں نے عراق سے ہجرت کر کے شام کو اپنا مستقر بنایا۔ شام ایک وسیع و عریض ملک تھا، اُردن، فلسطین، لبنان اور موجودہ ملکِ شام مل کر شام کہلاتے تھے۔

فتوحاتِ شام

سرکارِ دو عالم ﷺ حجۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ھرقل روم عرب پر حملہ کرنے کیلئے سرحدِ شام پر فوج جمع کر رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک لشکر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا۔ یہ لشکر ابھی نواحِ مدینہ ہی میں تھا کہ آپ ﷺ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر بیٹھے۔ اس وقت یمن اور دیگر مقامات سے لوگوں نے اِرتداد اختیار کیا اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے خلیفۂ اول کو مشورہ دیا گیا کہ شام کی طرف روانہ مہم کو واپس بلا لیا جائے، جس پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا تاریخی جملہ اِرشاد فرمایا ''جو کام رسول اللہ ﷺ نے شروع کیا ہے میں اُسے کبھی ادھورا نہ چھوڑوں گا اور شام کی طرف کوچ کا حکم فرمایا''۔ فتوحاتِ شام کا آغاز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا اور بلادِ شام پر مکمل فتح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ہوئی۔ آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابۂ کرام کی ایک بڑی جماعت شام میں آباد ہوگئی۔

موجودہ ملکِ شام

شام (عربی میں ''سوریہ'' اور انگریزی میں ''Syria'') مشرقِ وسطیٰ کا ایک بڑا اور تاریخی ملک ہے۔ اس کا مکمل نام ''الجمهوريه العربية السورية'' ہے۔ اس کے مغرب میں لبنان، جنوب مغرب میں اسرائیل، جنوب میں اُردن، مشرق میں عراق اور شمال میں ترکی واقع ہے۔ شام کا دارالحکومت ''دمشق''، سرکاری زبان ''عربی'' (انگلش اور فرانسیسی بھی بولی جاتی ہے)، رقبہ ایک لاکھ پچاسی ہزار ایک سو اسی مربع کلومیٹر، آبادی دو کروڑ بیس لاکھ (2008ء کی مردم شماری کے مطابق)، کرنسی کا نام ''ليرة سورية''، نظامِ حکومت، صدارتی، مذہب اسلام، عیسائیت......اور قابلِ ذکر دریا ''دریائے فرات'' ہے جو ملک کے مشرق میں بہتا ہے۔ جس سے ملک کا شمال مشرقی حصہ ''الجزیرہ'' سرسبز و شاداب ہے۔ شام میں اکثریت عربوں کی ہے۔ تھوڑی تعداد میں اسیریائی، کرد، ترک اور دروز بھی شامل ہیں۔

شام انیسویں صدی کے شروع تک سلطنتِ عثمانیہ کے تحت رہا، 1920ء میں فرانسیسی تسلط میں چلا گیا، 15 اپریل 1946ء کو فرانسیسی اور برطانوی افواج شام سے نکلیں تو 17 اپریل 1946ء شام نے آزادی اور خود مختاری کا اعلان کیا اور بیسویں صدی کا ایک آزاد ملک بن گیا۔ شامی افواج نے 1948ء کی عرب اسرائیل جنگ میں بھی حصہ لیا۔

انتظامی طور پر شام 14 صوبوں میں تقسیم ہے، جنہیں ''محافظات'' کہا جاتا ہے۔ (۱) دمشق، (۲) ریف دمشق، (۳) قنیطرہ، (۴) درعا، (۵) سویداء، (۶) حمص، (۷) طرطوس، (۸) لاذقیہ، (۹) حماہ، (۱۰) ادلب، (۱۱) حلب، (۱۲) رقہ، (۱۳) دیرالزور، (۱۴) حسکہ۔

احادیثِ نبویہ ﷺ میں مذکور شام کے فضائل و مناقب کی روشنی میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جلیل القدر صحابۂ کرام کی کثیر تعداد اور اہلِ بیتِ کرام سرزمینِ شام میں آ کر آباد ہونا شروع ہو گئے تھے۔ کئی انبیاء سابقین کے مزاراتِ مبارکہ بھی اسی سرزمین میں ہیں۔ کثیر تعداد میں بزرگانِ دین، اولیائے عظام، علمائے کرام اور محدثین نے اس خطہ کو اپنا مسکن و مدفن بنایا۔ شام کے ایک شہر ''بصرىٰ الشام'' میں اُس کلیسا کے بقیہ آثار اور بحیرا راہب کا کمرہ ابھی تک سرکارِ دو عالم ﷺ کی اُن ملاقاتوں اور یادوں کو اپنے سینوں میں محفوظ کئے ہوئے ہے۔ جس مقام پر سرکارِ دو عالم ﷺ کی اونٹنی نے آرام کیا تھا، اُس بابرکت مقام کو ''مبرك الناقة'' کے نام سے ایک جامع میں محفوظ کر دیا ہے۔ یہ ایسے مقاماتِ مقدسہ ہیں کہ انسان جن کی زیارت سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کر سکتا ہے۔

سرزمینِ شام میں موجود مقاماتِ مقدسہ پر حاضری کیلئے ہم نے بھی سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ سدرہ شریف، شہزادۂ غوث الثقلین کی قیادت میں زیارات کا پروگرام ترتیب دیا۔

آغازِ سفرِ مقدس

سدرہ شریف .... تا .... دمشق مبارک

سرزمین شام کی زیارات مبارکہ اور دیارِ حبیب ﷺ پر حاضری کیلئے تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ خوش نصیب ممبرانِ قافلہ نے حضور شہزادہ غوث الثقلین کی ہمراہی میں تاجدارِ سدرہ شریف حضرت سید عبداللہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ آستانہ عالیہ قادریہ گیلانیہ، سدرہ شریف کے منتظمین وخدام کے علاوہ اُس کے در و دیوار بھی حسرت بھری نگاہوں سے ہمیں الوداع کہنے کیلئے منتظر تھے کیونکہ ہم کسی عام سفر پر روانہ نہیں ہو رہے تھے بلکہ یہ سفر تو اُن مقدس و بابرکت شہروں کی طرف تھا جن کے بارے میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے بے شمار بشارتیں عطا فرمائی ہیں اور جن کے مقاماتِ مقدسہ کو صرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

حضور قبلہ سجادہ نشین سید محمد انور گیلانی مدظلہ العالی نے فرداً فرداً سب کو ہاتھ ملانے کے علاوہ اُن سے دُعاؤں کے بھی متمنی ہوئے۔ گاڑیوں میں سوار ہوئے اور سفرِ دُعا پڑھتے ہوئے سدرہ شریف سے ڈیرہ اسماعیل خان شہر اور بھکر سے ہوتے ہوئے فیصل آباد شہر ''شیخ کالونی'' پہنچے۔ جہاں پر حضور سجادہ نشین صاحب کے خلیفہ میاں شوکت علی قادری کی قیادت میں ایک جمِ غفیر نے شہزادہ غوث الثقلین کا پر جوش استقبال کیا۔ گلہائے رنگا رنگ گاڑیوں پر نچھاور کئے گئے اور استقبالیہ نعروں کی گونج میں آپ اُن کے گھر میں داخل ہوئے۔ میاں شوکت علی قادری اپنے والدین مرحومین کی یاد میں ایک پُر وقار روحانی محفل کا انعقاد کرتے ہیں، جس میں نعت خوانی کے علاوہ خصوصی خطاب شہزادہ غوث الثقلین کا ہوتا ہے، جس کے اختتام پر حاضرین کی لنگر غوثیہ سے تواضع کی جاتی ہے۔

قافلہ سفرِ عشق ومحبت کے قائد حضور شہزادہ غوث الثقلین تیار ہو کر جب مذکورہ بالا تقریب میں شرکت کیلئے پنڈال میں داخل ہوئے تو وہ منظر دیدنی تھا۔ نعرہ ہائے تکبیر و رسالت اور نعرہ ہائے غوثیہ سے پورا علاقہ گونج گیا۔ محفل میں شریک ہر ایک کی شدید خواہش تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح سٹیج پر پہنچ کر آپ سے دست بوسی کا شرف حاصل کرے، لیکن انتظامیہ کی طرف سے ایسا انتظام تھا کہ ہر شخص صرف دور سے ہی آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کرے۔ اہل اللہ کی صرف زیارت ہی ذہن میں آنے والے ہر سوال کا جواب ہوتی ہے اور اُن کی وساطت سے ہر مشکل حل ہو جایا کرتی ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تو کہتا ہے کہ اس جہان میں اولیاء اللہ موجود نہیں تو تیری تلاش میں کہیں کمی ہو سکتی ہے لیکن یہ اہل اللہ ہر دور میں موجود رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے کیونکہ دنیا میں اگر اللہ والے نہ ہوتے تو پھر وہ کون ومکاں اپنی جگہ قائم نہ رہ سکتے۔

منعقدہ سالانہ برسی کی محفلِ مبارک کا آغاز ذکر اللہ اور ذکرِ رسول ﷺ سے ہوا۔ جس کے بعد حضور قبلہ شہزادۂ غوث الثقلین کا صدارتی خطاب شروع ہوا جو دراصل وعظ و نصیحت اور تربیت پر مبنی تھا۔ آپ نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں قرآن و سنت کی روشنی میں والدین کی اہمیت و عظمت اور قدر و منزلت کو اجاگر کیا اور جملہ حاضرین کو اپنے والدین سے حسن سلوک اور رواداری کا درس دیا۔

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''**مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَّبْرُوْرَةً**'' کہ (اگر نیک اولاد اپنے والدین کو محبت کی نگاہ سے دیکھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہر نگاہ کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے)، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! ''**وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ**'' (اگر ہر روز سو مرتبہ نگاہ کی جائے)، جس پر سید کائنات ﷺ نے جواب عطا فرمایا، ''**نَعَمْ، اَللّٰهُ اَكْثَرُ وَ اَطْيَبُ**'' (ہاں، اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے اور وہ پاک ہے)۔

[کنز العمال، جلد نمبر 16، صفحہ 477]

بیت اللہ شریف اور یومِ عرفہ والے دن کا حج تو سال میں صرف ایک مرتبہ ہوتا ہے جب کہ نیک اولاد محبت کے ساتھ اپنے والدین کی زیارت کر کے روزانہ کئی مقبول حجوں کا ثواب آسانی سے حاصل کر سکتی ہے۔

والدین کی زیارت کا اگر یہ مرتبہ و مقام ہے تو پھر کامل اولیاء اور اپنے مرشد گرامی کے دیدار کا کیا مرتبہ و مقام ہوگا؟ مردم خیز سرزمینِ جھنگ کے ولی کامل حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اس مرتبے و مقام کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ

مُرشد دا دیدار ہے باھُو
مینوں لکھ کروڑاں حجاں ھُو

قافلہ سالارِ عشق حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ کامل پیر کے دیدار کو تو دیدارِ ذاتِ حق قرار دیتے ہیں۔

پیرِ کامل صورتِ ظلِ الٰہ
یعنی دیدِ پیر دیدِ کبریاء

(پیرِ کامل کی صورت رب تعالیٰ کا سایہ ہوتی ہے اور پیر کی زیارت اُس ذاتِ حق کی زیارت ہے)

شہزادۂ غوث الثقلین کے خطاب کے بعد بارگاہِ نبوی ﷺ میں ہدیۂ صلاۃ و سلام اور پھر آپ کی دُعا مبارک کے ساتھ محفل اختتام پذیر ہوئی۔ رات کافی گزر چکی تھی اور ہم آرام کیلئے اپنی مقررہ رہائش گاہ روانہ ہوئے۔ مورخہ 12 اکتوبر 2001ء نماز فجر کی ادائیگی اور طلوع آفتاب کے بعد صاحبِ خانہ کی طرف سے پُر تکلف ناشتے کا انتظام تھا، ناشتہ سے فارغ

ہوئے تو کثیر تعداد میں مرد وخواتین شہزادۂ غوث الثقلین سے ملاقات کے منتظر تھے۔ایک طویل وقت آپ ان آنے والے زائرین ومہمانانِ گرامی سے ملاقات فرماتے رہے اور جب اُن کی دُکھ بھری داستانیں سنتے تو حضرت کی اپنی آنکھیں بھی نم ہو جاتیں۔زمانے کے ستائے ہوؤں کو تسلی اور صبر واستقامت کی تلقین فرماتے اور اپنی نرم ولطیف اور شیریں زبان سے اُن کے دکھوں کے بھلانے ،اُنہیں خوش کرنے اور اپنے اخلاقِ حمیدہ سے اُن کے دلوں کو جیتنے کی کوشش فرماتے کیونکہ

دل جیتنا کسی کا، اِک فن سے کم نہیں

یہ فن خدا نے تیری، اداؤں میں رکھ دیا

حضرت نے جملہ حاضرین وزائرین کو ڈھیروں دُعاؤں سے نوازنے کے ساتھ اُنہیں رخصت فرمایا،نمازِ ظہر کی امامت فرمائی اور دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد کچھ دیر آرام فرمایا اور اپنے اگلے سفر کی تیاری شروع کردی۔اس مرتبہ دیارِ حبیب ﷺ تک پہنچنے کیلئے ہم نے براستہ ملکِ شام سفر کا پروگرام بنایا تھا، چونکہ ملکِ شام کی ایئر لائن صرف کراچی سے ہی روانہ ہوتی ہے اِس لئے ہم نے فیصل آباد سے لاہور بذریعہ کار اور لاہور سے کراچی بذریعہ ہوائی جہاز سفر کرنا تھا۔نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد گاڑیوں میں سوار ہوکر لاہور ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوئے اور تقریباً ڈھائی گھنٹوں میں ہم لاہور کے علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئرپورٹ پہنچ گئے۔

لاہور ایئرپورٹ پر کافی تعداد میں حضرت کے مریدین اور احباب ملاقات اور الوداع کہنے کیلئے موجود تھے۔حاضرین نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور الوداعی سلام کے بعد ہم قافلۂ عشق ومحبت اپنا انتہائی مختصر سامان اُٹھاتے ہوئے ڈیپارچر لاؤنج کی طرف روانہ ہوئے۔بورڈنگ کارڈز کے حصول کے بعد گیٹ نمبر 12 سے داخل ہوکر جہاز پر پہنچ گئے۔دُعائے سفر کے ساتھ جہاز مقررہ وقت پر روانہ ہوا۔ابتدائی تواضع کے بعد رات کا کھانا بھی مسافرین کو پیش کیا گیا۔اسی اثناء جہاز کے کپتان نے کراچی ایئرپورٹ پر لینڈنگ کا اعلان کردیا اور رات 11:35 پر جہاز قائدِاعظم انٹرنیشنل ایئرپورٹ کراچی پر خیریت سے لینڈ کرگیا۔

حضور قبلہ شہزادۂ غوث الثقلین کے ایک منظورِ نظر مرید جناب ملک بوستان صاحب (آف پاکستان کرنسی) کراچی میں مقیم ہیں۔ابھی ہم جہاز میں ہی تھے کہ ملک بوستان صاحب کا حضرت کو فون آگیا کہ میں جناب کے استقبال کیلئے خود باہر موجود ہوں اور چھوٹے بھائی ملک طاہر ٹرمینل کی عمارت میں Arrival Lounge کے پاس آپ کا انتظار کررہے ہیں۔جہاز ٹرمینل کی عمارت کے ساتھ لگا اور ٹنل سے ہوتے ہوئے ہم ہال میں پہنچے تو جناب ملک طاہر صاحب نے ہمیں خوش آمدید کہا،اُن سے ملاقات کے بعد ہال سے باہر آئے جہاں ملک بوستان صاحب اپنے برادران اور احباب کے ہمراہ حضور قبلہ کے

استقبال کیلئے موجود تھے۔ اُن کی طرف سے حضور کی خدمت میں گلدستہ ہائے عشق و محبت پیش کیے گئے اور ملاقات کے بعد گاڑیوں میں سوار ہوکر ملک صاحب کے مہمان خانے روانہ ہوئے۔

ملک بوستان صاحب کے مہمان خانہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے نمازِ عشاء حضور قبلہ کی امامت میں ادا کی، اُس کے بعد ملک صاحب کے پُر تکلف دسترخوان پر موجود اپنے حصے کا رزق تناول کیا۔ رات کافی گزر چکی تھی ملک صاحب فرمانے لگے کہ فلائٹ میں اتنا زیادہ ٹائم تو نہیں لیکن آپ کافی تھک چکے ہیں، اس لئے کچھ دیر آرام کر لیں۔ حضور قبلہ ایک کمرے میں تشریف لے گئے اور جناب سید حسنین محی الدین گیلانی اور میں ایک دوسرے کمرے میں آ گئے۔ اگلے سفر کی وجہ سے آنکھوں میں نیند کا نام و نشان تک نہیں تھا، ہم دونوں آپس میں گفتگو کرتے رہے اور جب گھڑی کی طرف دیکھا تو صبح کے 2:15 بج چکے تھے۔ تیاری شروع کی، چند ہی لمحوں میں حضور قبلہ بھی تیار ہو کر باہر تشریف لے آئے۔ مؤرخہ 13 اکتوبر 2004ء بروز بدھ کی صبح 2:30 بجے گاڑیوں میں سوار ہو کر ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایئرپورٹ پہنچنے کے بعد ملک بوستان صاحب نے ہمیں نہایت پر تپاک طریقے سے الوداع کیا اور حضور قبلہ سے دُعاؤں کے طلبگار ہوئے۔

ملک بوستان صاحب کے بھائی جناب ملک طاہر صاحب کی کراچی ایئرپورٹ پر اچھی سلام و دُعا ہے۔ اُنہوں نے سامان ٹرالیوں پر رکھا اور کسٹم سٹاف سے گزرتے ہوئے Syrian Airlines کے کاؤنٹر جا پہنچے۔ جہاں پر انتہائی زیادہ رَش تھا کیونکہ زائرین حجازِ مقدس جانے کیلئے زیاراتِ شام کا شرف حاصل کرنے کیلئے شام کی اس ایئر لائن سے سفر کرتے ہیں جس کی وجہ سے اِس کی فلائٹس میں خاصا رَش ہوتا ہے۔

ائیر لائن کے کاؤنٹرز کے قریب ایئر لائن کے کنٹری منیجر محترمی جناب علی الکردی صاحب موجود تھے۔ پاکستان میں سفارتخانہ شام کے قائم مقام سفیر عزت مآب جناب عدنان برنیہ صاحب نے حضور شہزادۂ غوث الثقلین اور مجھ سے اس کنٹری منیجر کا تعارف کروایا ہوا تھا۔ میں کاؤنٹر کے قریب ہوا اور جناب علی الکردی صاحب کو اپنا تعارف کروایا تو اُنہوں نے فوراً مجھے پہچان لیا۔ انتہائی محبت و شفقت سے ملے، فوراً ہمارا سامان بک کروایا اور خود بورڈنگ پاس لیتے ہوئے میرے ساتھ حضور قبلہ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ شہزادۂ غوث الثقلین اُن سے انتہائی پیار و محبت سے ملے اور اُن کی اس کرم فرمائی پر جناب علی الکردی صاحب کا انتہائی شکریہ ادا کیا۔ اسی اثناء میں ملک طاہر صاحب خود ہی ہمارے پاسپورٹوں پر خروج کی مہریں لگوا کر لے آئے۔ اُن کا بھی شکریہ ادا کرتے ہوئے اُنہیں دُعاؤں کے ساتھ الوداع کیا اور ہم ڈیپارچر لاؤنج سے ہوتے ہوئے جہاز میں داخل ہو گئے۔ مناسب مقام پر سیٹیں تھیں اور باہر کا سارا منظر ہماری آنکھوں کے سامنے تھا۔ Syrian Airlines کا جہاز مقررہ وقت پر سرزمین شام کے مقدس شہر دمشق پرواز کیلئے تیار تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''تحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں میں سے چار فرشتوں کو چُنا...... اور شہروں میں چار شہروں کو منتخب فرمایا، پہلا مکہ مکرمہ جو ایک شہر ہے، دوسرا مدینہ منورہ جو کھجوروں کا مرکز ہے، تیسرا بیت المقدس جو زیتون کا گھر ہے اور چوتھا دمشق جہاں (کثرت سے) انجیریں پائی جاتی ہیں۔''

[تاریخِ دمشق الکبیر لابنِ عساکر]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''شدید خونی جنگ کے دن مسلمانوں کا بڑا خیمہ غوطہ میں ہوگا، **اِلٰی جَانِبِ مَدِیْنَةٍ یُقَالُ لَهَا دِمَشْقُ مِنْ خَیْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ**، اُس شہر کی جانب جسے دمشق کہتے ہیں جو شام کے شہروں میں سب سے خیر والا شہر ہے''۔

[ابو داؤد، الطبرانی الحاکم]

دمشق

جمہوریہ شام کا دارالحکومت اور دُنیا کے قدیم ترین شہروں میں اس شہر کا شمار ہوتا ہے۔شام کے شہروں میں سب سے بڑا اور مشہور شہر ہے، جس کے چاروں اطراف میں باغات اور مرغزار ہیں جن کے گرد پہاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں۔دُنیا کا کوئی شہر دمشق کی قدامت کا ہم سر نہیں ہوسکتا اور کسی شہر کی تاریخ ایسے عظیم واقعات کی نظیر پیش نہیں کرسکتی جیسا کہ دمشق کرسکتا ہے۔ دمشق بہت دفعہ تباہ ہوا مگر اب بھی ویسا ہی موجود ہے جیسا کہ شروع میں تھا۔یہ ہر زمانہ میں سرسبز وشاداب شہر تھا۔مؤرخین جب عظیم سلطنتوں کی تاریخ لکھتے ہیں تو وہ دمشق کا تذکرہ ضرور کرتے ہیں۔

دِمَشْقُ مَنْزِلُنَا حَيْثُ النَّعِيْمَ بَدَا
مُكَمَّلًا وَّهُوَ فِي الْاٰفَاقِ مُخْتَصِرَا

(دمشق ایک ایسا مقام ہے،جس میں جنت کی مکمل نعمتیں موجود ہیں مگر جنت اور اس میں فرق یہ ہے
کہ وہ ایک دور دراز راستہ ہے مگر دمشق میں ہم باآسانی پہنچ سکتے ہیں)

دمشق کی نہریں اور اُس کے دلکش باغات عجب نظارے پیش کرتے ہیں۔پانی کا سایہ دار درختوں کے نیچے بہنا خُلد کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ دُنیا میں ایسے بہت کم مقام ہیں جو دمشق کی شادابی اور سرسبزی کا مقابلہ کرسکیں۔اسی وجہ سے شہرِ دمشق کو دنیا کی جنت کہا جاتا ہے۔

خلیفۂ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں پورا بلادِ شام فتح ہوکر اسلامی خلافت میں داخل ہوگیا تھا۔661ء سے 750ء تک اُموی سلطنت کا صدر مقام رہا،جس کی حدود ہسپانیہ سے وسطِ ایشیاء تک پھیل چکی تھی،عباسیوں نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد بغداد کو دارالخلافہ بنایا لیکن دمشق کی اہمیت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔1260ء میں مملوکوں نے اسے دوبارہ دارالخلافہ بنایا مگر امیر تیمور نے دمشق اور گردونواح کو تباہ کردیا۔انیسویں صدی کے شروع تک سلطنتِ عثمانیہ کے ماتحت رہا اور 1946ء میں آزاد شام کا دارالحکومت بنا۔

دمشق کو جیرون، جلق اور فیحا بھی کہا جاتا ہے۔ایک روایت کے مطابق سب سے پہلے دمشق کی بنیاد **''دمشق بن جیرون بن سعد بن عاد بن اِرم بن سام، بن نوح** علیہ السلام '' نے رکھی۔اس میں ایک دروازہ جیرون کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔شعرائے کرام نے جیرون سے دمشق یا اُس کا ایک دروازہ ہی مراد لی ہے۔**''فیحا''** بھی ایک لقب ہے،دمشق کی آبادی کی بہت وسیع اور فراغ تھی،اس لئے دمشق کو **فیحا** بھی کہتے ہیں۔''جامع دمشق'' کو بھی **''جامع جلق''** کہا گیا ہے،اس سے واضح ہوتا ہے کہ **جلق** بھی دمشق ہی کا نام ہے۔

ابواب دمشق (دمشق کے داخلی دروازے)

دمشق کی مضبوط سنگین دیواروں کا تذکرہ قدیم کتب میں موجود ہے۔ مسلم افواج کے محاصرہ کے وقت یہ دیواریں موجود تھیں۔ دمشق کو ''حصن الشام'' اسی واسطے کہتے تھے کہ اس کی سنگین دیواریں نا قابلِ تسخیر تھیں اور دمشق کی فتح کے بعد پورے شام میں اس طرح کا اور کوئی دوسرا شہر نہ تھا۔ رومیوں کو ان دیواروں پر بڑا ناز تھا۔ یہ سنگین دیواریں قدیم دمشق شہر کے اردگرد بیضوی شکل میں بنی ہوئی تھیں۔ ان دیواروں میں کئی دروازے نصب تھے۔ حضرت علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ''تاریخ دمشق الکبیر'' میں 11 دروازوں کا ذکر کیا ہے، لیکن موجودہ دور میں ان دروازوں میں سے سات دروازوں کے بقیہ نشانات ملتے ہیں۔

وزارتِ سیاحت دمشق کی طرف سے سال 2009ء میں شائع شدہ انگریزی کتاب بنام ''Syria'' اس وقت میرے پیشِ نظر ہے جس میں مذکورہ دیوار اور دروازوں کا ذکر کچھ اس طرح سے موجود ہے۔ یہ دیوار رومن دورِ حکومت میں طویل اور سنگین پتھروں سے تعمیر کی گئی جس میں سات دروازے تھے۔ یہ دیوار اور دروازے ایک طویل عرصہ تک محفوظ رہے لیکن جب 750ء میں عباسیوں کا دورِ حکومت شروع ہوا تو انہوں نے اس فصیل کے ایک حصہ کو تباہ کر دیا لیکن پھر بھی اُس کے کچھ حصے سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ حکومت تک محفوظ رہے۔ ان ادوار کے بعد کچھ مزید حصے شہری توسیعات کی نذر ہو گئے، لیکن باب السلام اور باب توما کے درمیان 500 میٹر کا مختصر حصہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ اسلامی دورِ حکومت میں کچھ نئے دروازوں کا اضافہ ہوا۔ باب الکیسان اور باب الجنیق بند ہو گئے اور باب النصر جو قلعہ دمشق کے قریب تھا، سوق حمیدیہ کی تعمیر (1863ء) کے دوران ختم کر دیا گیا۔ ان تاریخی دروازوں کا مختصر تذکرہ پیش ہے۔

۱- بابُ الشرقی

یہ دروازہ شہر کے مشرق میں واقع تھا، اِس لئے اِس کا نام باب الشرقی تھا۔ یہ وہی مشہور دروازہ ہے جس کے اندر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزورِ شمشیر داخل ہوئے۔ شارع مستقیم اِس دروازہ سے شروع ہو کر مغرب تک باب الجابیہ تک جاتی ہے جس کی لمبائی ایک کلومیٹر ہے۔ جس وقت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس سڑک پر جا رہے تھے تو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ باب الجابیہ کی طرف سے آتے ہوئے مریم کے گرجا کے سامنے ملاقی ہوئے تھے۔

۲- بابُ الکیسان

یہ وہ مشہور دروازہ ہے جسے عیسائی ''باب پولس'' کہتے ہیں۔

۳- بابُ الصغیر

بابُ الصغیر پردودروازے ایک دوسرے کے اندر واقع ہیں۔ بابُ الصغیر کا دوسرا نام ''بابُ الشاغور'' بھی ہے۔ اِس دروازہ کے باہر ایک محلّہ تھا جسے ''الشاغور'' کہتے تھے۔ بابُ الصغیر سے ایک سڑک اُس مشہور قبرستان کو جاتی ہے جسے قبرستان بابُ الصغیر کہتے ہیں اور یہ قبرستان بابُ الجابیہ تک پھیلا ہوا ہے۔

٤- بابُ الجابیہ

یہ شہر کے جنوب مغربی کونے کی جانب ہے۔ یہ وہی مشہور دروازہ ہے جس کے سامنے سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بروئے صلح داخل ہوئے تھے۔ اِس دروازہ کو ''جابیة الجولان'' بھی کہتے ہیں۔ بنوامیہ کے دورِ حکومت اور زمانہ مابعد میں اس دروازہ کی دیکھ بھال ہوتی رہی اور سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی مرمت کروائی۔ اس دروازہ کے باہر ایک محلّہ تھا جسے ''لُولُؤة'' کہتے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا محلّہ تھا اور دوسری صدی ہجری میں اس جگہ محدثین کی ایک جماعت رہتی تھی۔ جابیہ سے ایک سڑک سیدھی ''مرج صفر'' کو جاتی تھی جسے شارع جابیہ کہتے تھے۔ اس کے قریب ایک تل (ٹیلہ) بنام ''تل الجابیہ'' تھا۔ 17 ہجری سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اس مقام پر تشریف لائے تھے اور آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے کہ ''اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْجَابِیَةِ مِنْ اَرْضِ الشَّامِ'' (مؤمنین کی روحیں شام کے شہر جابیہ میں ہیں)۔

٥- بابُ السرایا

اِس دروازہ پر دو دیواریں نظر آتی ہیں۔ اُموی قلعہ اِس دروازہ اور دیوار سے ملحق ہے جو شہر کا شمال مغربی زاویہ ہے۔

٦- بابُ الفرج

دمشق کا ''نیک فال'' دروازہ مشہور ہے۔ سیدنا عبدالغنی النابلسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جو دل میں آئے دمشق کی بابت کہو اور جو کچھ اس کی طرف منسوب کرنا چاہو کرو کیونکہ خیر و برکت تو اسی جگہ ہے اور اُس کا دروازہ بابُ الفرج ہے۔

۷- بابُ الفرادیس

بابُ الفرج سے آگے بابُ الفرادیس ہے جس کا دوسرا نام ''بابُ العمارۃ'' ہے۔ نہر هروئی بابُ الفرج کی دیواروں کے ساتھ ساتھ اس جگہ تک آتی تھی جس کے نواح میں باغات کی کثرت تھی۔ اس دروازہ کے بالمقابل الفرادیس نام کی ایک بستی تھی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ قبرستانِ فرادیس کے بارے میں فرماتے ہیں، ''یُبْعَثُ مِنْهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ شَهِیْدٍ، یُشَفَّعُ

کُلُّ اِنْسَان فِیْ سَبْعِیْنَ '' کہ (اللہ تبارک وتعالیٰ (روزِ حشر) اس قبرستان سے ستر ہزار شہید اُٹھائے گا اور اُن میں سے ہر ایک ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا)۔ الربعی نے اسے فضائل الشام میں ذکر کیا ہے۔

باب الفرادیس کے سامنے ایک ''دیر'' تھا۔ محاصرہ دمشق کے ایام میں اس جگہ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خیمہ ہوتا تھا جو بعد میں دیر خالد کے نام سے مشہور ہو گیا۔

۸- بابُ السلام

دمشق کے محاصرہ کے دوران اس دروازہ پر کوئی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اسے بابُ السلام یعنی امن کا دروازہ کہا جاتا ہے۔ دمشق شہر کے شمالی مضافات کا اس دروازہ پر خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس دروازہ سے پرانی دیوار بابِ توما تک چلی جاتی ہے۔

۹- بابِ توما

دمشق کے شمال میں وہ مشہور دروازہ ہے جہاں ایامِ محاصرہ رومیوں اور اسلامی افواج کے درمیان نہایت زور وشور سے ایک عرصہ تک لڑائی جاری رہی۔ اُس وقت دمشق میں ''تھومس'' نامی ایک شخص رہتا تھا جو قیصرِ روم کا داماد تھا۔ یہ نہایت بہادر سپاہی تھا جو دمشق کو ایک عرصہ تک بچاتا رہا۔ عربی اُس شخص کو توما کہتے تھے۔ اس لئے اُس دروازے کا نام توما مشہور ہو گیا۔ ایامِ محاصرہ میں یہ دروازہ شکستہ ہو گیا تھا۔ بنوامیہ نے اُسے ازسرِ نو تعمیر کرایا اور بعد کے ادوار میں بھی اُس کی مرمت ہوتی رہی۔ بابِ توما سے آگے یہ دیوار کچھ فاصلہ پر شمالی دور ختم کرتی ہے اور جنوب کی طرف جاتی ہوئی بابِ شرقی سے مل جاتی ہے۔

باب الشرقی

باب الجابیہ

قدیم شہرِ دمشق کے
داخلی دروازوں کا نقشہ
Gates
1. Bab al-Jabiya
2. Bab al-Saghir
3. Bab Kisan
4. Bab Sharqi
5. Bab Tuma
6. Bab al-Salam
7. Bab al-Faradis
1
2
3
4
5
6
7
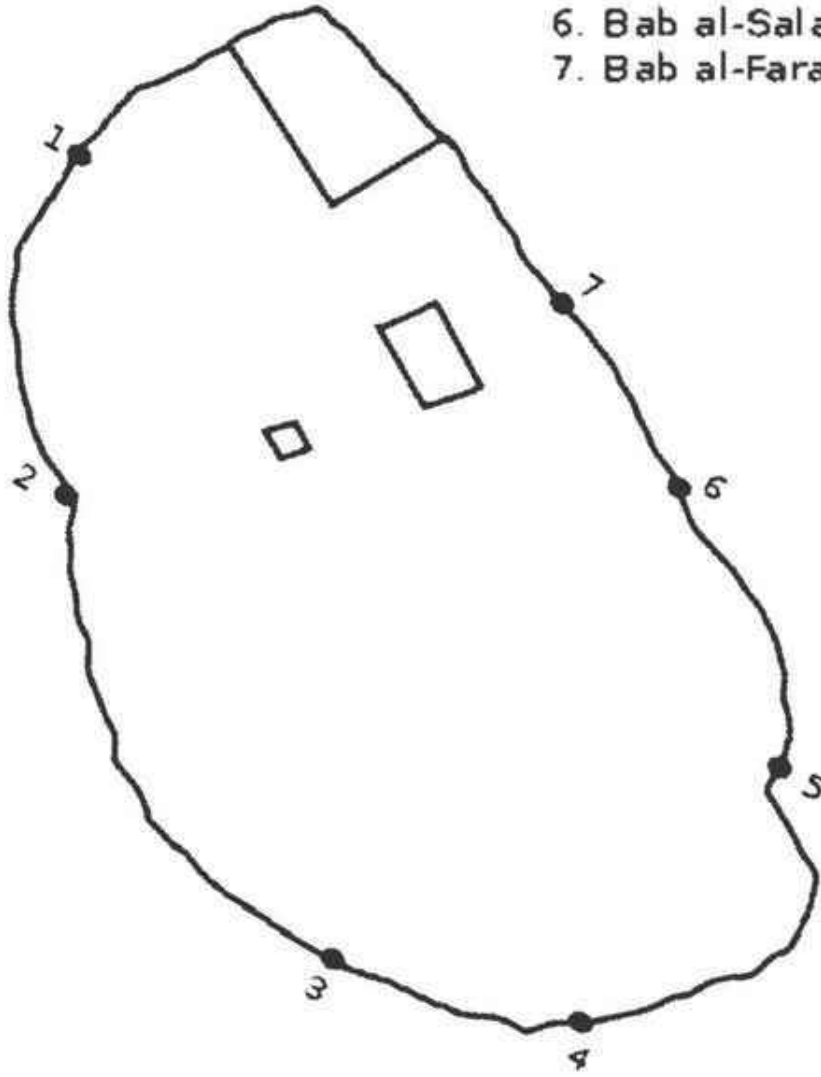
فتح دمشق

خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلافت سنبھالنے کے بعد مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور طلیحہ کے خلاف کارروائی سے فارغ ہوئے اور مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کی سرکوبی ہوگئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ''اَمِینُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ'' حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو تمام افواجِ اسلام پر امیرِ عام اور کمانڈر مقرر فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہراول دستے کا سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا جنہوں نے اپنے نو ہزار لشکرِ جرار کو سفر کا حکم جاری کیا۔ دوسرے دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جابیہ کی طرف روانہ کیا اور نقشہ کچھ اس طرح سے بنا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے تو جابیہ کی طرف سے شام پر چڑھائی کی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایلیا کے راستے سے فلسطین اور شام پر چڑھائی کی، یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے تبوک کے راستے شام پر چڑھائی کی۔

خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ اے ابوسلیمان! میں نے تمہیں قبیلۂ **لخم** اور **جذام** کے لشکرِ جرار پر حاکم مقرر کیا ہے۔ اس کو لے کر ملکِ عراق اور فارس کی طرف چلے جاؤ۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ ان ممالک کو تمہارے ہاتھ سے فتح کرائے گا۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیاہ رنگ کا جھنڈا دیتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا جھنڈا ہے''۔

تمام لشکرِ اسلام اپنی منازل کی طرف رواں دواں ہوئے اور شام کے تمام محاذوں کے جملہ حالات و واقعات سے اول بأول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو باخبر رکھا جا رہا تھا اور جہاں جہاں سے فتح نصیب ہو رہی تھی اُس سے بھی آپ کو فوراً مطلع کیا جاتا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر دوسی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ابھی تک حدودِ شام میں پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ بادشاہ ہرقل روم بے تحاشا فوج جمع کر رہا ہے اور اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں دشمن ہم پر غالب نہ آجائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نازک طبیعت اور نرم دل کے مالک ہیں۔ وہ رومیوں کے ساتھ شدت سے مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا اُن کی جگہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیرِ عام مقرر کرنا چاہیے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات کو پسند فرمایا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو فوراً ایک خط لکھا کہ ''میں تمہیں مسلمانوں کے لشکر پر سپہ سالار مقرر کر کے رومیوں سے جنگ کا حکم دیتا ہوں، تم خدا کے دشمنوں کو قتل کرنے میں جلدی کرو، میں تمہیں ابوعبیدہ اور اُن کی فوج پر حاکمِ اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔'' نجم بن المفرح رضی اللہ عنہ یہ حکم نامہ لے کر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس عراق اُس وقت پہنچے جب وہ ''قادسیہ'' کو فتح کرنے کے قریب پہنچ چکے تھے، لیکن جب یہ حکم نامہ پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میں حاضر ہوں''۔ پھر

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا کہ "مجھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے افواج اسلام پر امیر مقرر کر دیا ہے جب تک میں آپ کے پاس نہ پہنچوں آپ اپنی جگہ سے اُس وقت تک حرکت نہ کریں"۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق سے فوراً واپس ہو کر ہوا کے دوش پر سفر کرتے ہوئے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ "**ارضِ سماوہ**" اور "**ارکہ**" پر چڑھائی کی تو اہلِ شہر صلح کیلئے راضی ہوئے۔ آپ اُن سے صلح کرتے ہوئے آگے روانہ ہوئے، جب یہ خبر "**اھلِ سخنہ**" اور "**اھلِ تدمر**" کو ملی تو انہوں نے بھی صلح کر لی۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ "**حوران**" کی طرف آگے بڑھ گئے۔

انہی ایام میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں چار ہزار سوار پر مشتمل ایک لشکر "**بُصری**" کی طرف روانہ کیا ہوا تھا۔ دونوں طرف سے جنگ شروع تھی۔ دشمن نے بارہ ہزار جوانوں کے ساتھ حملہ کیا۔ قلت کی وجہ سے مسلمان ایسے دکھائی دے رہے تھے جیسا کہ سیاہ اونٹ پر سفید داغ۔ دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی، دشمن برابر یہ سمجھتا رہا کہ وہ فتح حاصل کر لے گا۔ پھر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے نہایت عاجزی اور اضطراری سے دُعا مانگی "مولائے کریم ہماری مدد و نصرت فرما، اے رب کریم! تو نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں شام اور فارس کی فتح کی خوشخبری دی ہوئی ہے......"۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم ابھی دُعا ختم نہ ہوئی تھی کہ مدد پہنچ گئی، اچانک حوران کی طرف سے غبار اُڑتا ہوا نظر آیا۔ اُس وقت دشمن نے مسلمانوں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اس غبار کے نیچے سے شاہسوار نے آواز دی، مبارک ہو میں خالد بن ولید ہوں، دوسرے نے کہا میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق ہوں، تم کو نصرتِ خداوندی مبارک ہو۔ اس کے بعد آپ کا لشکرِ جرار عُقاب جھنڈا اُٹھائے ہوئے پہنچ گیا۔

حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی گرج دار آواز جب رومیوں کے کانوں میں پڑی تو اُن کے حواس باختہ ہو گئے اور پھر اللہ کی تلوار سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو کرنا تھا وہ کیا اور شہر بُصریٰ فتح ہوا، جس کے بعد آپ نے اہلِ بصریٰ پر اپنا نائب حاکم مقرر کیا اور خود دمشق کا رُخ کیا اور سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ میں دمشق پہنچ رہا ہوں، آپ مجھے وہاں ملیں اور ایک خط سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی روانہ کیا اور تحریر کیا کہ "آپ کو خوشخبری ہو کہ میں فارس سے شام پہنچ گیا ہوں اور ارکہ، تدمر، حوران اور بصریٰ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فتح کرایا ہے اور اب میں دمشق جا رہا ہوں"۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دمشق پہنچ کر نصرانیوں کے معبد کے پاس "دیر" میں قیام فرمایا۔ اُس جگہ کا نام اب تک دیرِ خالد ہے۔ عجیب منظر تھا کہ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ دمشق پہنچ رہے ہیں، سواری سے اُترنا چاہتے ہیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کریں، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قسم دے کر کہا کہ آپ سواری سے مت اُتریں، آپ کا درجہ

بہت اونچا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تجھے امیر مقرر کرنے پر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حکم تھا ورنہ آپ مجھ سے افضل ہیں۔ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی سوار ہوئے، دونوں اصحاب گفتگو کرتے ہوئے جا رہے ہیں اور فتح ونصرت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ جب مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے تو دونوں اصحاب نے مسلمانوں کو سلام کیا اور دیرِ خالد میں رُک گئے۔

دوسرے روز حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، مناسب یہ ہے کہ ہم ان رومیوں پر متفقہ حملہ کریں، رومیوں نے بھی تیاری شروع کر لی۔ آج اُن کا کمانڈر ھرقل بادشاہ کا داماد ''توما'' نامی شخص تھا۔ رومی میدان میں اُترے، مسلمانوں نے زوردار تکبیر کی آواز بلند کی جس سے غوطہ کے اطراف گونج گئے، اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شیروں نے دشمن کے دانت کھٹے کئے۔ حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حملہ میں ہمارے ایک ایک آدمی نے کفار کے دس دس آدمیوں کا مقابلہ کیا اور اُن کو قتل کیا۔ ایک گھنٹہ کے اندر اندر دشمن بھاگ اُٹھا۔ ہم نے دیرِ خالد سے دمشق کے بابِ شرقی تک اُن کا تعاقب کیا۔ اہل دمشق نے اِس شکست کو دیکھ کر شہر کا دروازہ بند کر لیا اور مسلمانوں نے بابِ شرقی اور بابِ جابیہ دونوں (دروازوں) کا محاصرہ کر لیا۔

حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ اقدس میں ایک اور عریضہ ارسال کیا جس میں تحریر فرمایا کہ ''مسلمان صحیح وسلامت ہیں، کفار ہلاک ہوئے، مزید یہ کہ اجنادین کے میدان میں رومی کفار والیٔ حمص کے ساتھ آئے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن پر اپنا غضب ڈالا اور ہم کو فتح ونصرت سے سرفراز کیا۔ پچاس ہزار رومی قتل ہوئے اور چار سو پچھتر مسلمان شہید ہوئے اور اب ہم دمشق پر فوج کشی کرنے والے ہیں، اس کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے فتح ونصرت کی دُعا کیجئے''۔ اس خط کو ارسال کرنے کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دمشق کی طرف کوچ کر دیا۔ اہل دمشق نے جب اپنے بڑے بڑے بہادروں کے قتل اور فوج کی ہزیمت کی خبریں سنیں تو اُسی وقت سے قلعہ بند ہو گئے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دمشق اُس وقت پہنچے جس وقت اہلِ دمشق مکمل طور پر محفوظ ہو چکے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر ''بابِ جابیہ'' پر مقرر فرمایا، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ''بابِ صغیر'' پر چلا جائے، شرحبیل ابن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اُن کے ساتھیوں کے ہمراہ ''بابِ توما'' پر مقرر فرمایا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ''بابِ فرادیس'' پر مقرر فرمایا، قیس بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ کو ''بابِ فرج'' پر مقرر فرمایا اور خود سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ ''بابِ شرقی'' پر ٹھہر گئے اور حضرت ضرار بن از ور رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم دو ہزار کا لشکر لے کر طلیعہ (گشت) کا کام کرو اور اگر کسی سمت میں کسی کو کوئی مشکل پیش آ رہی ہو تو فوراً اُن کی مدد کو پہنچو۔

حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے باب شرقی سے رومیوں پر حملہ شروع کر دیا جس کے جواب میں رومیوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی۔ دن بھر لڑائی جاری رہی، رات کو ہر سردار اپنی مقررہ جگہ پر واپس آ گیا۔ اس معرکہ میں طرفین سے کافی آدمی زخمی ہوئے۔ جنگی حکمت عملی کے تحت اسلامی افواج کو شہر کے چاروں اطراف میں پھیلا دیا گیا۔ جس سے آمد و رفت کے تمام راستے بند ہو گئے اور شہر کے اندر کسی طرح کے بھی کوئی کمک پہنچنا ناممکن ہو چکا تھا۔ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اب جان لیا کہ رومیوں میں اب لڑنے کی ہمت باقی نہیں رہی۔ ہمیں ان پر بھرپور حملہ کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ان کو سنبھلنے کا موقع نہ مل سکے۔

اہل دمشق نے آپس میں مشورہ کیا اور اپنے علماء، دانشمند اور پادریوں کے پاس جا کر صلح کی تجویز رکھ دی۔ پھر یہ تمام لوگ عمائدین شہر کے ساتھ باب جابیہ سے نکل کر حضرت سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور صلح کیلئے مذاکرات کئے۔ صلح کی شرائط میں سب سے پہلی شرط یہ تھی کہ اُن کے گرجے کو برقرار رکھا جائے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور ایک صلح نامہ لکھ کر اُن کو دے دیا تاہم اُس پر دستخط نہ کئے۔ اس کے بعد اسلامی لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کے قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔

روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور آپ ﷺ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرما رہے ہیں "**تُفْتَحُ الْمَدِينَةُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةَ**" (آج رات شہر (دمشق) فتح ہو جائے گا)۔ حضرت سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ انتہائی جلدی میں واپس جا رہے ہیں۔ جس پر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اِس جلدی کی وجہ پوچھی تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے ابوبکر صدیق کے جنازے میں جانا ہے"۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسی خواب کی بنیاد پر رومیوں سے صلح کر لی تھی۔

یہ تو باب الجابیہ پر حضرت سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی صورت حال تھی۔ اب دوسری طرف کی صورتحال کا جائزہ لیتے ہیں جہاں پر کمانڈر افواج اسلام حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہر کے مشرقی دروازے پر رومیوں سے برسر پیکار ہیں۔ دمشق کے ایک بڑے پادری کے گھر لڑکا پیدا ہوا جس کی خوشی میں اُس نے اپنی فوج کے افسران کیلئے اعلیٰ کھانے کا انتظام کیا تھا۔ جس میں شریک مہمانوں نے کثرت سے مے نوشی کی اور شام ہوتے ہی وہ لوگ سو گئے۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنے خفیہ ذرائع سے معلومات پہنچیں کہ آج رات فصیل کے اردگرد عام پہرہ ہوگا۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے جری اصحاب (القعقاع بن عمرو اور مذعور بن عدی) کو لے کر خندق کے قریب پہنچے اور ایک سیڑھی کے ذریعے فصیل پر چڑھ گیا اور اپنی فوج کو پہلے سے بتا دیا تھا کہ اگر تم فصیل کے اوپر سے نعرہ ہائے تکبیر کی آواز

سنو تو فوراً ہمارے پیچھے چلے آنا۔ فصیل کی دیوار پر چڑھنے کے بعد آپ نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے اور پھر فوراً دیوار سے اندر والی اطراف میں اُتر گئے۔ اُترتے ہی موجود دربانوں کو تہ تیغ کیا، پھر دروازوں کے تالے توڑے جس سے باب الشرقی کے دروازے کھل گئے۔ اسلامی فوج پہلے سے ہی باہر تیار کھڑی تھی وہ سیلاب کی طرح شہر کے اندر داخل ہوگئی اور رومیوں کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ جو رومی سامنے آتا وہ تلوار کی زد سے نہ بچ پاتا۔ اس طرح سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ہمراہ بزورِ شمشیر فاتحانہ انداز میں باب الشرقی سے شہرِ دمشق میں داخل ہو رہے ہیں اور جب بابِ جابیہ سے سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو راہبوں اور معززین شہر کے ساتھ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اندر آتے ہوئے دیکھا تو شدید غصہ میں آ گئے۔

حضرت سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے صورت حال کو بھانپتے ہوئے فوراً سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے خالد! اللہ تعالیٰ نے صلح کے ذریعے دمشق کو فتح کرا دیا ہے اور مسلمانوں کو لڑائی سے بچا لیا ہے۔ جس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، صلح کیسی؟ میں نے تو مسلمانوں کی تلواریں رومیوں کے خون میں رنگین کیں اور اُن کی اولاد کو غلام بنا کر اُن کے اموال کو ضبط کر کے دمشق کو بزورِ شمشیر فتح کیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے امیر! آپ سمجھ لیں کہ میں صلح سے دمشق میں داخل ہوا ہوں۔ جس پر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مگر میں تو تلوار کے زور سے آیا ہوں۔ جب یہ رومی لوگ ذلیل وخوار ہو کر بے یار و مددگار ہوئے تو اب صلح کیسی؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر! فیصلہ ہو چکا ہے، میں نے صلح کر کے ان کو صلح نامہ دے دیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ نے میرے حکم کے بغیر کیسے صلح کی؟ آپ کی رائے میرے حکم کے تابع ہے، میں آپ پر امیر ہوں، میں جب تک ایک ایک کو فنا نہ کروں گا تلوار کو نیام میں نہیں رکھوں گا۔ جس پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اِن کو امان دے دی ہے۔ اب اس میں مزاحمت نہ کرو۔ بالآخر یہ طے پایا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر ان سارے معاملات پر اُن کا حکم لیا جائے۔ اُس وقت تک جو حصہ بزورِ شمشیر فتح ہوا ہے وہ اُسی طرح تصور ہوگا، جو حصہ صلح کے ساتھ فتح ہوا ہے وہ اُسی طرح تصور ہوگا۔

حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط ارسال فرمایا کہ "حمد وصلاۃ کے بعد ہمیں جنگ دمشق میں دشمن کی طرف سے بہت زیادہ تکلیف اُٹھانا پڑی حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی اور دشمن کو مغلوب کیا۔ میں نے بابِ شرقی کی طرف سے شہر کو بزورِ شمشیر فتح کیا اور ابوعبیدہ کے ساتھ بابِ جابیہ میں دشمن نے دھوکہ دہی کر کے صلح کر لی۔ انہیں نے مجھے دشمن کے قتل کرنے یا قید کرنے سے منع کر دیا۔ اُن سے میری ملاقات مریم کے گرجا کے قریب ہوئی۔ اُن کے ساتھ پادری تھے اور صلح نامہ اُن کے پاس تھا۔ بادشاہِ روم کا داماد "توما" اور ایک شخص "ھربیس" شہر سے بہت سا سامان لے کر چلے گئے۔ میں نے اُن کا تعاقب کیا اور وہ مال اُن سے واپس لیا اور اُن دونوں کو قتل کر دیا۔ بادشاہ

ھرقل کی بیٹی بھی قید ہوگئی تھی، میں نے اُسے چھوڑ دیا اور صحیح سلامت واپس آ گیا ہوں۔ میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں''۔ یہ خط جس وقت لکھا گیا اُس وقت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس دارِ فانی سے پردہ فرما چکے تھے۔ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو تعجب کیا کہ اب تک مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا ہے۔

فتح دمشق کے بارے میں مؤرخین کی مختلف آراء ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ دمشق صلحوں کے ساتھ فتح ہوا اور کچھ کا خیال ہے کہ بزورِ شمشیر فتح ہوا لیکن سب سے بہترین رائے یہ ہے کہ دمشق حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بزورِ شمشیر اور سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بذریعہ صلح فتح ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام فاتحین دمشق و بلادِ شام کے درجات بلند فرمائے۔

[فتوحاتِ شام و دمشق کے مذکورہ بالا جملہ واقعات امامِ تاریخ ومغازی حضرت علامہ محمد بن عمر واقدی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ کتاب ''**فتوح الشام**'' سے اخذ کئے ہیں۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ 130 ہجری مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور 207 ہجری وصال فرمایا۔]

ہم Syrian Airline کے جہاز میں سوار تھے جو پرواز کرتے ہوئے اپنی منزل کی جانب رواں تھا اور میں تاریخ کے جھروکوں سے بلادِ شام، شہرِ دمشق اور اُس کے مقاماتِ مقدسہ کا روحانی سفر کر رہا تھا کہ اچانک جہاز کا کپتان مسافروں سے مخاطب ہوا کہ ہم اِس وقت سعودی عرب کے شہر ''الدمام'' کے اوپر سے گزر رہے ہیں اور جہاز 20 منٹ کیلئے دمام ایئرپورٹ پر فیول کیلئے لینڈ کرے گا۔ شام ایئرلائن والوں نے دورانِ پرواز مناسب تواضع کی، مشروبات کے علاوہ صبح کے ناشتے سے بھی محظوظ ہوئے۔ (یہ سال 2004ء کی باتیں ہیں، اب تو اکثر ایئرلائنز نے سادہ پانی کے علاوہ ناشتہ اور کھانے وغیرہ کے الگ چارجز ادا کرنا پڑتے ہیں۔)

حضور قبلہ شہزادۂ غوث الثقلین کے ہمراہ کئی سفر کرنے کا شرف حاصل ہے۔ آپ دورانِ سفر اور بالخصوص سفرِ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں عام اور سادہ لباس زیبِ تن فرماتے ہیں کہ اُنہیں کوئی پہچان نہ سکے اور وہ عام مسافر کی طرح سفر کریں، لیکن ہر آدمی نہ سہی کچھ خاص دیکھنے والے تو بڑی دور کی نگاہ رکھتے ہیں اور آپ کو پہچان ہی لیتے ہیں۔ دورانِ پرواز بھی کئی لوگ آ کر آپ سے ملتے رہے اور دست بوسی کا شرف حاصل کرتے رہے اور آپ بھی اُنہیں ڈھیروں دُعاؤں سے نوازتے رہے۔ کچھ ہی دیر میں کپتان کی آواز کانوں میں گونجی کہ ''اپنے حفاظتی بند باندھ لیں کہ جہاز دمشق ایئرپورٹ پر لینڈ کرنے والا ہے''۔ یہ وہی دمشق ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے منتخب پسندیدہ شہروں میں سے ایک شہر ہے۔

شام ایئرلائن والوں کا جہاز ٹرمینل کی عمارت کے ساتھ آ لگا۔ خیر و عافیت سے جہاز کا سفر مکمل ہونے پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اگلا مرحلہ Immigration اور کسٹم کا شروع ہوا، جس میں کافی وقت صرف ہوتا ہے۔ اینٹری کارڈ پُر

کئے اور امیگریشن سٹاف کے حوالے کئے۔ کافی وقت کے بعد پاسپورٹوں اور کارڈز پر دخول کی مہریں لگنے کے بعد ہمیں واپس کئے گئے۔ امیگریشن ہال سے سامان والے ہال میں داخل ہوئے اور سامان اُٹھاتے ہوئے کسٹم حکام کے پاس جا پہنچے، جنہوں نے مہربانی فرمائی اور بغیر زیادہ وقت لئے ہمیں خدا حافظ کہا اور یوں ہم سرزمینِ دمشق میں پہنچ گئے۔

غُوطۂ دمشق

غوطہ وہ مقام ہے جسے جنت سے تشبیہہ دی جاتی ہے۔ احادیثِ نبویہ ﷺ میں بھی مقامِ غوطہ کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، ''ایمان والوں کا بڑا خیمہ غوطہ میں ہوگا، اُس علاقہ میں ایک شہر ہے جسے دمشق کہتے ہیں''۔

غوطہ کے چاروں اطراف پہاڑ ہیں اور یہ ایسی زمین ہے جو تقریباً 30 کلومیٹر تک وسعت میں ہے اور بوجہ نشیب اور وسعت اِسے غوطہ کہتے ہیں۔ ان پہاڑوں کی بلندی کے مقابلے میں سرزمینِ غوطہ نسبتاً پست نظر آتی ہے۔ حسن اور نزہت میں غوطۂ دمشق سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں۔ 30 کلومیٹر کی وسعت میں بے شمار چھوٹے بڑے گاؤں آباد ہیں جن میں ''**آبل السوق، جسرین، جرمانا، تلبین، بیت العصیاء، برزہ، بلاط، قریۃ حجیرا، حرستا، داریا، دومہ، مزہ** ...... '' قابلِ ذکر ہیں۔

اَمَّــــا دِمَشــقُ فَـجَــنَّۃٌ
یَنسـیٰ بِھَـا الـوَطَنُ الغَرِیـبَ

(دمشق جنت ہے اور ایسے مقام کو چھوڑ کر انسان اور کس جگہ کی خواہش کر سکتا ہے،
اِس لئے مسافر اِس جگہ آ کر اپنے وطن کو بھول جاتا ہے۔)

عہدِ اسلام میں یہاں یمن کے قبائل آباد ہوئے، پھر اُموی خاندان کے لوگ بھی یہاں ایسے ہی بس گئے جیسے کہ اُس کی بستیوں میں اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمہم اللہ بسے تھے۔ گزشتہ دور میں غوطہ نے بہت سے علماء، فضلاء، قضاۃ اور محدثین پیدا کئے اور یہاں کے باشندوں نے حدیث نبوی ﷺ کی روایت کی جانب توجہ کی، حتیٰ کہ دمشق کے مؤرخ حضرت ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ بہت سے ایسے اجزاء جمع کئے ہیں جن میں وہی احادیثِ نبویہ ﷺ ہیں جن کی روایت اِن بستیوں کے راویوں نے کی ہے۔

غوطۂ دمشق کی زمینوں کا بہت بڑا حصہ دمشق کے قدیم مدارس کیلئے وقف تھا۔ پھر عہدِ ایوبی میں دمشق کی شمالی اور مغربی اطراف میں غوطہ کے اندر بہت سے مدارس، خانقاہیں، رباطیں اور تکیے تعمیر ہوئے۔

دمشق کی نہریں

شہرِ دمشق کی رونق اور اُس کی سرسبزی کا باعث اُس کی نہریں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے، ''ہم نے ہر چیز کو پانی سے حیات بخشی ہے''۔ اسی طرح دلِ دمشق کی زندگی یہی نہریں ہیں۔ مشہور سفرنامہ نگار ''ابن جبیر'' نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ یہ شہر زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ آؤ اور یہاں قیام کرو، کیونکہ چشموں اور نہروں کی کثرت سے دمشق شاد و آباد ہے۔

سرزمینِ دمشق کو سات نہریں سیراب کرتی ہیں، ان میں نہر ''بردی'' سب سے بڑی ہے اور فی الحقیقت باقی چھ نہریں اُسی کی شاخیں ہیں۔ نہر بردی کا منبع قریہ ''فنوا'' علاقہ زبدانی میں واقع ہے۔ اس مقام پر ''بعلبک'' کے چشموں کا پانی بھی اس میں آملتا ہے۔ جبلِ شرقی میں ''زبدانی'' ایک نہایت پُر فضا مقام ہے۔

دمشق کی ان نہروں کا اصل منبع جبلِ لبنان ہے، جس کی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ جبلِ شرقی کا برفانی پانی قدرتی چشمے پیدا کرتا ہے اور اُن کی بدولت پانی کی اس کثرت کی وجہ سے ان مقامات پر ہوا بھی تر و تازہ رہتی ہے۔ دمشق کی خوبصورتی شہرہ آفاق میں پھیلا ہوا ہے، لیکن اُس کا اصل حسن اُس کی نہریں ہیں۔

دمشق ایئرپورٹ سے باہر آئے جہاں پر حضور قبلہ شہزادہ غوث الثقلین کے احباب اُنہیں اور ہمیں خوش آمدید کہنے کیلئے موجود تھے۔ سب سے فرداً فرداً ملاقات ہوئی اور گاڑی میں سوار ہو کر علاقہ ''زینبیہ'' کے ایک خوبصورت وجدید ہوٹل روانہ ہوئے جہاں پر پہلے سے ہمارے لئے ایک فلیٹ منتظر تھا۔ ابتدائی تواضع پانی اور شام کی چائے سے ہوئی۔

کھانے کا وقت بھی ہو چکا تھا۔ پھر سب احباب نے مل کر ملکِ شام کے کھانوں کا لطف اُٹھایا۔ پچھلے دو دنوں سے مسلسل سفر میں ہونے کی وجہ سے کافی تھکاوٹ ہو چکی تھی۔ ہمارے لئے دو کمرے مخصوص تھے، ایک کمرہ میں قبلہ حضور آرام کیلئے تشریف لے گئے اور ایک کمرے میں سید حسنین محی الدین گیلانی اور میں آ کر سو گئے۔

موسم انتہائی خوشگوار تھا اور تھکاوٹ کی وجہ سے نیند بھی خوب آئی۔ بیدار ہونے پر نماز ادا کی اور چائے اور کافی سے لطف اندوز ہوئے۔ اسی دوران احباب سے ملاقاتیں بھی ہوتی رہیں۔ نمازِ عشاء کے بعد رات کا کھانا کھایا اور پھر زیاراتِ دمشق کیلئے پروگرام ترتیب دیا۔

ملکِ شام اور بالخصوص دمشق میں کافی مذہبی اور تاریخی مقامات قابلِ دید ہیں۔ چونکہ ہمارے سفر کا مقصد صرف زیاراتِ مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل کرنا ہوتا ہے، اس لئے اکثر ہم تاریخی مقامات بہت کم دیکھ پاتے ہیں۔ ذیل میں مختصراً شہرِ دمشق میں موجود چند اہم و مشہور مقاماتِ مقدسہ کا ذکر کرتے ہیں، جن پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ

عظیم صحابیٔ رسول ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ (المعروف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کا شمار اُن صحابہ میں ہوتا ہے جن کی زندگی میں فقر کا پہلو بے حد نمایاں تھا۔ بعض اوقات بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں اُن ستر (70) اہل صُفہ میں سے تھا، جن میں سے کسی کے پاس باقاعدہ ایک چادر تک بھی نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ کچھ صحابہ کرام کے ہمراہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جس پر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیسے آئے ہو؟ عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! بھوک ہمیں آپ کی بارگاہ میں لے آئی۔ آپ ﷺ نے کھجوروں کا ایک طباق منگوایا اور ہم میں سے ہر شخص کو دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا یہ دو کھجوریں کھاؤ اور اُس کے بعد پانی پیو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھالی اور دوسری اپنی والدہ کیلئے رکھ لی۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ ابو ہریرہ! تم نے یہ کھجور کس کیلئے رکھ لی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے یہ کھجور اپنی والدہ کیلئے رکھ لی ہے۔ جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اِس کھجور کو کھالو، ہم اُن کیلئے تم کو دو کھجوریں اور دیں گے۔ چنانچہ میں نے وہ کھجور بھی کھالی اور آپ ﷺ نے مجھے والدہ کیلئے دو کھجوریں عطا فرمائیں۔

حضور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے حافظہ کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ چادر بچھاؤ، میں نے چادر بچھائی، رسول اللہ ﷺ نے ہاتھوں سے چلو بھر کر چادر میں ڈال دیا اور فرمایا، اِس چادر کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالو۔ میں نے آپ ﷺ کے ارشادِ مبارک کی تعمیل کی، پھر اُس کے بعد مجھے کوئی چیز نہیں بھولی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اتنی کثرت سے احادیث روایت کی ہیں کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ روایات نہیں ملتیں جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہایت قلیل مدت آپ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر رہے۔

دمشق شہر کے مرکز میں ایک مشہور زمانہ ''چھتا ہوا بازار'' بنام ''**سوق حمیدیه**'' ہے جو کافی طویل و عریض ہے۔ شہر کی طرف سے مرکزی دروازہ سے داخل ہوں تو دائیں جانب دو تین دکانیں چھوڑ کر ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے، جس کا نام مسجدِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ اِسی مسجد کے ایک گوشہ میں اِس عظیم و جلیل القدر صحابی رسول ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ مسجد ہٰذا چونکہ اوقاتِ نماز کے علاوہ بند رہتی ہے اور یہ مقام مبارک مسجد کے اندر واقع ہے۔ اس لئے اگر کوئی زائر یہاں پر اوقاتِ نماز کے علاوہ حاضری کیلئے آئے تو ان قریب کے دوکانداروں سے معلوم کر لے وہ مسجد کھلوا کر حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک کی زیارت کروا دیتے ہیں۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

عظیم صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ بن جبل کی کنیت ابا عبدالرحمٰن اور انصاری قبیلہ "الخزرجی" سے تعلق تھا۔ قبول اسلام کے بعد آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سفید رنگت کے طویل القامت، خوبصورت بالوں اور مستانی آنکھوں والی شخصیت تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوۂ تبوک کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قرآن وشریعت کی تعلیم دینے کی غرض سے یمن بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا کے درجہ پر فائز تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "حلال وحرام میں بہتر تمیز کرنے والا میری امت میں معاذ بن جبل ہے"۔ ایک روز سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "**یا معاذ انی لاحبك فی اللہ**" کہ اے معاذ میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کرتا ہوں۔ جس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم میں بھی آپ سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں" جس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے معاذ! کہ میں تجھے ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن کو تو ہر نماز کے بعد پڑھا کر۔ "**رب اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك**"۔

ایک مقام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار آدمیوں سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی خصوصیت وفضیلت کا اندازہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس ارشادِ مبارک کی روشنی میں آسانی سے لگایا جا سکتا ہے کہ "**لو لا معاذ بن جبل لهلك عمر**" (اگر معاذ بن جبل نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا)۔

ایک اور موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا "**من اراد الفقه فلیأت معاذ بن جبل**" جو فقہ کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے۔

اٹھارہ ہجری طاعونِ عمواس کی وباء پھیلی جس میں کثیر تعداد میں صحابہ کرام کا انتقال ہوا۔ انہی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی اڑتیس (38) سال کی عمر مبارک میں بارگاہ رب العزت میں حاضری کیلئے پیش ہو گئے۔

دمشق کے مشہور بازار "**مدحت پاشا**" میں داخل ہونے کے بعد کچھ فاصلہ پر دائیں جانب مسجد معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے، جس کے دائیں طرف ایک کمرے میں اس عظیم صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک ہے۔ قبر مبارک پر یہ عبارت

تحریر ہے،''مقام الصحابی الجلیل معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ''۔

ملکِ اُردن کے دارالحکومت عمان میں بھی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک موجود ہے۔ عین ممکن ہے کہ شام والا مزارِ مبارک فتوحاتِ شام کے دوران آپ کا مقامِ قیام یا مقامِ عبادت ہو۔ کیونکہ عربی زبان میں ''ضریح'' اور ''مقام'' میں فرق ہے۔ ضریح اُس مقام کو کہا جاتا ہے جہاں کسی نبی، صحابی یا ولی کو بالفعل دفن کیا گیا ہو جبکہ مقام اُس کو کہتے ہیں جہاں کسی بابرکت شخصیت (نبی، صحابی یا ولی) نے مختصر یا طویل قیام کیا ہو یا اُن کا مقامِ عبادت رہا ہو، جسے ہمارے ہاں عرفِ عام میں بیٹھک کہتے ہیں۔ کسی عظیم اور بابرکت شخصیت کی طرف کسی بھی مقام کے منسوب ہونے کے سبب اُس مقام کے اپنے فیوضات و برکات ضرور ہوتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابی بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ جلیل القدر انصاری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو بیعت عقبہ اور جنگ بدر میں شریک تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابی تمام مسلمانوں کے سردار ہیں۔ قرأۃ میں ان سے بڑھ کر کوئی ماہر نہ تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب بھی تھے۔ 30ہجری بعہد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وصال فرمایا۔ مدحت پاشا بازار کے اختتام پر باب شرقی آجاتا ہے۔ اس سے باہر نکل کر سڑک کے دائیں جانب کچھ فاصلے پر سڑک کے بالمقابل دو گنبد اور مینار نظر آتے ہیں۔ اس کو مسجد ابی کعب الانصاری رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی مسجد کے ایک گنبد کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب قاری اور مفسر حضرت سیدنا ابی بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ آرام فرما ہیں۔

باب توما کے باہر سڑک کے کنارے ایک چھوٹے سے باغ میں سنگِ مرمر سے تعمیر شدہ دو خوبصورت مزاراتِ مبارکہ ہیں، جن میں ایک مزارِ مبارک حضرت شرحبیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ایک مزارِ مبارک عظیم صحابیہ ومجاہدہ سیدۃ خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کا ہے جو گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار ہاتھ میں لئے ہرقل روم لشکر میں گھس گئیں اور اپنے بھائی ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو رومیوں کی قید سے چھڑا کر واپس لے آئیں۔ باب توما میں شیخ رسلان دمشقی رضی اللہ عنہ کا مزارِ پُر انوار ہے۔

شیخ الاسلام شیخ رسلان الدمشقی رضی اللہ عنہ

شیخ الشام والاسلام حضرت شیخ رسلان ابوالنجم رضی اللہ عنہ کا شمار ملکِ شام کے اکابرین اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ہم عصر ہیں۔ حضرت علامہ یحیٰی تادفی الحلبی (المتوفی 963ھ) نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''قلائدالجواہر'' میں حضرت شیخ رسلان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تفصیل کے ساتھ آپ کے فضائل ومناقب کا ذکر کیا ہے۔ برکت کے حصول کیلئے چند کے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

عارف باللہ تعالیٰ حضرت ابومحمد ابراہیم بن محمود البعلی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ رسلان رضی اللہ عنہ اپنے اصحاب کے ہمراہ گرمیوں میں ایک دن دمشق کے باغوں میں سے ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے اصحاب میں سے کسی نے عرض کیا، حضرت ولی کی کیا نشانی ہوتی ہے؟ آپ نے جواب دیا اے بیٹے! ولی وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ صاحب تصرّف بنا دیتا ہے۔ اُس شخص نے عرض کی، اُس کی کیا نشانی ہوتی ہے؟ حضرت شیخ نے چار چھڑیاں اکٹھی اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور کہا کہ یہ چار موسم ہیں، اور اُن میں سے ایک چھڑی کو الگ کر کے کہا کہ یہ موسمِ گرما ہے، پھر دوسری چھڑی کو الگ کر کے کہا، یہ موسم خزاں ہے، پھر تیسری چھڑی کو الگ کر کے کہا یہ موسمِ سرما ہے، اور آخری چھڑی کو الگ کر کے کہا کہ یہ موسمِ بہار ہے۔ پھر جس لکڑی کے بارے میں کہا تھا کہ یہ موسم گرما ہے، اُس کو اپنے ہاتھ میں اُٹھا کر جھٹکا دیا تو شدید گرمی پڑ گئی، پھر اُس چھڑی کو پھینک کر، دوسری چھڑی اُٹھالی جس کو خزاں کہا تھا، اُس کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر جھٹکا دیا تو فوراً موسمِ خزاں کی نشانیاں اور فصلیں ظاہر ہونا شروع ہوگئیں، پھر آپ نے اُس چھڑی کو پھینکتے ہوئے تیسری چھڑی کو اُٹھالیا جس کو موسمِ سرما کا نام دیا تھا، اپنے ہاتھ میں اُسے رکھتے ہوئے جھٹکا دیا تو فوراً موسمِ سرما کی سرد ہوائیں چلنا شروع ہوگئیں اور شدید سردی پڑ گئی اور باغ میں موجود درختوں کے پتے خشک ہوگئے، پھر اس چھڑی کو پھینکتے ہوئے چوتھی چھڑی کو اُٹھایا جس کو موسمِ بہار کا نام دیا تھا، اُسے اُٹھا کر جھٹکا دیا تو فوراً پتوں سے درخت سرسبز ہونے لگے اور موسمِ بہار کی ہوائیں چلنا شروع ہوگئیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ نے باغ میں درختوں پر بیٹھے پرندوں کو دیکھا، پھر ایک درخت کو جا کر ہلایا اور اُس پر بیٹھے پرندے کو اشارہ کیا کہ وہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرے، فوراً وہ پرندہ نہایت خوبصورت آواز میں چہچہانے لگا جس کی آواز سے سامعین بھی بہت محظوظ ہوئے، پھر ایک اور درخت کی طرف آپ تشریف لے گئے اور اُس کے ساتھ وہی کیا جو پہلے درخت کے ساتھ کیا تھا، پھر آپ سارے درختوں اور سارے پرندوں کے قریب آئے، سوائے ایک پرندے کے سب چہچہا رہے تھے۔ ''**فَقَالَ لَهُ الشَّيْخُ** رضی اللہ عنہ **لَا عِشْتَ فَوَقَعَ اِلَى الْاَرْضِ مَيِّتًا** '' (حضرت شیخ نے اُس پرندے سے کہا کہ تو زندہ نہ رہے! وہ فوراً مر گیا اور زمین پر گر گیا)۔

حضرت شیخ رسلان دمشقی رضی اللہ عنہ ابھی باغ میں ہی تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ کے پاس 15 لوگ آ گئے، اُس وقت آپ کے پاس صرف 5 روٹیاں تھیں، آپ نے اُن کے سامنے وہی رکھ دیں اور یہ دُعا پڑھی ''**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْمَا رَزَقْتَنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ** '' سب مہمانوں نے پیٹ بھر کر روٹی کھائی، پھر بھی اُن پانچ روٹیوں میں سے ایک روٹی بچ گئی، حضرت شیخ نے اُس روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اُن پندرہ آدمیوں میں تقسیم کر دیئے، اُس کے بعد وہ تمام لوگ بغداد شریف سفر پر روانہ ہوگئے، ''**وَكَانُوْا يَاْكُلُوْنَ مِنْهَا طُوْلَ الطَّرِيْقِ** '' (اور اُس

روٹی کے ٹکڑے وہ سارے راستے کھاتے رہے)۔ **سُبحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمدِہٖ سُبحَانَ اللّٰہِ العَظِیمِ**۔

جامع کراماتِ اولیاء میں ہے کہ حضرت علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ رسلان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو میرے عبادت خانے میں داخل ہوگا اُس کے گوشت کو آگ نہیں جلائے گی۔ ایک شخص وہاں نماز ادا کرنے کیلئے گیا، اُس کے ساتھ کچا گوشت بھی تھا جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوکر گھر گیا اور گوشت کو آگ پر پکانا شروع کیا تو وہ گوشت نہ پک سکا۔

حضرت شیخ رسلان دمشقی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی شہرِ دمشق میں گزاری اور اُس شہرِ مقدس میں 560ھ میں انتقال فرمایا۔ جس وقت آپ کے جنازے کو لے جارہے تھے تو اچانک سبز پرندے جنازے پر آگئے جنہوں نے آپ کے جسدِ اطہر کو گھیرے میں لے لیا، پھر لوگوں نے دیکھا کہ اچانک گھوڑوں پر سوار کچھ شخصیات آئیں جنہوں نے جنازے کو اپنے حصار میں لے لیا۔ یہ شخصیات نہ کبھی پہلے دیکھی گئیں اور نہ اُس کے بعد۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی حضرت شیخ رسلان دمشقی رضی اللہ عنہ کے تصرفاتِ باطنیہ سے مستفیض فرمائے۔ آمین۔

جامع اُموی کا ایک خوبصورت منظر

سلطان صلاح الدین ایوبی
کے مزارِ مبارک میں نصب شدہ فریم کا عکس

خصوصی تذکرہ

حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی

رحمۃ اللہ علیہ

فاتح بیت المقدس

فاتح بیتُ المقدس، عظیم مردِ مجاہد سلطانِ مصر و شام

بانیٔ ایوبی سلطنت حضرت صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

یہ 532ھ کی ایک تاریک رات کا واقعہ ہے جس وقت نجم الدین ایوب قلعۂ تکریت کا حاکم تھا اور آرام وسکون اور عزت ووقار کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا کہ اچانک بدبختی اُس کے خاندان پر سایۂ فگن ہوگئی اور تکریت کے حاکمِ اعلیٰ کی طرف سے ایک حکم نامہ جاری ہوا جس میں کہا گیا کہ نجم الدین ایوب اور اُس کا چھوٹا بھائی اسدالدین شیر کوہ اسی وقت تکریت چھوڑ کر بہت دور چلے جائیں۔ جب نجم الدین ایوب اس ناگہانی پریشانی کے عالم میں سامانِ سفر باندھ رہا تھا تو اُس وقت ایک نومولود بچے کے رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایک کنیز بچے کو لئے نجم الدین ایوب کی خدمت میں حاضر ہوئی، پہلے پُر جوش لہجے میں نجم الدین ایوب کو بیٹے کی پیدائش پر مبارک باد دی، پھر عرض کرنے لگی ''امیر محترم! چھوٹے امیر کے کانوں میں اذان دے کر اس کا نام تجویز فرمادیں''۔ کنیز کی بات سن کر نجم الدین ایوبی سخت غصے میں آ گیا اور بولا میرے سامنے سے اِس منحوس کو لے جاؤ، کیونکہ جب میرا بیٹا توران شاہ پیدا ہوا تھا تو میں ایک سپاہی سے ترقی کر کے تکریت کا قلعہ دار بن گیا تھا اور اب اس کی پیدائش پر قلعۂ تکریت کو چھوڑ کر ایک نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہونے والا ہوں''۔

کنیز بچے کو لے کر واپس آئی اور مالکن کے حوالے کر کے کہا کہ آقا اپنے بیٹے کی پیدائش سے خوش نہیں ہیں۔ ماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ بے قرار ہو کر بچے کے چہرے پر جھکی اور اُس کی پیشانی پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے اور کہا ''میرے بچے تم اِس دنیا میں کیوں آ گئے ہو؟''، ابھی ماں نے بات مکمل نہ کی تھی کہ یکایک کمرے میں ایک بارُعب آواز گونجی ''آپ کو بیٹے کی مبارک ہو''۔ یہ مبارک دینے والا نجم الدین ایوب کا چھوٹا بھائی اسدالدین شیر کوہ تھا۔ پھر نومولود کو اُٹھایا، اُس کے کان میں اذان دی اور والہانہ انداز میں کہنے لگا ''یہ میرا یُوسف ہے''، بچے کے چہرے پر ایک عجیب سا نور اور کشش تھی۔ اس لئے اسدالدین شیر کوہ نے اپنے بھتیجے کو ''یوسف'' کا مبارک نام دیا تھا۔

پھر اس بچے یوسف نے ''صلاح الدین ایوبی'' کے نام سے شہرتِ دوام حاصل کی اور دُنیا نے اُسے ''فاتح بیت المقدس، فاتح اعظم، مجاہد ملت، سلطان الاسلام والمسلمین، الملک الناصر'' جیسے القابات سے نوازا۔

یوسف (صلاح الدین ایوبی) کا بچپن

یوسف (صلاح الدین ایوبی) چارسال کا ہو چکا تھا، زمانے کے رواج کے مطابق اُس کو قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے مدرسہ میں داخل کر دیا۔ یوسف (صلاح الدین ایوبی) اپنے دونوں بڑے بھائیوں (توران شاہ اور شمس الدولہ)

سے مختلف تھا۔ بچہ ہونے کے باوجود نہ وہ کسی سے جھگڑتا تھا اور نہ اُس کے کسی عمل سے شرارت چھلکتی تھی۔ وہ غیر معمولی حد تک سنجیدہ اور کسی گہری سوچ میں ہمیشہ گم رہتا تھا۔ اُستاد اُس کی بہت زیادہ تعریفیں کرتے کیونکہ یوسف (صلاح الدین ایوبی) کا حافظہ بھی کمال درجے کا تھا۔

یوسف (صلاح الدین ایوبی) کے بارے میں ایک راھب کی پیشنگوئی

وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور اب یوسف (صلاح الدین ایوبی) کی عمر سات سال ہوگئی تھی کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ سلطان عماد الدین زنگی (والد سلطان نور الدین زنگی) کا دربار آراستہ تھا، اتفاق سے اُس روز یوسف بھی اپنے والد کے ساتھ دربار میں موجود تھا۔ موصل کا رہنے والا ایک بوڑھا عیسائی راہب ''مرزبان'' دربارِ سلطانی میں اپنے کسی کام کی غرض سے آیا، جب وہ واپس جانے لگا تو اتفاق سے اُس کی نظر یوسف پر پڑ گئی۔ وہ رُک کر کچھ دیر تک یوسف کے چہرے کو بہت غور سے دیکھتا رہا۔ یوسف کے والد کو اس عمل پر بہت حیرت ہوئی۔

دوسرے دن نجم الدین ایوب اپنے بیٹے یوسف (صلاح الدین ایوبی) کو لے کر عیسائی راہب کے پاس پہنچا اور کہا کہ کل تم سلطان کے دربار میں اس بچے کو اتنا غور سے کیوں دیکھ رہے تھے؟ راہب نے جواب دیا کہ ''اگر تم اس بچے کے باپ ہو تو بے شک اِس دُنیا کے خوش نصیب ترین انسان ہو۔ میں اس بچے کے چہرے میں اُس تحریر کو پڑھ رہا ہوں جو خداوند تعالیٰ نے اس بچے کی قسمت میں روزِ ازل سے لکھی ہے، کیونکہ خالقِ کائنات ایسے بچے صدیوں میں پیدا کرتا ھے، میں اس بچے کے چہرے پر وہ روشنی دیکھ رہا ہوں جو عظیم الشان بادشاہوں کے خدوخال میں نظر آتی ہے''۔ عیسائی راہب کی بات سن کر نجم الدین پر سکتے کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آج تک وہ جس بچے کو اپنے لئے منحوس تصور کرتا تھا وہ آنے والے وقت کا جلیل القدر بادشاہ ہوسکتا ہے۔

یوسف (صلاح الدین ایوبی) بھترین قاری قرآن

ایک بار والیٔ موصل سلطان عماد الدین زنگی نے موصل میں ایک خصوصی محفلِ قرأت آراستہ کی۔ جس میں کمسن بچوں کو تلاوتِ قرآنِ کریم کی دعوت دی گئی۔ شرکائے محفل میں سات سالہ یوسف (صلاح الدین ایوبی) بھی شامل تھا۔ قرأت کی اس محفل میں علماء کے بچوں نے شرکت کی تھی، صرف یوسف (صلاح الدین ایوبی) ہی ایک سپہ سالار کا بیٹا تھا۔ قرأت کا مقابلہ شروع ہوا تو بچوں نے نہایت خوش الحانی سے آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کی۔ مگر جب یوسف (صلاح الدین ایوبی) کی باری آئی تو اُس نے اپنی خوبصورت اور پُر کیف آواز سے سلطان عماد الدین زنگی کے ساتھ تمام شرکائے محفل کو رُلا دیا۔ اس محفلِ قرأت میں موصل کے بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ یوسف کی آواز میں بے پناہ سوز تھا۔

سلطان عماد الدین زنگی کا یوسف کو دادِ تحسین

محفل کے اختتام پر یوسف (صلاح الدین ایوبی) ہی پہلے انعام کا مستحق قرار پایا۔ سلطان عماد الدین زنگی نے یوسف کو بڑے والہانہ انداز میں اپنے قریب بلایا اور پھر بڑی محبت سے یوسف (صلاح الدین ایوبی) کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر اُس کے بعد نجم الدین ایوب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''تمہارے بیٹے کی آواز میں بڑا سوز ہے، مجھے یقین ہے کہ اس کے سینے میں بھی اسلام کا درد ہوگا''۔

سلطان نے اس کے بعد یوسف کو اشرفیوں سے بھری ایک تھیلی انعام کے طور پر دی اور اپنے خادمِ خاص سے کہا ''میری تلوار لے کر آؤ''، جب تلوار حاضرِ خدمت کی گئی تو سلطان نے اُسے یوسف کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''یہ تمہارا خصوصی انعام ہے، ایک قاری کو مجاہد بھی ہونا چاہئے''۔ (سلطان صلاح الدین ایوبی کو جب کبھی یہ واقعہ یاد آتا تو اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے)۔

یوسف کی بزرگوں کی خدمت میں حاضری

یوسف (صلاح الدین ایوبی)، قاضیٔ شہر حضرت ابن عرسون کے درس میں شریک ہوتا جس کے نتیجے میں اُس کا شوقِ مطالعہ بڑھتا ہی جاتا اور وہ کہا کرتا تھا ''کتابیں میری دوست ہیں اور کتب خانے کے ایک گوشے میں مجھے سکون ملتا ہے''۔ وقت تیزی سے گزرتا رہا، یہاں تک کہ یوسف سولہ سال کا ہوگیا۔ مذہبی تعلیم کے ساتھ یوسف کو شعر و شاعری کے ساتھ بھی بہت دلچسپی تھی۔ اس لئے اُس کا طرزِ گفتگو نرم و شیریں اور بڑی حد تک شاعرانہ تھا۔ پھر ایک دن عجیب واقعہ پیش آیا، جس نے یوسف کی تمام عادتوں کو بدل ڈالا۔

ایک دن یوسف اپنے اُستادِ گرامی قاضی ابن عرسون کی خدمت میں حاضر تھا کہ سلطانِ وقت، سلطان نور الدین زنگی بھی قاضی ابن عرسون سے ملنے اُن کی درس گاہ تشریف لائے، یوسف کی ظاہری شخصیت نے سلطان کو بہت زیادہ متاثر کیا، شام کے حکمران کے ذہن میں بار بار ایک ہی خیال آتا، کہ یہ کوئی غیر معمولی انسان ہے۔ پھر جب سلطانِ وقت کو یہ معلوم ہوا کہ یہ دلکش شخصیت سپہ سالار نجم الدین ایوب کا بیٹا ہے تو سلطان اور زیادہ خوش ہوا۔

وقتِ رخصت اُنہوں نے یوسف (صلاح الدین ایوبی) کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''تم پابندی سے ہمارے دربار میں آیا کرو''۔ پھر یوسف نے سلطان نور الدین زنگی کے دربار سے اپنا رابطہ قائم کرلیا۔ ایک بار سلطان نور الدین زنگی نے بڑی محبت سے یوسف کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''میری نظریں جس منظر کو دیکھ رہی ہیں وہ تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہے''۔

یوسف کو خواب میں جہاد کا غیبی اشارہ

یوسف مسلسل کئی روز سے ایک ہی خواب دیکھ رہا تھا وہ یہ کہ خود کو ایک عظیم الشان کتب خانہ میں مطالعہ کرتے ہوئے پاتا۔ پھر اچانک کسی گوشے سے ایک نورانی صورت بزرگ تشریف لاکر یوسف سے مخاطب ہوتے ہیں کہ ''تمہیں اس کام کیلئے پیدا نہیں کیا گیا کہ کتابوں کے اوراق میں گم ہو جاؤ، باہر نکل کر دیکھو ملتِ اسلامیہ خون کے سیلاب میں غرق ہو رہی ہے''۔ ایک ہی طرح کا مسلسل خواب آنے پر یوسف اپنے استادِ گرامی کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر اپنا خواب بیان کیا۔ اُستادِ محترم نے پوچھا، یوسف تم نے یہ خواب کسی اور کے سامنے تو بیان نہیں کیا، اُستادِ محترم پہلے تو میں خود ہی کئی دن تک اس خواب کی تعبیر سمجھنے کی کوشش کرتا رہا، لیکن جب عاجز آ گیا تو آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

یوسف کا جواب سن کر قاضی ابن عرسون نے اپنی آنکھیں بند کرلیں، پھر کچھ دیر کے بعد آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا، ''تم نے اپنا یہ خواب کسی سے بھی بیان نہیں کرنا، یہ ایک غیبی اشارہ ہے، قدرت کو کچھ اور ہی منظور ہے، وہ تمہارے ہاتھوں میں قلم کی بجائے شمشیر دیکھنا چاہتی ہے''۔

میں تمہارے فطری رجحان سے واقف ہوں اور پھر نہایت ہی پُرسوز لہجے میں فرمایا یوسف، آج میں تمہیں افضل البشر، امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قولِ مبارک سناتا ہوں، اس کے ایک ایک حرف کو غور سے سنو اور ہمیشہ کیلئے ذہن نشین کرلو، خلیفہ اوّل نے فرمایا تھا، کہ

''جو قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ دُنیا میں اُسے ذلیل و خوار کر دیتا ہے''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کرتے ہوئے قاضی ابن عرسون کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا یوسف! تمہیں یہ راز معلوم ہے، کہ تلوار ہی اسلامی سرحدوں اور کتب خانوں کی حفاظت کرتی ہے، طرابلس کا عظیم کتب خانہ عیسائیوں نے صرف اس لئے جلا کر راکھ کر دیا تھا کہ اُس کی حفاظت کیلئے تلواریں اور سپاہی نہیں تھے اور پھر فرمایا ''یہ تمہارے لئے عظیم خوشخبری ہے کہ تمہیں خواب میں اِس طرح کا حکم دیا گیا ہے''۔ ہم تو ناکارہ لوگ ہیں اور زندگی بھر ایک گوشے میں پڑے رہے مگر تمہارے سامنے ایک عظیم تر مقصدِ حیات ہے۔

حضرت قاضی ابن عرسون نے یوسف کو مخاطب کرتے ہوئے رقت آمیز لہجے میں کہا ''اگر تم کتب خانہ چھوڑ کر میدانِ جنگ کا رُخ نہیں کرو گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ بے نیاز ہے وہ کسی اور کو منتخب کر لے گا'' پھر جب یوسف قاضی ابن عرسون کی درسگاہ سے اُٹھا تو اُس کی دنیا ہی بدل چکی تھی۔ اب اُس کی تمام تر توجہ شمشیر زنی، نیزہ بازی اور تیر اندازی پر مرکوز تھی۔ وہ ایک جنونی کی طرح جنگی مشاغل میں مصروف رہتا اور ہر وقت اُس کے ذہن میں قاضی ابن

عرسون کے یہ الفاظ گونجتے رہتے ''طرابلس کا کتب خانہ عیسائیوں نے صرف اس لئے جلا کر راکھ کر دیا تھا کہ اُس کی حفاظت کیلئے نہ تو تلواریں تھیں اور نہ ہی سپاہی''۔

صلیبیوں کے عزائم یوسف (صلاح الدین ایوبی) کا جواب

ایک بار سلطان نورالدین زنگی نے اپنی فوج کے سربراہ اور سیاسی مشیروں کا ایک خفیہ اجلاس طلب کیا جس میں نوعمر یوسف کو بھی شریک ہونے کی دعوت دی گئی۔ سلطان نے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں فرانس اور جرمنی کے شہنشاہوں کے کیا سیاسی عزائم ہو سکتے ہیں؟ سب سے پہلے یوسف کے حقیقی چچا اور سلطان نورالدین زنگی کے معتمدِ خاص اسدالدین شیرکوہ نے عرض کیا، سلطانِ عادل! فرانس اور جرمنی کے شہنشاہ توسیع سلطنت کی خواہش میں یورپ کی حدود سے نکل کر کچھ ایشیائی علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے سوا اُن کے کوئی عزائم نظر نہیں آتے۔ اس کے بعد یوسف کے والد نجم الدین ایوب اور دوسرے کئی افسران، سرداران نے کم و بیش اسی قسم کے خیالات پیش کئے۔

سب سے آخر میں نوعمر یوسف (صلاح الدین ایوبی) اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور والیٔ شام کی خدمت میں عرض کیا، سلطانِ ذیشان! میں شہنشاہِ جرمنی اور شہنشاہِ فرانس کی لشکر کشی کو محض ہوسِ ملک گیری نہیں سمجھتا، در پردہ اُن کے مذہبی عزائم بھی ہیں۔ درباری امراء نے بڑی حیرت سے اس نوجوان کو دیکھا جو عمر رسیدہ اور جہاندیدہ سرداروں کی رائے سے اختلاف کر رہا تھا۔ خود سلطان نورالدین زنگی بھی یوسف کے ان خیالات پر متعجب ہوا اور کہا یوسف! تم اپنی بات کو ثابت کرنے کیلئے کوئی مضبوط دلیل پیش کر سکتے ہو۔

یوسف نے جواب دیتے ہوئے کہا، کہ میں کچھ دن پہلے اپنے اُستادِ محترم قاضی ابن عرسون کی خدمت میں حاضر تھا اور میں نے اُن سے سوال کیا حضرت! یہود و نصاریٰ بھی ہماری طرح اہلِ کتاب ہیں، ہم اُن کے رسولوں پر صدقِ دل سے گواہی دیتے ہیں اور اُس شہادت کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں مگر یہود و نصاریٰ ہمارے رسول کریم ﷺ کا اقرار کیوں نہیں کرتے؟ میرے اِس سوال کے جواب میں اُستادِ محترم نے فرمایا، حق تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہودیوں کی فطرت کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ''تم تو ہمیشہ عہد کر کے توڑ دینے والے ہو''، پھر ایک اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ ''یہود و نصاریٰ تمہارے دوست ہو ہی نہیں سکتے اور تم میں سے جو کوئی اُن سے دوستی رکھے وہ اُنہی میں سے ہے''۔ یوسف نے سلطانِ عادل کو عرض کیا کہ میں اسی بنیاد پر کہتا ہوں کہ شہنشاہِ جرمنی و فرانس ہوسِ ملک گیری کے علاوہ کچھ اور عزائم بھی رکھتے ہیں، اُن کی زندگی کا پہلا اور آخری مقصد مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا ہے۔ سلطان نورالدین زنگی نے یوسف کے ان خیالات کی بہت تعریف کی اور اپنے جاسوسوں کو حکم دیا کہ وہ صورتِ حال گہری نظر رکھیں۔

یوسف کی بطور سپاہی جنگ میں شرکت

وزیر معین الدین، دمشق کے پُر جوش عوام اور علماء کی مدد سے کئی ماہ تک صلیبی حملہ آوروں کا مقابلہ کرتا رہا، اس دوران عیسائیوں اور مسلمانوں کے دور کئی خونریز جھڑپیں ہوئیں۔ صلیبی لشکر جو کئی لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھا، اُس کے مقابلہ میں مسلمان فوجیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ پھر جب ایک دن صلیبی فوج شہر کے قریب تک پہنچ گئی تو وزیر معین الدین کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنی مدد کیلئے والئ موصل اور والئ شام سے درخواست کرے۔ سیف الدین غازی بلا تاخیر ایک لشکرِ جرار لے کر دمشق کی طرف اور دوسری طرف سے سلطان نور الدین زنگی اپنے جانباز سپاہیوں کے ساتھ دمشق کی طرف پیش قدمی کی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جب یوسف نے ایک سپاہی کی حیثیت سے اس لشکر میں شرکت کی۔

یوسف (صلاح الدین ایوبی) کا اوّلین جنگی کارنامہ

''حصن عریمہ'' کے قلعہ کی فصیل جب اُڑ گئی تو اہلِ ایمان نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اُندلس کا جنونی صلیبی شہزادہ'' گارنیٹ'' قلعے سے نکل کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ مگر اُس وقت اُس کے خوف کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُس نے اپنے پیچھے دوسرے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنی۔ گارنیٹ نے جب پلٹ کر دیکھا تو ایک مسلمان شہسوار اُس کا تعاقب کر رہا تھا اور گرج دار آواز میں گارنیٹ سے کہا، اگر تم خود کو میرے حوالے کر دو تو میں اپنے امیر کی طرف سے تمہاری جاں بخشی کا اعلان کرتا ہوں۔ جواب نہ آنے پر تعاقب میں آنے والے مسلم شہسوار نے اپنی شمشیر کے بھرپور وار سے اُس کے گھوڑے کی پچھلی ٹانگیں کاٹ دیں اور شہزادہ گارنیٹ نیچے آ گرا۔

اُندلس کا شہزادہ برق رفتاری کے ساتھ اُٹھا اور اپنے تعاقب کرنے والے پر بھرپور وار کر دیا۔ جسے مسلم شہسوار نے نہایت چابک دستی سے روکا، پھر کچھ دیر تک دونوں آپس میں برسرِ پیکار رہے۔ اس کے نتیجہ میں شہزادہ اُندلس کے ہاتھ پر شدید زخم آیا جس سے اُس کا زخمی ہاتھ اب شمشیر اُٹھانے کے قابل نہ رہا۔ پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ مسلم شہسوار اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار تھا اور اُندلس کا جنونی صلیبی شہزادہ گارنیٹ گھوڑے کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہا تھا۔

تمام صلیبی سپاہیوں کو پابہ زنجیر کرنے کے بعد شہزادہ گارنیٹ کی تلاش شروع ہوئی۔ سلطان نور الدین زنگی کو بتایا گیا کہ وہ کسی خفیہ راستے سے فرار ہو چکا ہے۔ جس پر سلطانِ عادل نے فوری حکم نامہ جاری کیا کہ برق رفتار شہسواروں کا ایک دستہ مختلف راستوں پر نکل جائے اور شہزادہ گارنیٹ کو زندہ گرفتار کر کے سرِ دربار پیش کیا جائے۔ ابھی برق رفتار شہسوار نکلنے ہی والے تھے کہ شہزادہ گارنیٹ ایک مسلم سپاہی کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا۔ سلطان نور الدین زنگی کے ہونٹوں پر فاتحانہ تبسم اُبھر آیا۔ یہ تبسم شہزادہ گارنیٹ کی اسیری پر بھی تھا اور اس شہسوار پر بھی جو اس جنونی صلیبی کو گرفتار کر کے لایا تھا۔ یہ مسلم شہسوار کوئی

اور نہیں تھا، سلطان نور الدین زنگی کا مصاحب خاص یوسف (صلاح الدین ایوبی) تھا۔

یوسف کا دوسرا اهم جنگی کارنامه

سلطان نور الدین زنگی کا دربار آراستہ تھا۔ اسد الدین شیر کوہ اور یوسف (صلاح الدین ایوبی) اس خوشخبری کے ساتھ داخل ہوئے کہ "حران" میں عیسائیوں کی فتنہ پردازیوں کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ یہ اتنی بڑی خبر تھی کہ سلطانِ عادل شدتِ جذبات میں تخت سے نیچے اُتر آیا اور اسد الدین شیر کوہ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر یوسف (صلاح الدین ایوبی) کے ماتھے کو چوما، جس پر شمشیر کے کئی زخم نمایاں تھے۔

یوسف (صلاح الدین ایوبی) کا احترام بطور مرد مجاهد

دمشق سے حلب پہنچنے کے بعد یوسف سب سے پہلے اپنی والدہ کی قدم بوسی کیلئے حاضر ہوا۔ پھر اپنے استادِ گرامی حضرت قاضی ابن عرسون کی خدمت میں حاضر ہوا، جیسے ہی وہ اپنے استادِ گرامی کی درس گاہ میں داخل ہوا تو قاضی ابن عرسون اپنی نشست پر کھڑے ہو گئے، جس پر یوسف کو اپنے استادِ گرامی کے اس عمل پر بڑا تعجب ہوا کیونکہ حضرت قاضی صاحب صرف سلطان نور الدین زنگی کے علاوہ کسی بھی شخصیت کے احترام میں کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے۔ پھر یوسف کو مسند پر اپنے قریب بٹھایا، اور حاضرین کو نہایت اثر انگیز لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں اپنے شاگرد یوسف (صلاح الدین ایوبی) کے احترام میں نہیں، بلکہ ایک مردِ مجاہد کے احترام میں کھڑا ہوا تھا، ہم تو یہاں بیٹھے کتابوں کے اوراق اُلٹتے رہتے ہیں اور یہ مجاہدین کفار کی صفوں کو اُلٹتے رہتے ہیں"۔ اِس کے بعد قاضی ابن عرسون نے حاضرین کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی ایک حدیثِ مبارکہ سنائی کہ "اسلامی سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت میں پہرہ دینے والے مردِ مجاہد کی ایک رات، گوشہ نشین زاہدوں کی سو سالہ عبادت سے بہتر ہے"۔

ایک بار سلطان نور الدین زنگی پر بیماری کا سخت حملہ ہوا اور سلطانِ عادل چلنے پھرنے میں بھی دقت محسوس کرنے لگے۔ اسد الدین شیر کوہ اور یوسف (صلاح الدین ایوبی) نے سلطان کے حکم پر غریبوں اور محتاجوں میں صدقات تقسیم کرنے کے بعد سلطان کے کمرۂ خاص میں داخل ہوئے، اپنے سپہ سالار اور معتمدِ خاص کو دیکھ کر سلطان اُٹھ کر بیٹھ گئے اور نہایت پُر کیف انداز میں فرمایا، مجھ ناتواں کو جس قدر فتوحات حاصل ہوئی ہیں، وہ سب اُسی قادرِ مطلق کے رحم و کرم کا صدقہ تھیں۔ اب تو بس ایک ہی آرزو ہے کہ بیت المقدس میں حاضر ہو کر خطبہ دوں اور اپنے اللہ کی کبریائی بیان کرتا ہوا رخصت ہو جاؤں۔ پھر اپنے دونوں معتمدِ خاص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم مستعدی کے ساتھ اپنی سرحدوں کی نگرانی کرو اور سختی کے ساتھ بندگانِ خدا کے حقوق ادا کرتے رہو۔

یوسف بطور والیٔ مصر اور الملک الناصر کا خطاب

وزیراعظم مصر ''شاور'' نے فاطمی خلیفہ عاضد کو قتل کر کے مصر کا خودمختار حکمران بننے کی منصوبہ بندی کا آغاز کیا تو خلیفہ عاضد نے سلطان نورالدین زنگی کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا واسطہ دے کر اپنی مدد اور مصر کو صلیبیوں سے نجات دلانے کیلئے پکارا۔

سلطان نورالدین زنگی نے فوراً اسدالدین شیرکوہ اور یوسف کو ایک لشکرِ جرار کے ساتھ مصر روانہ کیا۔ شیرکوہ اور یوسف نے بڑی جانبازی سے جنگ کی اور صلیبی فوج کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ پھر غدارِ ملت شاور کی طرف متوجہ ہوئے۔ شاور، مصر سے فرار ہونے میں تقریباً کامیاب ہو چکا تھا، مگر یوسف (صلاح الدین ایوبی) کی شہ سواری کام آئی اور یوسف نے شاور کو زندہ گرفتار کر کے مصری امیر عزّ الدین کے سامنے پیش کر دیا اور عزّ الدین نے ایک لمحے کی تاخیر بغیر شاور کا سر کاٹ کر ایک بڑے طشت میں رکھ کر نذر کے طور پر فاطمی خلیفہ عاضد کی خدمت میں پیش کر دیا۔

شاور کے قتل کی خوشی میں خلیفہ عاضد نے ایک عظیم الشان جشن کا اہتمام کیا، جس کے اختتام پر اسدالدین شیرکوہ کو مصر کا والی (وزیراعظم) مقرر کر دیا۔ سلطان نورالدین زنگی اس تقرری سے بے حد خوش ہوئے، مگر یہ وزارت نہایت قلیل مدت کیلئے تھی کیونکہ دو ماہ بعد ہی خناق کی شدید بیماری میں اسدالدین شیرکوہ اس دنیا کو خیرآباد کہہ گئے۔

اسدالدین شیرکوہ کے انتقال کی خبر جب شام پہنچی تو کچھ دیر کیلئے سلطان نورالدین زنگی پر سکوت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر اپنے سپہ سالارِ اعظم کو یاد کر کے کئی دن تک روتے رہے اور کہا کرتے تھے کہ اب ایسے وفادار دوست شاید ہی نظر آئیں۔ وہ میرا دستِ بازو تھا۔ حق تعالیٰ اُس کی مغفرت کرے اور مجھے صبر جمیل عطا فرمائے۔

اسدالدین شیرکوہ کی وفات کے چند دن بعد خلیفہ عاضد نے نوجوان یوسف (صلاح الدین ایوبی) کو مصر کا نیا والی (وزیراعظم) مقرر کر دیا اور دوسرے دن خلیفہ نے وزارت عظمیٰ کا فرمان جاری کرنے کے ساتھ یوسف (صلاح الدین ایوبی) کو تحفے میں جواہر دار ایک شمشیر پیش کی اور دیگر تحائف میں ایک نایاب ہار، زرد رنگ کا ایک انتہائی تیز رفتار گھوڑا، سونے کے تاروں سے بنا ہوا ایک جبہ اور ایک عمامہ شامل تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک اعلیٰ اعزاز ''الملک الناصر'' کا خطاب بھی دیا۔

مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ

وزارتِ عظمیٰ کا منصب سنبھالنے کے بعد یوسف (صلاح الدین ایوبی) کی زبان پر ہمیشہ یہ کلمات ہوتے، اے اللہ! ''میں تیری بخشی ہوئی نصرت پر یقین رکھتا ہوں تو مجھے اپنے غمزدہ بندوں کی خدمت کا موقع عطا فرما اور مجھے اس اجنبی دیار میں بے یار و مددگار نہ چھوڑ، کہ ہم عاجز بندوں کا تیرے سوا کوئی سہارا نہیں''۔

دوسرے دن والیٔ مصر قاہرہ میں حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا، کچھ دن پہلے والیٔ مصر نے اسی علاقہ سے شاور جیسے غدارِ ملت کو گرفتار کر کے عبرت ناک انجام تک پہنچایا تھا۔ والیٔ مصر بہت دیر تک حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر رہا، پھر یوں دُعا مانگی، ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے بے پناہ فضل و کرم کا سوال کرتا ہوں، اگر میں مصر میں موجود فتنہ گروں پر قابو پانے میں کامیاب ہوگیا تو گمراہوں کی اس سرزمین میں تیرا حقیقی دین نافذ کر کے چھوڑوں گا''۔ مصر میں شافعی مسلک پر عمل کرنے والوں کی اکثریت تھی مگر باطنیوں (فرقہ) نے برسرِ اقتدار آکر چاروں مسالک کے ماننے والوں کو شدید نقصان پہنچایا تھا۔

اسی رات والیٔ مصر نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا کہ وہ ایک لق و دق صحرا میں اکیلا کھڑا ہے۔ دور دور تک نہ کوئی انسان نظر آتا ہے، نہ کوئی درخت، نہ کوئی چشمہ، والیٔ مصر حیران و پریشان کھڑا ہے کہ وہ کس سے راستہ پوچھے اور کہاں جائے؟ یکا یک اُسے ایک پُر جلال آواز سنائی دی جس کی گرج سے پورا صحرا گونجنے لگا۔ ''اگر تو ہدایت چاہتا ہے تو مخلوقِ خدا کی خدمت کر، تجھے راستہ خود مل جائے گا''۔ والیٔ مصر اس آواز کی گونج سے جاگ اُٹھا، اُس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی، اُس نے وضو کیا اور مالکِ حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا۔

والیٔ مصر یوسف کا اہم خطاب

وزیرِ اعظم مصر نے اپنا منصب سنبھالنے کے بعد تمام مصری فوج کو ایک میدان میں جمع کر کے اثر انگیز تقریر کی۔ ''لائقِ احترام ہے وہ مجاہد جو ملکی سرحدوں کی حفاظت کیلئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں، میں اُن تمام جانبازوں کو سلام پیش کرتا ہوں، مجھے اندازہ ہے کہ میرے سپاہیوں کے ہاتھ کتنے تنگ ہیں؟ اور اُن کی ضرورتیں کتنی زیادہ ہیں؟ میں جانباز سپاہیوں کی قربانیوں کا صلہ دینے کیلئے اپنے گھر سے ابتداء کرتا ہوں۔ میرے چچا اسد الدین شیر کوہ کے جمع خزانے کو فوجیوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ مصر کے باقی امراء بھی آگے بڑھیں اور شہید ہو جانے والے سپاہیوں کے گھر والوں کی کفالت کریں۔ نوجوانوں کو میں فوج میں شامل ہونے کی پُر زور دعوت دیتا ہوں۔ ہمارے سب سے بڑا دشمن صلیبی ہیں۔ اگر اسد الدین شیر کوہ اپنی جان پر کھیل کر عیسائیوں کا مقابلہ نہ کرتے تو اب تک مصر پر شاہِ یروشلم کا قبضہ ہو چکا ہوتا''۔

والیٔ مصر کی اس جذباتی تقریر نے پورے مصر میں آگ لگا دی۔ خلیفہ عاضد کی ساری باقاعدہ فوج والیٔ مصر کے ہمنوا ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہزاروں جوان فوج میں بھرتی ہوتے چلے گئے۔ ان نوجوانوں کا چاروں مسالک سے تعلق تھا جنہیں باطنیوں نے ایک طویل عرصہ سے دبا رکھا تھا۔ آج والیٔ مصر نے انہیں ایک نیا حوصلہ بخشا تھا اور پھر انتہائی مختصر عرصہ میں والیٔ مصر کے گرد جانثاروں کی ایک بڑی تعداد جمع ہوگئی۔

فرقہ باطنیہ کا قلع قمع

سرزمینِ مصر پر باطنیوں کا بڑا زور شور تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم اور والیٔ مصر کی دن رات کوششوں کے نتیجے میں اس فرقہ باطنیہ کا کام تمام کر دیا گیا اور والیٔ مصر نے خود اپنے ہاتھ سے ''بار بک'' پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ جس سے اُس کی گردن کٹ کے گر پڑی۔ جب یہ خبر سلطان نور الدین زنگی کو پہنچی تو سلطانِ عادل نے اپنے ایک معتمد کے ہاتھ والیٔ مصر کو قیمتی تحائف کے ساتھ ایک خط بھی ارسال کیا کہ ''حق تعالیٰ تمھیں جزائے عظیم عطا کرے کہ تم نے مصر کی سرزمین سے ایک فتنۂ عظیم کی جڑیں اُکھاڑ پھینکیں، اب تم پر لازم ہے کہ عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ جاری کرواور خطبے سے خلیفہ عاضد کا نام خارج کردو۔

خلیفۂ بغداد کا خطبہ اور فاطمی خلافت کا خاتمہ

567ھ محرم کا مہینہ تھا۔ قاہرہ کی جامعہ مسجد میں تمام امراء نمازِ جمعہ کیلئے موجود تھے۔ امیرُ العالم منبر پر تشریف لائے اور پُرسوز لہجے میں حمد ونعت پڑھی۔ اُس کے بعد عباسی خلیفہ کی درازیٔ عمر اور بلند اقبالی کیلئے انتہائی مؤثر دُعا کی۔ اس کے بعد والیٔ مصر نے سرکاری طور پر یہ حکیم جاری کر دیا کہ ''ملتِ اسلامیہ کے اتحاد کیلئے ضروری ہے کہ تمام ریاستیں ایک ہی خلیفہ کے زیر اثر ہوں، آج میں اعلان کرتا ہوں کہ ہمارا دل اور ہماری دیواریں امیر المؤمنین مستعضی بأمر اللہ کے ساتھ ہیں''۔ اگلے جمعۃ المبارک کو مصر کی تمام مسجدوں میں عباسی خلیفہ کا خطبہ زور وشور سے پڑھا جانے لگا۔ دو دن بعد اس خبر کے صدمے سے خلیفہ عاضد کا انتقال ہو گیا اور دوسو سال بعد مصر میں فاطمی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

مصری عوام کا والیٔ مصر کو ''صلاح الدین'' کا لقب

خلیفہ عاضد کا خزانہ قیمتی جواہرات اور سونے چاندی سے بھرا ہوا تھا۔ والیٔ مصر (صلاح الدین ایوبی) نے یہ ساری دولت اپنی فوج اور مصر کے غریب باشندوں میں تقسیم کردی۔ اُس کے اِس عمل سے عوام اتنی خوش ہوئی کہ جوشِ مسرت سے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور ہزاروں لوگ قصرِ خلافت کے دروازوں پر جمع ہو گئے اور گردونواح کا پورا علاقہ اس پُر زور آواز سے گونج رہا تھا۔

''**صلاح الدین** !اللہ ہمارے سروں پر تیرا سایہ تا دیر قائم رکھے''۔

اِس دن سے نجم الدین ایوب کا بیٹا ''یوسف'' صلاح الدین کے لقب سے مشہور ہوا اور پھر مصری عوام کا دیا ہوا یہ خطاب دُنیا میں شہرتِ دوام حاصل کر گیا۔ کچھ دن بعد والیٔ مصر صلاح الدین نے اپنے والد کی نسبت کو بھی اپنے نام کا حصہ بنا لیا۔ سرکاری احکام جاری کرنے کیلئے جو مہر بنوائی گئی تھی اُس پر ''**صلاح الدین ایوبی**'' کندہ تھا۔

صلاح الدین ایوبی کی اپنی والدہ کی خدمت میں حاضری

جب والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی نے مصر پر مکمل اقتدار حاصل کرلیا تو اچانک اُسے اپنی والدہ کی بیماری کی خبر ملی، جو شام میں موجود تھیں اور جنہیں طبیبوں نے جواب دے دیا تھا اور اکثر روتی تھیں اور یہ کہتی تھیں کہ ''اے مالک! بس مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں اپنے بیٹے یوسف کو دیکھ لوں اور پھر تیری بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں''۔ صلاح الدین ایوبی اپنے چھوٹے بھائی ملک عادل کے ہمراہ شام روانہ ہوا اور جب والدۂ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُنہیں دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اُن میں اب اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ اُٹھ کر بیٹھ سکتیں۔ صلاح الدین ایوبی نے جھک کر ماں کی پیشانی کو بوسہ دیا، ماں نے اُسے ڈھیروں دُعاؤں سے نوازا۔

والیٔ مصر کی اپنے استادِ گرامی کی خدمت میں حاضری

صلاح الدین ایوبی اپنی والدہ کی پریشانی کے عالم میں اپنے استادِ گرامی قاضی ابن عرسون کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اُس وقت نابینا ہو چکے تھے۔ اس پر صلاح الدین نے اپنے اُستاد کے سامنے اپنے ہمدردانہ جذبات کا اظہار کیا۔ جس پر اُنہوں نے فرمایا ''میرے محبوب بیٹے! نور تو بس اُس ذاتِ واحد کا ہے جو ابد تک جاری رہے گا، باقی ہر شے کو ایک دن بے نور ہو جانا ہے۔ میں تو دنیا کا ایک انتہائی خوش نصیب انسان ہوں کہ میری آنکھوں کی روشنی تمھیں مل گئی ھے''۔ صلاح الدین ایوبی نے نہایت عاجزانہ لہجے میں درخواست کی کہ ''حضرت اگر آپ میرے ہمراہ مصر تشریف لے چلیں تو یہ میرے لئے بڑی سعادت ہوگی، اس طرح میں کچھ آپ کی خدمت بھی کر سکوں گا اور دُعائیں بھی ملتی رہیں گے''۔ اُستادِ گرامی نے جواب دیا، ''دُعاؤں کیلئے قربت کی ضرورت نہیں ہوتی، میرے نزدیک شام اور مصر میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ اِس وقت میرے اور تمہارے درمیان ہے''۔ پھر صلاح الدین ایوبی نے اپنی والدہ محترمہ کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی صحت کیلئے دُعا کی درخواست کی۔ والیٔ مصر کی یہ مجبوری تھی کہ وہ زیادہ دن اپنی مملکت سے دور نہیں رہ سکتا تھا، مجبوراً اُس نے والدہ سے اجازت لی اور کہا کہ آپ انشاء اللہ جلد شفایاب ہو جائیں گی اور میں آپ کو اپنے پاس مصر بلوا لوں گا۔

والیٔ مصر کا دمشق میں پُر جوش استقبال

صلاح الدین ایوبی اپنی والدہ سے رخصت ہو کر دمشق پہنچا تا کہ سلطان نور الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔ سلطانِ عادل نے فاتحِ مصر کا ایسا شاندار استقبال کیا کہ حاضرین نے اِس سے پہلے کبھی بھی ایسا منظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ سلطان نور الدین زنگی کی قصرِ خلافت کے دروازے پر صلاح الدین کو خوش آمدید کو کہا اور جوشِ جذبات میں بے اختیار صلاح الدین کی پیشانی کو بوسہ دیا، پھر کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے دربار تک لائے اور اپنے برابر بٹھایا۔

سلطان شام کا والیٔ مصر سے ایک حلف

سلطان نورالدین زنگی نے صلاح الدین ایوبی کو اپنے مخصوص کمرے میں لے گئے، یہ وہی کمرہ تھا جس میں سلطانِ عادل نے ایک انتہائی خوبصورت منبر رکھا تھا، جس کی تیاری پر ہزاروں دینار خرچ کئے تھے اور حلب اور دمشق کے ماہر کاریگروں کو ہدایت کی تھی کہ وہ ''اپنا سارا هنر اِس منبر کے نقش و نگار بنانے پر ختم کر دیں''۔

سلطان نورالدین زنگی نے انتہائی جذباتی اور پُرسوز لہجے میں کہا، ''صلاح الدین! تم یہ منبر دیکھ رہے ہو''۔ حق تعالیٰ نے مجھ عاجز بندے کو اپنے در رحمت سے سب کچھ عطا کیا ہے، بس ایک آخری خواہش رہ گئی ہے کہ میری آنکھیں اُس وقت بند ہوں جب بیت المقدس فتح ہو چکا ہو اور پھر میں اس منبر پر کھڑے ہو کر اہلِ ایمان سے خطاب کروں، چاہے اُسی خطبے کے دوران مجھے موت ہی کیوں نہ آ جائے۔ یہ کہتے کہتے سلطان عادل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ صلاح الدین ایوبی نے کہا، آپ سلطانِ عادل ہیں، حق تعالیٰ آپ کی یہ خواہش بھی پوری کرے گا۔ یہ جذباتی منظر دیکھ کر صلاح الدین ایوبی کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں۔

خلاف توقع آج سلطان نورالدین زنگی کا لہجہ بہت اُداس تھا۔ فرمایا، ''یہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، اگر وہ منظر دیکھنے سے پہلے میری آنکھیں بند ہو جائیں اور میں زیرِ خاک سو جاؤں تو تم اپنی آنکھیں کھلی رکھنا اور اُس وقت تک جاگتے رہنا جب تک عیسائیوں کا آخری بندہ بھی اس ارضِ مقدس کی حدود سے باہر نہ نکل جائے، بس یہی میری آخری وصیت اور نصیحت ہے، جہاد، جہاد اور جہاد، انصاف، انصاف اور صرف انصاف''۔

سلطان شام کی والیٔ مصر سے الوداعی ملاقات

اہلِ دمشق نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر پہلی بار دیکھا کہ سلطان نورالدین زنگی اپنے تمام امراء کے ساتھ صلاح الدین کو رخصت کرنے کیلئے شہر دمشق کی سرحد تک آئے۔ پھر گھوڑے سے اُتر کر صلاح الدین سے بڑے والہانہ انداز میں گلے ملے اور اُس کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے نہایت جذباتی لہجے میں بولے ''تم اھلِ ایمان کا سرمایه هو، الله تمهاری حفاظت کرے''۔ پھر سلطانِ عادل اُس وقت تک کھڑے رہے جب تک صلاح الدین اور اُس کا فوجی دستہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔ (سلطان نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کی یہ ظاہری آخری ملاقات تھی)۔

والیٔ مصر کے والد کا انتقال

والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی دمشق سے رخصت ہو کر مصر پہنچے اور عسقلان، رملہ اور ایلہ پر فتح حاصل کی، جس پر خلیفۂ بغداد اور سلطان نورالدین زنگی کی طرف سے مبارکبادی کے خطوط کے ہمراہ قیمتی تحائف بھی ارسال کئے گئے۔ اسی عرصہ میں

صلاح الدین ایوبی کی والدہ بھی مصر پہنچ چکی تھیں۔ سلطان نور الدین زنگی کے حکم پر صلاح الدین ایوبی نے ''کرک'' پر لشکر کشی کی اور اُس کا محاصرہ کر لیا، لیکن اسی محاصرہ کے دوران صلاح الدین ایوبی کو ایک انتہائی افسوسناک خبر ملی کہ اُس کا والد نجم الدین ایوب گھوڑے سے گر کر انتقال کر گیا ہے۔ صلاح الدین ایوبی نے دمشق میں سلطان نور الدین زنگی کو اطلاع دیتے ہوئے خود طوفانی رفتار سے قاہرہ کی طرف روانہ ہوا۔ بس اُسے ایک ہی فکر تھی کہ وہ کسی طرح اپنے والد کا آخری دیدار کر لے۔ صلاح الدین ایوبی جس وقت قاہرہ پہنچا تو اُس کے والدِ مرحوم کا جنازہ قبرستان لے جایا جا رہا تھا۔ صلاح الدین ایوبی نے کفن ہٹا کر اپنے والد کا چہرہ دیکھا، اُس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک طوفان تھا جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ نجم الدین ایوب کی موت خود صلاح الدین ہی کیلئے نہیں بلکہ سلطان نور الدین زنگی کیلئے بھی ایک بڑا المناک حادثہ تھا، کیونکہ نجم الدین ایک انتہائی بہادر اور تجربہ کار سپہ سالار تھا۔

سلطان نور الدین زنگی کا انتقال

شوال 569 ہجری کے آخری ایام میں سلطان نور الدین زنگی کے گلے میں ہلکی سی تکلیف ہوئی جو بڑھتے بڑھتے خناق کی شکل اختیار کر گئی۔ طبیبوں نے مجرب ترین نسخے تجویز کئے، مگر کوئی دوا مرض الموت کو نہ ٹال سکی۔ سلطان کے امراء و وزراء اُس کے اِردگرد جمع تھے۔ سلطان شام کی سانس رُک رُک کر آ رہی تھی اور ساتھ وہ کچھ کہہ بھی رہے تھے۔ فوراً امراء جھک گئے اور سلطان کی بات سننے کی کوشش کرنے لگے جو کہہ رہے تھے ''الوداع میرے دوستو، الفراق میرے ساتھیو''۔ تمام امراء کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

آج اسلام کا ایک عظیم مجاہد دنیا سے رخصت ہو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سلطانِ عادل نے ایک بار پھر آنکھیں کھولیں، اور اسی طرح آپ کے ہونٹوں کو بھی جنبش ہوئی، امراء نے فوراً ہی جھک کر کان لگا لئے جو اُس وقت یہ کہہ رہے تھے، ''صلاح الدین.........کو میرا.........سلام.........پہنچا دینا.........اور اُسے.........اُس کا.........وعدہ یاد.........دلا دینا.........'' اِس کے بعد سلطانِ عادل نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

سلطان کی وفات کی خبر سن کر دمشق میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ لوگ گریہ زاری کرتے ہوئے اپنے گھروں سے نکل آئے۔ اس مردِ مجاہد کا جنازہ میدانِ اخضر میں رکھا گیا۔ اہلِ دمشق روتے ہوئے آتے اور نمازِ جنازہ پڑھ کر میدان سے باہر نکل جاتے تا کہ دوسرے لوگ بھی جنازہ پڑھ سکیں۔ اس طرح ہزاروں اہلِ ایمان نے سلطانِ شام سلطان نور الدین زنگی کی نمازِ جنازہ کئی بار پڑھی۔ پھر اس عظیم مجاہد کو مدرسۂ نوریہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا، جسے اُنہوں نے اپنی نگرانی میں تعمیر کروایا تھا، جہاں پر سینکڑوں طالب علم حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

سلطان نورالدین زنگی کے وصال کی خبر جب مصر پہنچی تو والیٔ مصر اُس وقت دربار میں اپنے وزراء سے خطاب کر رہا تھا، یہ خبر سنتے ہی والیٔ مصر پر سکتہ طاری ہو گیا، پھر وہ تخت سے اُٹھا، حاضرین نے دیکھا کہ وہ زاروقطار رو رہا تھا اور بار بار یہ کہہ رہا تھا "میرے آقا.......... میرے سردار.......... اللہ تبارک وتعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل کریں"۔ بعض امراء جو سلطانِ عادل کے مقام کو سمجھتے تھے وہ بھی اِس طرح رونے لگے، جیسے اُن کا باپ اُن سے بچھڑ گیا ہو۔ سلطان نورالدین زنگی نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوہ، ایک لڑکی اور ایک لڑکا ملک صالح اسماعیل جس کی عمر صرف گیارہ سال تھی، چھوڑے۔

سلطان نورالدین زنگی کے وصال کے بعد صلاح الدین ایوبی نے فوراً مصر کی تمام مساجد میں ملک صالح کا خطبہ جاری کروا دیا اور ٹکسال میں فوری طور پر ایک نیا سکہ ڈھلوایا جس پر ملک صالح کا نام نمایاں طور پر کندہ تھا۔ پھر والیٔ مصر نے دمشق جانے کی تیاری شروع کی اور ایک فوجی دستے کے ساتھ برق رفتاری کے ساتھ دمشق پہنچا۔ سب سے پہلے سیدھا حرم سرا میں سلطان کی بیوہ کے پاس تعزیت کیلئے پہنچا، صلاح الدین، سلطانِ عادل کے گھر کے ایک فرد کی طرح تھا۔ والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی ایک بیٹے کی طرح اُن کے سامنے جھک گیا اور زاروقطار رونے لگا۔ سلطان کی بیوہ نے مادرانہ شفقت کے ساتھ اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور خود بھی رونے لگیں۔

سلطان ملک صالح کی رسمِ تخت نشینی

دوسرے دن عجیب منظر تھا جب گیارہ سالہ سلطان ملک صالح دربار میں داخل ہوا، اُس کے پیچھے والیٔ مصر تھا اور بعد میں دوسرے امراء تھے۔ والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی نے جھک کر ملک صالح کو تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب ملک صالح تخت پر بیٹھ گیا، تو والیٔ مصر نے دائیں جانب دست بستہ کھڑے ہو کر حاضرین دربار سے خطاب کیا، اُس کے آنسو بہہ رہے تھے، اور آواز شدتِ جذبات سے بھری ہوئی تھی۔

"آج ہم اہلِ درد کیلئے یہ سب سے زیادہ جاں گداز گھڑی ہے کہ سلطانِ عادل ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، مگر پھر بھی یہ مقامِ شکر ہے کہ ہم آقازادے سلطان ملک صالح کی شکل میں اپنے مرحوم آقا کو دیکھ رہے ہیں۔ میری دُعا ہے کہ آقا کی یہ نشانی تادیر سلامت رہے اور پرچمِ نوری کے سائے میں تمام ملتِ اسلامیہ متحد ہو جائے.........."

خطاب کے اختتام پر والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی نے اپنی تلوار ملک صالح کے قدموں میں رکھ دی اور جھک کر نئے سلطان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پورا دربار آفرین اور مرحبا کے نعروں سے گونج اُٹھا۔ سلطان کی بیوہ بھی پردہ کے پیچھے اپنے نوعمر بیٹے کی تخت نشینی کی رسم دیکھ رہی تھیں۔ والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کی اثر انگیز تقریر سن کر اُن کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے تھے اور وہ صلاح الدین ایوبی کو دُعائیں دیں کہ اللہ تمہاری حفاظت کرے، تم نے وفاداری کا حق ادا کر دیا۔

سلطان نورالدین زنگی کے وصال کے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ملتِ اسلامیہ کی بنیادوں میں گہرے شگاف پڑنا شروع ہو گئے۔ تمام عیسائی ایک بار پھر بڑی معرکہ آرائی کیلئے جمع ہونا شروع ہو گئے اور شام کے سرحدی علاقے بانیاس پر حملہ پر کر دیا اور شام کے کچھ غدار امراء نے عیسائیوں سے صلح قائم کر لی اور والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کے خلاف اتحاد قائم کر لیا۔ اِس تکلیف دہ خبر کو سن کر والیٔ مصر حضرت قاضی امام شرف الدین بن ابی عصرون کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ وہی امام ہیں جو اُس وقت اسلامی دنیا کے سب سے بڑے عالم اور انتہائی عابد و زاہد انسان تھے۔ سلطان نورالدین زنگی بھی اُن کے احترام میں تخت سے نیچے اُتر آتے تھے اور اُس وقت تک تخت پر نہ بیٹھتے تھے جب تک امام صاحب تشریف فرما نہ ہو جاتے۔ جب والیٔ مصر نے خلیفہ عاضد کے اقتدار کا خاتمہ کر کے عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھوایا تھا تو سلطان نورالدین زنگی نے امام شرف الدین سے بڑے عاجزانہ لہجے میں درخواست کی تھی کہ وہ مصر کا منصب قضاء قبول فرمالیں۔ والیٔ مصر نے اُنہی کی رہنمائی میں مصر کے طویل وعریض قید خانے کو ''مدرسۂ شافعیہ'' اور مشہور عشرت کدے ''دارالغزل'' کو ''مدرسۂ مالکیہ'' میں تبدیل کر دیا تھا۔

قاضیٔ مصر کا فتویٰ

والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی امام شرف الدین کے سامنے بیٹھا عرض کر رہا تھا کہ شامی اور عیسائیوں کی صلح کا ایک ہی مطلب ہے کہ شام اور مصر الگ الگ ہو جائیں۔ یہ خبر سن کر امام بھی بہت زیادہ پریشان ہوئے اور فرمایا کہ ''فاسد خون کو جسم سے نکالنا ہی پڑے گا ورنہ ایک دن سارا بدن سڑ جائے گا اور اگر کوئی منطقی دلیل کام نہ کرے تو شمشیر کی زبان میں بات کرو کیونکہ اگر کوئی مسلمان شراب نوشی کرتے ہوئے پکڑا جائے تو اُسے سرِ عام کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے، اِس صورت حال میں سزا دینے والے بھی مسلمان ہوتے ہیں اور سزا یافتہ بھی کلمہ گو ہوتے ہیں''۔ پھر صلاح الدین ایوبی جب امام شرف الدین کی درسگاہ سے نکلنے لگا تو امام صاحب اُسے رخصت کرنے کیلئے دروازے تک آئے اور آخری ہدایت کے طور پر فرمایا ''تم اِن ساری باتوں کو میرا فتویٰ سمجھو، اگر میری کم علمی کے سبب یہ فتویٰ غلط اور ناقص ہے تو قیامت کے دِن اُس کا عذاب میری ہی گردن پر ہو گا اور حق تعالیٰ کے سامنے تم بری الذمہ قرار پاؤ گے۔ میری دُعائیں اُس وقت تک تمہارے ساتھ رہیں گی جب تک تم حق پر قائم رہو گے''۔

دمشق کے بعض سازشی، منافق اور ہوس پرست امراء و وزراء نے اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کیلئے سلطان ملک صالح کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ صلاح الدین کیلئے یہ صورتحال سنگین ہوتی جا رہی تھی اور اب اُس کیلئے ناگزیر ہو گیا تھا کہ وہ مصر سے کوچ کر کے براہِ راست دمشق پہنچے اور کوئی اگلا قدم اُٹھائے۔ ابھی صلاح الدین ایوبی دمشق جانے کی سوچ کر رہے تھے کہ صورت حال نے ایک عجیب کروٹ لی۔ سلطان نورالدین زنگی کی صاحبزادی جس کی عمر اب اٹھارہ برس ہو گئی تھی، سلطان کی

زندگی میں ہی اُس کیلئے رشتے آنا شروع ہو گئے تھے مگر سلطان کو کوئی لڑکا پسند نہ آتا تھا۔ جس کی ایک ہی وجہ تھی کہ سارے امیر زادے عیش پرستانہ زندگی کے دلدادہ تھے اور کسی ایک جوان کے دل میں بھی شوقِ جہاد نہیں تھا۔ سلطان نے اپنی بیٹی کو مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ فوجی تربیت بھی دی تھی تا کہ کسی پریشانی میں وہ کسی حد تک اپنا دفاع ضرور کر سکے۔

سلطان نورالدین زنگی کی وفات کے بعد اُس کی صاحبزادی کیلئے رشتوں کا ایک طویل تانتا بندھ گیا تھا۔ بڑے بڑے امراء نے اپنے بیٹوں کے نام بھیجے لیکن اُن کے پیشِ نظر صرف ایک ہی مقصد تھا کہ وہ سلطان کی بیٹی سے شادی کر کے دمشق اور شام پر قبضہ کر لیں گے۔ سلطان کی بیوہ ان رشتوں کی بھرمار سے بہت زیادہ پریشان ہو گئی تھیں اور پھر کوئی ایسا ہمدرد بزرگ بھی موجود نہ تھا جو اُن کی رہنمائی کرتا۔ اسی کشمکش میں ایک رات اُس نے خواب میں اپنے شوہر سلطان نورالدین زنگی کو دیکھا جو اُس سے فرما رہے تھے ''تم کیوں اتنی پریشان ہو؟ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو اور صلاح الدین کو اپنی دامادی میں قبول کر لو وہ حقیقی مجاہد ہے اور مجاہد کبھی کسی کو مایوس نہیں کرتا''۔ سلطان عادل نے اپنی بیوہ کے خواب میں آ کر اُن کے دل و دماغ سے پہاڑ جیسا بوجھ ہٹا دیا تھا۔

والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کی شادی

سلطان کی بیوہ والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کو دمشق سے بلانے کیلئے کسی معتبر قاصد کو تلاش کر ہی رہی تھیں کہ والیٔ مصر خود دس ہزار شہ سواروں کے ساتھ دمشق آ پہنچا۔ والیٔ مصر بغیر کسی تاخیر سیدھا حرمِ سلطان میں پہنچا اور بیوۂ سلطان کی خدمت میں ان تمام سازشی عناصر کے کرتوت بیان کئے جو ملک صالح کے ساتھ مل کر اُس کے امراء و وزراء کر رہے تھے۔ اس انکشاف سے بیوۂ سلطان بھی کچھ دیر کیلئے سکتے میں آ گئیں۔ اس کے بعد بیوۂ سلطان نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے والیٔ مصر کو سلطان نورالدین زنگی کی خواہش سے باخبر کیا۔ اپنے آقا کا خواب سننے کے بعد صلاح الدین ایوبی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا میں غلام کہاں؟ اور آقا زادی کہاں؟ ایک بے جوڑ رشتہ ہے.......... خاندانِ نور یہ میرے بارے میں کیا کہے گی؟ لیکن بیوۂ سلطان کے بار بار اصرار اور حکم پر سرِ تسلیم خم کر دیا۔

شادی کے مہمان ہائے گرامی

بیوۂ سلطان کے حکم کے بعد والیٔ مصر نے ایک فوجی دستہ بلا تاخیر مصر روانہ کیا تا کہ صلاح الدین کی والدہ اس شادی میں شریک ہو سکیں۔ اُس کے ساتھ ہی صلاح الدین ایوبی نے امام شرف الدین کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا کہ ''شیخ محترم! مجھے آپ کی جسمانی کمزوری کا شدید احساس ہے مگر آپ صرف میری خاطر دمشق تشریف لانے کی زحمت گوارہ کریں گے اور آپ میرا نکاح پڑھائیں گے''۔ تقریباً پندرہ دن کے بعد امام شرف الدین اور صلاح الدین ایوبی کی والدۂ محترمہ دمشق

پہنچ گئیں، پھر اسلامی سادگی اور روایت کے ساتھ بنتِ سلطان نورالدین زنگی اور والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ یہ شادی موصل، دمشق اور شام کے امراء کیلئے اس قدر حیران کن تھی جیسے آسمان ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا ہو۔ اس شادی پر نورالدین زنگی کے حقیقی بھتیجے سیف الدین والیٔ موصل سب سے زیادہ تکلیف پہنچی تھی جو بنتِ سلطان سے شادی کر کے سلطنتِ نوریہ پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

شادی کے کچھ دنوں بعد بیوۂ سلطان نے صلاح الدین ایوبی اور اپنی صاحبزادی کو خلوت میں طلب کیا، پہلے بیٹی اور داماد کو سلامتی کی دُعائیں دیں، پھر صلاح الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''اب میں تمہیں اجازت دیتی ہوں کہ تم سلطنتِ نوریہ کے کسی بھی باغی کو سزا دے سکتے ہو اور کوئی تمہیں نہ پوچھ سکے گا''۔

سلطان نورالدین زنگی کی وفات کے بعد صلاح الدین ایوبی کی تمام تر توجہ اپنے حقیقی نصب العین یعنی صلیبیوں کے ساتھ جنگ کر مرکوز تھی۔ اُنہوں نے اپنے اس کام کی ابتداء شام سے کی کیونکہ مفاد پرست سازشی عناصر کی وجہ سے شام کے حالات انتہائی مخدوش ہو چکے تھے۔ اِن حالات میں صلاح الدین ایوبی یہ سوچنے پہ حق بجانب تھے کہ وہ اب شام پر اقتدار حاصل کر لیں۔ حماہ، حمص اور بعلبک بغیر لڑائی کے ہی فتح ہو گئے تھے۔

فرقۂ باطنیہ اور حشاشین

فرقۂ باطنیہ کا پہلا امیر عبداللہ بن سباء یہودی تھا۔ جس کی فتنہ انگیزیوں نے مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑوایا۔ جس کے نتیجہ میں خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ پھر یہ باطنی تحریک سفر کرتے کرتے حسن بن صباح تک پہنچی۔ باطنیوں کے اِس فرقے کا نام ''حشاشین'' تھا اور اِس سے تعلق رکھنے والے افراد آدم خور کہلاتے تھے اور اِن آدم خوروں کا سربراہ سنان تھا۔ ملک صالح کے سازشی امراء نے ابن قرامط (باطنیوں کی ایک جماعت کے سربراہ) کو شام بھیجا جس نے سنان سے ملاقات کے دوران اُسے یہ پیشکش کی ''اگر صلاح الدین کو قتل کر دیا جائے تو زرِ کثیر کے علاوہ کئی شہر بھی حشاشین کے حوالے کر دیئے جائیں گے''۔ پھر سنان نے پچاس آدم خور حشاشین کو طلب کیا جو گوریلا جنگ بھی لڑنے کے ماہر تھے اور ابن قرامطہ کے ساتھ حلب روانہ کرتے ہوئے سنان نے پُر زور الفاظ میں اُسے نصیحت کی جیسے ہی والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کا کام تمام ہو جائے تو امراء کے ساتھ سلطان ملک صالح کا بھی کام تمام کر دیا جائے۔

والیٔ مصر کے قتل کا منصوبہ اور ناکامی

حشاشین کا یہ آدم خور دستہ بڑی رازداری کے ساتھ حلب پہنچا۔ سازشی امراء کے جاسوسوں کی نشاندہی پر حشاشین نے صلاح الدین ایوبی کے فوجیوں کی طرح لباس پہنے اور دوسرے دن صلاح الدین ایوبی کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ جب یہ

باطنی آدم خور صلاح الدین کے لشکر میں شامل ہوکر اپنا ہدف تلاش کرنے لگے تو لشکر میں شامل امیر حاکم بوقبیس نجم الدین نے ان کو پہچان لیا اور چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ والئ مصر کو فوری مطلع کرو کہ ہمارے لشکر میں حشاشین گھس آئے ہیں اور بر وقت اطلاع ملنے پر اُن دو حشاشین کو قتل کر دیا گیا جو صلاح الدین ایوبی پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔

والئ مصر کے قتل کا دوسرا منصوبہ

والئ مصر صلاح الدین ایوبی کی فتوحات تیزی سے جاری تھیں اور امیر قطب الدین کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہ ایڈیسہ کے قلع کی طرف بڑھا۔ کسی زمانے میں ایڈیسہ عیسائیوں کی سب سے مضبوط پناہ گاہ تھی۔ جسے حاصل کرنے کیلئے سلطان نور الدین زنگی نے اپنے بہت سے جانبازوں کی قربانیاں دی تھیں۔ اب یہ قلعہ سلطان ملک صالح کے زیر نگین تھا۔ والئ مصر کو خدشہ تھا کہ کہیں سلطان ملک صالح اور سیف الدین دوبارہ عیسائیوں کو حملے کی دعوت نہ دے دیں۔ قلعہ کے محاصرہ کو ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا معلوم ہوا کہ حشاشین کے آٹھ آدم خور ایڈیسہ پہنچ کر کسی نہ کسی طرح صلاح الدین ایوبی کے لشکر میں شامل ہو گئے ہیں۔ ایک ماہ کی مسلسل سنگ باری سے قلعہ ایڈیسہ کی مضبوط ترین دیواروں میں بڑے بڑے شگاف پڑ گئے تھے اور وہ فتح ہونے کے قریب ہی تھا۔

ایک دن صلاح الدین ایوبی منجنیقیں چلانے والے کے پاس کھڑا، اُنہیں ہدایات دے رہا تھا کہ اچانک ایک آدم خور حشیشہ خنجر نکال کر والئ مصر پر آ جھپٹا اور پوری طاقت سے اُس کے سر پر وار کیا۔ صلاح الدین ایوبی اُس وقت خود پہنے ہوئے تھا، اس لئے اُس کا سر تو محفوظ رہا مگر رخسار پر گہرا زخم آ گیا۔ صلاح الدین ایوبی نے انتہائی تیزی سے حشیشہ کی گردن پکڑ لی اور اُسے زمین پر دے مارا۔ اتنے میں ایک جانثار نے حشیشہ کا کام تمام کر دیا۔ صلاح الدین ایوبی ابھی سنبھلا ہی تھا کہ دوسرا حشیشہ خنجر لے کر والئ مصر پر جھپٹا۔ امیر داؤد نے اُسے روکنے کی کوشش کی مگر حشیشہ نے اُس کی پیشانی پر وار کر دیا۔ اس سے پہلے کہ حشیشہ دوبارہ صلاح الدین پر جھپٹتا۔ ایک سپاہی نے پیچھے سے اُس پر وار کیا اور اُس کا سر کٹ کر زمین پر گر پڑا۔ فوراً تیسرا حشیشہ خنجر لے کر بڑھا مگر اُسے صلاح الدین کے چچازاد بھائی ناصر الدین بن شیر کوہ نے قتل کر دیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے سات حشاشین قتل کر دیئے گئے، مگر ایک فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

صلاح الدین ایوبی زخمی حالت میں اپنے خیمے میں پہنچا اور بے ہوش ہو گیا اور چہرے پر بھی شدید سوجن آنا شروع ہو گئی اور جب کئی گھنٹوں تک اُسے ہوش نہ آیا، فوری طبیبوں کو بلوایا گیا، بہت غور و فکر کے بعد اُنہوں نے کہا کہ اس بڑھتی ہوئی سوجن سے اندازہ ہوتا ہے کہ خنجر زہر آلود تھا۔ پھر صلاح الدین اور امیر داؤد کو بے ہوشی کی حالت میں ہی کئی دافع زہر دوائیں پلائی گئیں اور زخموں پر مرہم لگائے گئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ شام کو امیر داؤد کا انتقال ہو گیا۔

والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کے چہرے کی سوجن بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ بالآخر طبیبوں نے انتہائی غمزدہ لہجے میں اس بات کا اعتراف کر لیا کہ زہر مکمل طور پر خون میں سرایت کر گیا ہے اور والیٔ مصر کے بچنے کی اب کوئی امید باقی نہیں رہی۔ زہر کے اثر سے پورا جسم سوج کر نیلا پڑ گیا تھا۔ تمام اطباء مایوس ہو کر بیٹھ گئے، وہ رات لشکرِ ایوبی کے ایک ایک سپاہی پر بہت گراں تھی اور بظاہر صبح ہونا بھی مشکل نظر آ رہی تھی۔

امام شرف الدین کا روحانی سفر اور اپنی جان کی قربانی

نصف شب کے قریب صلاح الدین ایوبی اسی بے ہوشی کی حالت میں امام شرف الدین بن ابی عصرون کو اپنے خیمے میں داخل ہوتے دیکھے جو تیزی سے صلاح الدین ایوبی کے قریب آئے اور والیٔ مصر کو بغور دیکھتے رہے۔ پھر آسمان کی طرف نظر کرتے ہوئے فرمایا،

> ''اے قادرِ مطلق! تو اپنی رحمت کے ہر زاویہ پر قادر ہے، میں تیری بخشی ہوئی زندگی گزار چکا ہوں، مگر میں یہ راز نہیں جانتا کہ تیرے ہاں میری کتنی سانسوں کا شمار باقی رہ گیا ہے؟ اگر میرے نصیب میں کچھ سانسیں باقی ہیں تو وہ اس مردِ مجاہد کو بخش دے، جو اس وقت موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ اے مسیحائے حقیقی! اس کے جسم میں سرایت کر جانے والے زہر کے تمام اثرات کو زائل فرما دے اور اُسے اُس مقصدِ عظیم کی تکمیل تک زندہ رکھ جس کیلئے یہ مجاہد جان توڑ کوششیں کر رہا ہے۔''

یہ دُعا کرنے کے بعد امام شرف الدین جھکے اور اُنہوں نے اپنے ہونٹ صلاح الدین ایوبی کے زخم پر رکھ دیئے جو حشیشہ کے خنجر کے وار سے اُس کے رخسار پر اُبھرا تھا۔ امام شرف الدین کچھ دیر تک اسی حالت میں رہے، پھر وہ سیدھے ہوئے اور اُنہوں نے اپنا دستِ مبارک والیٔ مصر کے سر پر رکھتے ہوئے دُعائیہ لہجے میں فرمایا، ''اے مردِ مجاہد! تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو''۔ اس کے بعد حضرت امام شرف الدین خیمے سے نکل کر چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کے خیمے میں موجود تمام امیروں اور سالاروں نے یہ ناقابلِ یقین منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کئی دن سے بے ہوش صلاح الدین ایوبی اچانک اُٹھ کر بیٹھ گئے اور چہرے کی تمام سوجن غائب ہے اور زخم کا نشان بھی موجود نہیں ہے۔

''ابھی ابھی شیخ شرف الدین تشریف لائے تھے، وہ کہاں ہیں؟'' والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کا سوال سن کر تمام امراء کو شدید حیرت ہوئی، پھر صلاح الدین ایوبی کے چھوٹے بھائی ملک عادل نے حیرت زدہ لہجے میں عرض کیا، ''شیخ محترم یہاں کہاں؟ وہ تو مصر میں ہیں''۔ صلاح الدین ایوبی اس بات پر اصرار کرتا رہا کہ امام شرف الدین نہ صرف خیمے میں تشریف لائے تھے بلکہ حضرت شیخ نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت سی دُعائیں بھی دی تھیں۔ آخر ایک امیر جو حضرت امام صاحب

کے عظیم روحانی مقام سے واقف تھا، اُس نے صلاح الدین ایوبی سے عرض کیا کہ والیٔ مصر! وہ امام صاحب کا روحانی سفر تھا جو اُنہوں نے مصر سے ایڈیسہ تک کیا تھا اور اُنہی کی دُعاؤں کے اثر سے یہ مہلک زخم چند لمحوں میں ٹھیک ہو گیا۔ ورنہ بڑے بڑے طبیب تو اس زہر کا تریاق تلاش کرنے میں ناکام ہو گئے تھے۔ یہ سنتے ہی صلاح الدین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور خیمے میں موجود تمام سالاروں اور امیروں کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ ہوش میں آتے ہی صلاح الدین ایوبی نے سب سے پہلے نمازِ شکر ادا کی، پھر صبح ہوتے ہی اپنے بھائی کو ایک خط دے کر شیخ امام شرف الدین کی خدمت میں مصر روانہ کیا اور نہایت عقیدت مندانہ لہجے میں تحریر کیا کہ ''شیخ محترم! اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں ایک لمحے کیلئے بھی آپ کی دُعاؤں سے دور نہیں ہوں، آپ کا وجودِ مسعود عالمِ اسلام کیلئے ایک عظیم رحمت و نعمت سے کم نہیں۔''

صلاح الدین ایوبی کو مصر سے نکلے ہوئے ایک سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اِس دوران اُس کی والدۂ محترمہ کا بھی انتقال ہو چکا تھا جس وقت وہ محاذِ جنگ پر اُلجھا ہوا تھا۔ اسی دوران صلاح الدین ایوبی کو اپنے پہلے بیٹے کی پیدائش کی خبر بھی ملی تھی۔ دمشق، شام اور ایڈیسہ پر قبضہ کرنے کے بعد صلاح الدین ایوبی نے مصر جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

امام شرف الدین کا وصالِ مبارک

ایڈیسہ سے رخصت ہوتے وقت والیٔ مصر نے نیت کی تھی کہ وہ مصر پہنچ کر سب سے پہلے امام شرف الدین کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اُس کے بعد والدۂ محترمہ کی قبر پر حاضری دیں گے، لیکن مصر کی حدود میں پہنچتے ہی صلاح الدین ایوبی کو ایک انتہائی افسوس ناک خبر ملی، کہ شیخ امام شرف الدین پندرہ روز قبل انتقال فرما گئے ہیں۔ والیٔ مصر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صلاح الدین ایوبی کو اپنی والدہ کی وفات سے زیادہ حضرت شیخ کے وصال کا غم تھا کیونکہ والدۂ محترمہ کا وصال اُس کے ذاتی نقصان میں شمار ہوتا تھا مگر حضرت شیخ کا دُنیا سے رخصت ہو جانا پوری ملتِ اسلامیہ کیلئے ایک عظیم نقصان تھا کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان بزرگوں کی دُعاؤں سے اہلِ اسلام کے سروں سے بہت سی بلائیں ٹال دیا کرتا ہے۔

بارگاہِ امام شرف الدین میں حاضری کا شرف

والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی حضرت شیخ کی درگاہ میں پہنچے، اُن کے خدمت گاروں سے اُن کی بیماری کے بارے میں پوچھا تو والیٔ مصر کو بتایا گیا کہ امام بالکل صحت مند تھے، ایک ماہ پہلے کی بات ہے کہ ایک رات امام سو کر اُٹھے تو بخار میں مبتلا تھے، مصر کے طبیبوں کو دکھایا گیا، مختلف دوائیں بھی دی گئیں لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ پھر وصال سے ایک دن پہلے اپنے خدمت گاروں کو مخاطب کر کے بار بار ایک ہی مخصوص جملہ فرماتے تھے، کہ تمہاری ان دواؤں سے مجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ میرا وقتِ سفر آ پہنچا ہے کیونکہ اب ''مصر کی زمین پر امام رہے گا یا مجاهد''۔ خدمت گار جب ان الفاظ کا مفہوم دریافت

کرتے تو جواب میں یہی فرماتے کہ

''یہاں امام تو بہت ہیں مگر مجاہد کوئی نہیں، اگر میں مر گیا تو دوسرے امام پیدا ہو جائیں گے لیکن تمہیں ایسا کوئی دوسرا مجاہد نہیں ملے گا۔''

امام صاحب کے انتقال کی تفصیلات سن کر والیٔ مصر کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں میں شدت آگئی۔ صلاح الدین ایوبی اصل راز کسی کو نہ بتانا چاہتا تھا بس دل ہی دل میں امام کی محبتوں کو یاد کرکے روتا رہا۔ پھر قصرِ خلافت میں داخل ہونے سے پہلے اپنے پورے لشکر کے ساتھ اُس قبرستان میں پہنچا جہاں امام شرف الدین بن ابی عصرون رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ تھی۔ سپاہیوں کا ہجوم دیکھ کر اہلِ شہر کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے فاتح مصر کسی بادشاہ کے دربار میں سلامی کیلئے حاضر ہو رہا ہو۔ والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی بہت دیر تک امام شرف الدین بن ابی عصرون رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہِ اقدس میں کھڑا فاتحہ خوانی کرتا رہا اور اس دوران ایک لمحہ کیلئے بھی اُس کی آنسو نہ تھمتے تھے۔ پھر اسی سوگوار حالت میں صلاح الدین ایوبی اپنی والدہ کی قبر پر حاضر ہوا، اشک بار آنکھوں سے اپنی مادرِ مہربان کی مغفرت کیلئے دُعائیں کیں اور سب سے آخر قصرِ خلافت پہنچا، جہاں والیٔ مصر کی زوجہ محترمہ اپنے ایک سالہ بیٹے کے ساتھ استقبال کیلئے منتظر تھی۔

لقب سلطان

ایک دن والیٔ مصر نے اپنے تمام امیروں، سالاروں اور دوسرے منصب داروں کا ایک غیر معمولی اجلاس طلب کیا اور اپنی نشست پر کھڑے ہو کر ایک نہایت پُر اثر خطاب کیا، ''تمام تعریفیں اور بڑائیاں اُس ذاتِ پاک کیلئے ہے جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے، میرے اور تمہارے درمیان بس ایک ہی فرق ہے کہ تم اسلام کے سپاہی ہو اور میں تمہارا سالار ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ درجات بھی اس لئے قائم کئے ہیں کہ دُنیا کا نظام جاری وساری رہے، ہم سب ایک ہی منزل کے مسافر ہیں اور منزل اِس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ ہم اپنے آقا سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نظام کو اِس زمین پر صحیح انداز میں نافذ کر سکیں...... اے اہلِ ایمان! اے سلطنتِ مصر کے معزز اراکین میری بات بہت غور سے سنو...... کہ میں سلطانِ عادل نور الدین زنگی کا پروردہ ہوں، اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے ذریعے اہلِ ایمان کی مدد نہ کرتا تو آج ہم اپنی بے راہ روی کے سبب عیسائیوں کے غلام ہوتے اور یہ سلطان مرحوم ومغفور ہی کی جانبازیوں کا صدقہ ہے کہ آج دمشق، شام، موصل، حلب اور دیگر چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستیں صلیبیوں کے خونی پنجوں سے آزاد ہو کر آبرومندانہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔ تمہارے سامنے یہ باتیں کرنے کا ایک ہی مقصد ہے کہ سلطانِ عادل نے اپنی وفات سے پہلے مجھ سے ایک عہد (حلف) لیا تھا، اُس حلف کے وقت کمرے میں سلطانِ عادل اور میرے علاوہ کوئی تیسرا فرد نہ تھا۔ اُس حلف کا اگر کوئی گواہ ہے تو وہ صرف ذاتِ وحدہٗ لا

شریک ہے، اِس حلف کی تفصیلات تو قبل از وقت آپ کو نہیں بتائی جا سکتیں، اور اگر میری زندگی میں وہ مبارک ساعت آگئی تو وہ حلف جو میں نے سلطانِ عادل کے سامنے اُٹھایا تھا، اُسے تمام مسلمانوں پر ظاہر کر دیا جائے گا، فی الوقت میں تمہیں ایک اور اہم ترین راز سے باخبر کرنا چاہتا ہوں...... حقیقت یہ ہے کہ سلطانِ عادل مجھے اپنی حقیقی اولاد سے بھی زیادہ چاہتے تھے، اُنہی کی خواہش کے مطابق اُن کی صاحبزادی سے میری شادی ہوئی...... اُن کے نوعمر صاحبزادے سلطان ملک صالح کا حد درجہ میں نے ادب واحترام کیا...... لیکن مجھے وہ ذلیل ورسوا کرتے رہے، یہاں تک کہ میرے قتل کیلئے اُنہوں نے عیسائیوں اور آدم خور حشیشان کو بھاری رقمیں ادا کیں ...... مگر میں صرف سلطانِ عادل کے احترام میں خاموش رہا...... اب جب کہ سلطان ملک صالح دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں تو میں سلطانِ عادل کی عظیم میراث اُن کے اوباش بھتیجوں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ سکتا، اہلِ دربار کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب سلطان نور الدین زنگی کا حقیقی جانشین میں ہی ہوں...... اس لئے آج سے سلطان کا لقب اختیار کرتا ہوں...... یہ لقب غرور وفخر کی نشانی ہرگز نہیں ہے...... میں صرف اپنے آقا سلطانِ عادل کی تقلید میں یہ روش اختیار کرتا ہوں تا کہ تمام اسلامی ریاستوں کو آپس کے اختلافات وانتشار سے بچا کر ایک پرچم کے نیچے جمع کیا جا سکے۔''

والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کے اِس اہم خطاب کے اختتام پر تمام امراء، سالار اور دیگر معززین دربار اپنی اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے اور والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کو سلطان کا لقب اختیار کرنے پر پُر جوش مبارکباد پیش کی۔ اُس کے ساتھ ہی اُس کارِ عظیم کو تکمیل کے آخری مرحلہ تک پہنچانے کے سلسلہ میں اپنی خدمات بھی پیش کیں۔

اِس انتہائی سادہ اور پُر وقار تقریب کے اختتام پر تمام سرکاری مہریں تبدیل کر دی گئیں اور نئی مہروں پر صلاح الدین ایوبی کے ساتھ سلطان کا لفظ کندہ کر دیا گیا۔

سلطان شام و مصر کی حلب آمد

12 جون 1184ء کا یادگار دن تھا جب سلطان صلاح الدین ایوبی ایک فاتح حکمران کی حیثیت سے حلب میں داخل ہوا، قلعۂ حلب کے دروازے کھل گئے اور فوج نے پورے جوش وخروش کے ساتھ سلطان صلاح الدین ایوبی کو سلامی پیش کی۔ حلب کا اقتدار سنبھالنے اور عمائدین شہر سے خطاب کرنے کے بعد دوسرے دن سلطانِ معظم اپنے استادِ گرامی قاضی ابن عرسون سے ملاقات کرنے اُن کی درسگاہ پہنچے۔ یہ سن کر سلطان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں کہ اُن کے استادِ گرامی کا انتقال ہو چکا ہے۔ بہت دیر تک سلطان اپنے اُستادِ محترم کی صحبتوں کو یاد کر کے روتے رہے۔ پھر جب اُن کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اُنہوں نے درگاہ کے منتظم سے پوچھا، اُستادِ گرامی کی وفات کے بعد مدرسے کی نگرانی کون کرتا ہے؟ منتظم نے بتایا کہ قاضی صاحب کی شاگردِ خاص محترمہ شاریہ درس چلا رہی ہیں۔ سلطان اُن کی ملاقات کیلئے روانہ ہوئے، شاریہ نے دورانِ ملاقات سلطانِ معظم

کو بتایا، ''تم اُستادِ محترم سے دور رہ کر بھی اُنہی کی خدمت سرانجام دے رہے تھے، اُستادِ گرامی نے آخری سانس تک تمہیں اپنی دُعاؤں میں یاد رکھا، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ وہ یوسف ہے وقت کا زنداں، اُسے کب تک قید میں رکھے گا کیونکہ حق تبارک و تعالٰی نے بادشاہت اُس کا مقدر کر دی ہے۔''

سلطان معظم اپنے اُستادِ گرامی کے مزار مبارک پر

سلطانِ معظم درس گاہ سے نکلنے کے بعد اپنی پوری فوج کے ساتھ اُس قبرستان میں حاضر ہوئے جہاں پر ایک یگانۂ روزگار عالم ابدی نیند آرام فرما رہے تھے، جنہوں نے منصبِ قضاء پر فائز ہونے کے بعد کبھی کسی حاکم کا دباؤ قبول نہیں کیا۔ سلطان بہت دیر تک حضرت قاضی ابن عرسون کے قدموں میں کھڑے دُعا کرتے رہے۔

حلب پر قبضہ ہو جانے کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی دنیائے اسلام کے سب سے طاقتور حکمران بن گئے تھے۔ دریائے دجلہ سے دریائے نیل تک اور افریقہ کے ساحل سے طرابلس کے بڑے بڑے شہر، مختلف بستیوں کے لوگ اُنہیں کے زیرِ نگیں آ گئے تھے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے لے کر الجزیرہ تک ان کی سلامتی اور کامیابی کیلئے دُعائیں مانگی جاتی تھیں۔

الجہاد، الجہاد، الجہاد

سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائی حکمرانوں کے ساتھ کئے جانے والے چار سالہ معاہدہ امن کے متعلق موصل، الجزیرہ، اربیل اور حران کے حاکموں کو بتا دیا تھا کہ یہ صلح اور امن کی پیشکش محض ایک فریب ہے اور پھر وہی ہوا، ابھی معاہدہ کو ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ دنیا کے متعصب ترین عیسائی اور کرک کے حاکم رینالڈ نے پہلی معاہدہ شکنی کی کہ مسلمانوں کے قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اس کے نتیجے میں سلطان نے اپنا دربار آراستہ کیا اور اپنے امراء کے سامنے مختصر تقریر کی اور پھر کھڑے ہو کر شمشیر بے نیام کرتے ہوئے پُر جوش نعرہ بلند کیا، **الجہاد، الجہاد، الجہاد**، اپنے سلطان کی تقلید میں تمام امراء اور فوجی سالار بھی کھڑے ہو گئے اور سب سے اُسی طرح اپنی شمشیریں بے نیام کیں اور جوابی نعرہ بلند کیا، **الجہاد، الجہاد، الجہاد**، پورا دربار اہلِ ایمان کی آوازوں سے گونجنے لگا، سلطان کے قاصد تمام مسلم ریاستوں کی طرف دوڑ رہے ہیں، اور اُن کی زبانوں پر بھی صرف الجہاد کے الفاظ تھے۔ وہ جس مسلمان بستی سے بھی گزرتے اسی نعرے کا شور سنائی دیتا یہاں تک کہ عام مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ جہاد اس طرح بیدار ہو گیا کہ جیسے بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے۔

صلیبیوں کے خلاف عام جہاد کا اعلان

مختلف مسلم ریاستوں کی طرف سے فوجیں دمشق میں جمع ہونا شروع ہو گئیں۔ سلطان کے پاس بارہ ہزار شہسوار تھے، اس کے علاوہ بے شمار رضا کار فی سبیل اللہ فوج میں شامل ہو گئے تھے۔ پھر سلطانِ معظم نے دمشق کے ایک بڑے میدان میں

اپنے سپاہیوں کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کی۔ اُس کے بعد اجتماعی دُعا کی گئی۔ پھر سلطان گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کا یہ معمول تھا کہ وہ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوتا۔ یہ 26 جون 1187ء کا دن تھا جب سلطان نے صلیبیوں کے خلاف عام جہاد کا اعلان کر دیا تھا۔

اسلامی لشکر نے پہلا پڑاؤ ''اخودانا'' کے مقام پر ڈالا، سلطان کو اطلاع ملی کہ صلیبیوں کی ایک بہت بڑی فوج ''صفوریہ'' میں جمع ہے اور صلیب کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں کہ یہ جنگ اُس وقت ختم ہو گی جب مسلمانوں کی عسکری قوت کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جائے گا۔ سلطان نے 1 جولائی 1187ء دریائے اُردن کو عبور کیا اور اپنی فوج ''طبریہ'' سے چھ میل مغرب کی سمت پہاڑیوں پر لے گئے، پھر اُس کو تباہ و برباد کرنے کا حکم ہوا اور مسلم افواج طبریہ کو تاراج کرتی ہوئی قلعہ پر قابض ہو گئی۔ عیسائی فوج نے صفوریہ سے اپنے تمام خیمے اُٹھا لئے۔

صلیبی فوج کا ہراول دستہ ریمنڈ کی کمان میں تھے۔ اس کے بہت سے سپاہی مسلمان تیر اندازوں کے حملوں میں ہلاک ہو چکے تھے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی جنگی مہارت اور ذہانت اور فراست کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ سلطان نے شدید گرمی کے موسم میں جنگ کا آغاز کیا تھا کیونکہ صلیبی فوج صرف یورپ کے سرد موسم میں ہی اپنی عسکری جوہر دکھا سکتی تھی۔ ریمنڈ کا دستہ فوجی دستہ کافی آگے نکل چکا تھا اور اُس کا زور صرف ایک بات پر تھا کہ صلیبی فوج کسی نہ کسی طرح پانی کے کنوؤں تک پہنچ جائے تاکہ عیسائی سپاہی اپنی پیاس بجھالیں اور تازہ دم ہو کر اسلامی لشکر کا مقابلہ کر سکیں لیکن ریمنڈ کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔

تھکے ماندے اور شدتِ پیاس سے نڈھال صلیبیوں میں اب ان مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی، جو پہاڑوں پر صلیبی فوج کا راستہ روکے کھڑے تھے۔ پھر جب ریمنڈ کو معلوم ہوا کہ اُس کی فوج کا عقبی دستہ بھی کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے تو وہ بے اختیار چیخ اُٹھا ''افسوس ہم جنگ ہار گئے، اب ہمارا شمار مُردوں میں ہے''۔ صلیبیوں کیلئے وہ ایک ناقابل فراموش رات تھی۔ سپاہی اور گھوڑے تڑپ رہے تھے جب کہ دوسری طرف مسلمانوں کے خیموں میں اللہ اکبر کے نعرے بلند ہو رہے تھے، اس موقع پر سلطانِ معظم نے ایک اور زبردست چال چلی، کہ اُس کے حکم پر مسلمان سپاہیوں نے قریب کی تمام جھاڑیوں میں آگ لگا دی، یہ ایک نئی مصیبت تھی، آگ اور دھوئیں نے صلیبیوں کی پریشانی میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔

معرکۂ حطین

صلیبیوں نے بڑی مشکل سے وہ رات گزاری۔ 4 جولائی 1187ء کا سورج طلوع ہوا۔ پیاس کی شدت سے صلیبیوں کے منہ کھلے ہوئے تھے۔ تمام کنوؤں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا کیونکہ سلطان نے رات ہی کنوؤں پر اپنے سپاہی تعینات

کر دیئے تھے۔ بالآخر ''لوبیہ'' کے مقام پر دونوں فوجوں میں مقابلہ شروع ہوا۔ مسلمان تیر اندازوں نے اُن پر تیروں کی ایسی بارش کی کہ سینکڑوں صلیبی سپاہی زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ پھر دست بدست جنگ شروع ہوئی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی ہر جگہ خود نظر آتا تھا اور ضرورت کے مطابق اپنے سپاہیوں کی ہمت بڑھاتا اور اُنہیں جوش دلاتا تھا۔ فرینکس کا فوجی دستہ پاگلوں کی طرح پانی پینے کیلئے جھیل کی طرف دوڑا مگر وہاں متعین مسلمان سپاہیوں نے اُن سب کا کام تمام کر دیا۔ شدتِ پیاس سے نڈھال اور گرمی سے تنگ آئے ہوئے عیسائی سپاہی گھوڑوں سے اُتر پڑے اور دھوپ کی تپش سے جھلسی ہوئی گھاس پر لیٹ گئے۔ دُشمن کی یہ درماندہ حالت دیکھ کر مسلمان صلیبیوں پر ٹوٹ پڑے اور عیسائی سپاہی خاموشی سے قتل ہوتے رہے۔

تاریخ میں یہ جنگ ''معرکۂ حطین'' کے نام سے مشہور ہے۔ صلیبی فوج کا یہ انجام دیکھ کر ریمنڈ میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا اور اُس نے ''صور'' کے علاقے میں جا کر دم لیا۔ یروشلم کا نگرانِ اعلیٰ گائی آف لوسگنان، والئی کرک رینالڈ، ماسٹر آف ٹیمپلر زہمیزی اور بہت سے امراء گرفتار کر لئے گئے۔ بڑا عجیب منظر تھا جب تن تنہا ایک مسلمان سپاہی تیس تیس عیسائی سپاہیوں کو ایک ہی رسی میں باندھے کھینچے لئے جا رہا تھا۔ میدان میں لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ ٹوٹی ہوئی صلیبیں، کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں اور سروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ معرکۂ حطین میں عظیم الشان فتح کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے میدانِ جنگ میں قیام کیا، دور تک امراء اور فوجی سالاروں کے خیمے بھی نصب کر دیئے گئے۔ تمام عیسائی قیدیوں کا فیصلہ اسلامی لشکر کے سالار کر رہے تھے مگر گرفتار ہونے والے اعلیٰ صلیبی امراء کی تقدیروں کے فیصلے کا انحصار سلطان صلاح الدین ایوبی کی مرضی پر تھا۔

معرکۂ حطین کے جنگی قیدیوں سے سلطان معظیم کا سلوک

سلطان صلاح الدین ایوبی نے حکم دیا کہ صلیبی امراء کو اس خیمے میں حاضر کریں۔ تھوڑی ہی دیر میں پابہ زنجیر صلیبی امراء ندامت سے سروں کو جھکائے سلطان کے خیمے میں حاضر ہوئے۔ سلطان اُن سے مخاطب ہوا اور کہا کہ تم لوگ اپنا اپنا تعارف خود کراؤ اور ایک گوشے میں کھڑے ہوتے جاؤ۔ تمام قیدی ایک ایک کر کے اپنا تعارف کراتے ہوئے سلطان صلاح الدین ایوبی کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ (یہ کیسا عجیب وغریب منظر ہوگا؟) پھر جب ایک قیدی نے اپنا تعارف کراتے ہوئے یہ بتایا کہ وہ شاہِ یروشلم گائی آف لوسگنان ہے تو سلطان نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کے پیروں کی زنجیریں کھولیں اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے شاہِ یروشلم کو اپنے برابر بٹھا لیا۔ ان اعلیٰ صلیبی قیدیوں میں کرک کا حاکم رینالڈ بھی شامل تھا اور اُسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ اس لئے اس جھوٹے اور مکار شخص نے اپنی جان بچانے کی خاطر جھوٹ بولا اور غلط نام بتا کر آگے بڑھ گیا۔ پھر جب تمام صلیبی

امراء قیدی ایک ایک کر کے صلاح الدین ایوبی کی نظروں کے سامنے سے گزر گئے تو سلطان نے اپنے چھوٹے بھائی ملک عادل سے پوچھا کہ کیا ان قیدیوں میں کرک کا حاکم رینالڈ نہیں ہے؟ سلطانِ محترم میں رینالڈ سے شکلاً واقف نہیں ہوں۔ ملک عادل کا یہ جواب سن کر رینالڈ نے سکون کی سانس لی کہ وہ صلاح الدین ایوبی کو فریب دینے میں کامیاب ہو گیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی بہت زیادہ مضطرب نظر آنے لگا اور کہا کہ میری اطلاع کے مطابق رینالڈ میدان جنگ سے فرار ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکا، تو پھر وہ کہاں گیا؟ کیا وہ عام قیدیوں کے ساتھ کسی دوسرے خیمے میں تو موجود نہیں؟ جاؤ اُسے تلاش کرو اور اگر وہ نہ مل سکے تو کرک کے کچھ سپاہیوں کو میرے خیمے میں لے کر آؤ۔ سلطان شدید اضطراب کے عالم میں ٹہلنے لگا اور ایک ایک قیدی کے قریب جا کر گہری نظروں سے اُس کے چہرے کا جائزہ لینے لگا۔ یہ تمام قیدی اپنے اپنے علاقوں کے حکمران یا معزز سردار تھے۔ ان جنگی قیدیوں میں سے صرف دو قیدی والیٔ کرک کو چہرے سے پہچانتے تھے، ایک یروشلم کا حکمران اور دوسرا ماسٹر آف ٹیمپلر ہیری، لیکن ان دونوں نے بھی مصلحت اور خاموشی سے کام لیا۔

آخر کچھ دیر بعد ملک عادل دو عیسائی سپاہیوں کو لے کر سلطان صلاح الدین ایوبی کے خیمے میں داخل ہوا اور عرض کرنے لگا، سلطانِ معظم کرک کے بہت سے سپاہی مارے گئے، باقی میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے، بس یہ دو گرفتار زندہ بچے ہیں، ان کرک کے سپاہیوں کو سلطان کے خیمے میں موجود پا کر رینالڈ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ اُس نے اپنے ٹوٹتے ہوئے اعصاب پر قابو پانے کی بہت کوشش کی مگر سلطان صلاح الدین ایوبی کی عقابی نظروں سے اپنی بگڑتی کیفیت کو پوشیدہ نہ رکھ سکا۔ تاہم سلطان نے اِتمام حجت کیلئے کرک کے دونوں سپاہیوں سے پوچھا، مجھے بتاؤ کہ یہاں کھڑے ہوئے لوگوں میں سے تمہارا حکمران کون ہے؟ اور سوال کرتے وقت سلطان کی پشت رینالڈ کی طرف تھی۔ سپاہیوں نے گھبرا کر اپنے حکمران کی طرف دیکھا، رینالڈ نے اپنی آنکھ کے اشارے سے دونوں سپاہیوں رہنے کو خاموش رہنے کیلئے کہا۔ دونوں سپاہیوں نے یک زبان ہو کر کہا، کہ سلطان ان لوگوں میں سے کوئی بھی ہمارا بادشاہ نہیں ہے۔ جب ہمیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم یہ جنگ ہار جائیں گے تو ہم نے اپنے آقا سے کہہ دیا تھا کہ آپ میدان سے نکل جائیں اب تو وہ کرک کے قلعہ میں پہنچ چکے ہوں گے۔ رینالڈ کے سپاہیوں نے بڑی صفائی کے ساتھ ایک من گھڑت کہانی سنا ڈالی۔

کرک سپاہیوں کا جواب سن کر سلطان مسکرایا، بے شک! تم نے جھوٹ بولنے میں بڑی مہارت دکھائی، جو تمہاری قوم کی خاص عادت ہے، مگر پھر بھی تم سے اس دوران دو بڑی غلطیاں سرزد ہوئیں، ایک تو یہ کہ میرا سوال سنتے ہی تم نے گھبرا کر اپنے آقا رینالڈ کی طرف دیکھا، جو میرے پیچھے کھڑا تھا۔ تمہاری دوسری غلطی یہ ہے کہ تم نے خیمے میں موجود تمام جنگی قیدیوں کا جائزہ ہی نہیں لیا تھا، صرف ایک شخص کے چہرے پر اپنی نظریں مرکوز کئے رہے، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے تو

ریناالڈ کو اُسی وقت پہچان لیا تھا جب تمہاری طلبی سے پہلے اُس کے چہرے پر وحشت و بدحواسی نمایاں ہوگئی تھی۔ اگرچہ میں تمہارے جھوٹ بولنے کے باوجود ریمنڈ پر فردِ جرم عائد کر سکتا ہوں، لیکن ہم اہلِ ایمان کا یہ طریقہ ہے کہ ٹھوس شواہد، دلائل اور گواہیوں کے بعد کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ جلد بازی میں ہمارے ہاتھوں کسی بے گناہ کو نقصان پہنچ جائے۔ یہ کہہ کر سلطان صلاح الدین ایوبی چند لمحوں کیلئے مڑا اور والیٔ کرک کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا، جس کا چہرہ موت کے خوف سے زرد ہو گیا تھا۔ سلطان دوبارہ پلٹا اور کرک کے سپاہیوں سے مخاطب ہوا کہ میں تمہیں سچ بولنے کا آخری موقع فراہم کرتا ہوں اگر تم دونوں اس بات کی تصدیق کردو کہ یہی تمہارا آقا ہے تو میں تمہاری زنجیریں کھول کر تمہیں آزاد کرتا ہوں۔

جیسے ہی سلطان صلاح الدین ایوبی کی بات ختم ہوئی، دونوں سپاہی شدتِ جذبات سے بے قابو ہو کر چیخنے لگے، ''خداوند خدا کی قسم! یہی ہمارے آقا ریناالڈ ہیں''۔ کرک سپاہیوں کی گواہی مکمل ہوتے ہی سلطان نے ان دونوں کو رہا کرنے کے ساتھ گھوڑے بھی فراہم کر دیئے تاکہ یہ دونوں آسانی کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس جاسکیں۔

گستاخ رسول ﷺ والیٔ کرک ''ریناالڈ'' کا عبرتناک انجام

سلطان صلاح الدین ایوبی تیزی سے والیٔ کرک کی طرف پلٹا اور اُس کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی غضب ناک لہجے میں کہا ''تجھ پر اللہ تبارک وتعالی اور اُس کے تمام فرشتوں کی ہزار بار لعنت ہو''۔ پورے خیمے میں سکوتِ مرگ طاری تھا۔ پھر سلطان دوسرے جنگی قیدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا، یہ اس وقت میری نظر میں دنیا کا سب سے زیادہ ناپاک اور لعنت زدہ انسان ہے۔ جس نے پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں نہ صرف گستاخی کی تھی بلکہ دو بار حجازِ مقدس کو تباہ و برباد کرنے کی قسم کھائی تھی اور ایک قافلہ کے لٹے ہوئے مسلمانوں نے جب رحم کی درخواست کی تھی تو اس مردود نہ کہا تھا، کہ اب تمہیں تمہارا پیغمبر ہی آکر بچائے گا۔ یہ واقعہ سن کر میں نے بھی قسم کھائی تھی کہ اگر حق تعالی نے مجھے اس ملعون کے جسم پر تصرف بخشا تو میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔

سو، خالق کائنات نے مجھے میری قسم پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس شیطان کے ارادے کو خاک میں ملا دیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے والیٔ کرک ریناالڈ سلطان صلاح الدین ایوبی کے قدموں میں گر پڑا اور اپنے گناہ کی معافی مانگنے لگا۔ سلطان نے انتہائی نفرت آمیز لہجے میں کہا، ''اگر میں تجھے معاف کر دوں تو میری قسم کا کیا ہوگا؟ کیونکہ تیرا گناہ وہ گناہ ہے جس کی معافی نہیں، اور میری قسم وہ قسم ہے جس کا کوئی کفارہ ہی نہیں''، یہ کہہ کر سلطان نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ریناالڈ کی زنجیریں کھول دی جائیں، مرنے سے پہلے ریناالڈ نے ہر طرح زندگی کی بھیک مانگی، مگر سلطان نے اپنی قسم پوری کی اور تلوار اُٹھانے سے پہلے اُس شاتم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''میری ذاتی خواہش تو یہ تھی کہ تیرے جسم کے ایک ایک حصے کو الگ کروں اور تجھے
تڑپا تڑپا کر کئی مہینوں میں تجھے تیرے انجام تک پہنچاؤں......مگر میرے آقا ﷺ
جو رحمۃ للعالمین ہیں، اُن کی ایک حدیث مبارک ہے کہ کسی پاگل کتے کے جسم کے
بھی ٹکڑے نہ کرو، اُسے ایک ہی وار میں قتل کرو۔ بس یہ بھی میرے آقا ﷺ کا ہی
صدقہ ہے کہ تو اذیت ناک موت سے بچ گیا''۔

پھر دیکھنے والوں نے دیکھا، کہ سلطان کی شمشیر فضاء میں بلند ہوئی اور دوسرے ہی لمحے ریناالڈ کی کٹی ہوئی گردن زمین پر پڑی ہوئی تھی اور جسم تڑپ رہا تھا، پھر جب لاش ٹھنڈی ہوئی تو سلطان صلاح الدین ایوبی نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس شیطان کو اُٹھا کر کھلے میدان میں پھینک دو۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے ریناالڈ کا قصہ پاک کرنے کے بعد گائی آف لسگنان کی طرف دیکھا جو شدتِ خوف سے لرز رہا تھا۔ سلطان نے آگے بڑھ کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، ''بادشاہوں کو قتل کرنا بادشاہوں کا شیوہ نہیں ہوتا، ریناالڈ تو حد سے گزر گیا تھا، اس لئے اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچا، ابھی کچھ لوگ اور بھی ہیں کہ جن کے ساتھ بھی میں ایسا ہی سلوک کروں گا''۔ پھر سلطان نے ایسے دوسو امراء اور بادشاہوں کو قتل کرایا جو مذہبی جنون میں مبتلا تھے۔

شاہ یروشلم اور خاص خاص عیسائی امراء کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتے ہوئے اُنہیں جنگی قیدیوں کی حیثیت میں دمشق بھجوادیا اور قید خانے کے محافظوں کو خاص ہدایت کی گائی آف لسگنان کا پورا احترام کیا جائے۔

فتح بیت المقدس بدست حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی

سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنی جنگی حکمتِ عملی کے سبب عیسائیوں کو اتنی مہلت نہ دی کہ وہ منتشر فوج کو دوبارہ جمع کر سکے۔ 8 جولائی 1187ء کو معرکۂ حطین کے صرف چار دن بعد ہی سلطان ''عکہ'' کی فصیل کے سامنے تھا۔ جمعۃ المبارک کو سلطان نے اس مسجد میں نماز ادا کی جسے 90 سال پہلے عیسائیوں نے گرجا میں تبدیل کر دیا تھا۔ سلطان نے اپنے چھوٹے بھائی ملک تقی الدین عمر کو حکم بھیجا کہ وہ فوری طور پر اپنی فوج لے کر اس علاقہ میں پہنچے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان کے چند فوجی دستوں نے آگے بڑھ کر نظارت، صفوریہ اور الفولا پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے فوجی دستے ساحلِ سمندر پر حیفا اور قیساریہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی طرح ملک تقی الدین عمر نے قاہرہ سے آتے وقت میرابیل اور جافا کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ سلطان صلاح الدین خود ''تورون'' کا محاصرہ کیا اور صرف 6 دن بعد 26 جولائی کو اُسے بھی فتح کر لیا۔ ہر جگہ سلطان نے عیسائی فوج اور شہر کی باعزت شرائط منظور کر لیں اور انہیں امان بخشی۔ عیسائی عوام کو بھی اس بات کا تجربہ ہو گیا تھا کہ یہ مسلمان

مردِ مجاہد ہر طرح قابلِ اعتماد ہے۔ اب تک پورا فلسطین مسلمانوں کے زیرِ اقتدار آ چکا تھا، صرف ساحل کے شہر صور، عسقلان اور یروشلم باقی تھے۔

بالآخر سلطان صلاح الدین ایوبی نے 23 اگست 1187ء آگے بڑھ کر عسقلان کا بھی محاصرہ کر لیا۔ سلطان اپنی فطرت کے مطابق خونریزی اور جنگ و جدال سے حتی الامکان گریز کرتا تھا۔ عسقلان کے مسئلے کو حل کرنے کیلئے سلطان نے تدبر اور سیاست سے کام لیتے ہوئے دمشق کے قید خانے سے شاہِ یروشلم کو عسقلان طلب کیا اور اُس سے کہا کہ وہ عسقلان کی فوج کو ہتھیار ڈالنے کیلئے پیشکش کرے، اُس کے بدلے میں عسقلان کے باشندوں کے ساتھ تجھے بھی رہائی دے دوں گا۔ گائی آف لسگنان نے عسقلان کے فوجی سالاروں کو سلطان کا پیغام بھیجا، مگر وہ نہ مانے۔

پندرہ دن تک عسقلان کی فوج نے سخت مزاحمت کی، مگر جب اُنہیں اندازہ ہو گیا کہ سلطان اپنی اس مہم کو انجام تک پہنچائے بغیر کسی طرح ٹلنے والا نہیں تو عسقلان کا ایک نمائندہ قلعہ سے نکل کر سلطان صلاح الدین ایوبی کے لشکر کی طرف بڑھا۔ یہ نمائندہ اپنے سالار گائی آف لسگنان کے نام خصوصی پیغام لایا تھا کہ اگر شاہِ یروشلم ہمارے جان و مال کی سلامتی کی ضمانت دے دیں تو ہم عسقلان کا قلعہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے حوالے کرنے کیلئے تیار ہیں۔ یہ پیغام سن کر شاہِ یروشلم جو خود سلطان کی قید میں تھا، بڑی بیچارگی کے عالم میں سلطان کی طرف دیکھنے لگا۔ سلطان نے اُسے بڑے باوقار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا، آپ عسقلان کے باشندوں کی سلامتی کا وعدہ کر لیں، اُنہیں ہر ممکنہ سہولت فراہم کی جائے گی اور یہ ایک مردِ مؤمن کا وعدہ ہے اور پھر بروز جمعۃ المبارک 4 ستمبر 1187ء عسقلان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے شاہِ یروشلم کو دمشق سے اس لئے بلایا تھا کہ وہ عسقلان کی فوج سے مذاکرات کر کے بغیر لڑائی قلعہ خالی کرا دے۔ اگر شاہِ یروشلم کامیاب ہو جاتا تو اُسے بھی آزاد کر دیا جائے گا، لیکن عسقلان کے سالاروں نے اِس پیشکش کو مسترد کر دیا تھا۔ پھر جب وہ خود مجبور ہوئے تو اُنہوں نے شاہِ یروشلم سے درخواست کی وہ سلطان سے عیسائیوں کی سلامتی کی ضمانت طلب کرے۔ اِس طرح سلطان صلاح الدین ایوبی اور شاہِ یروشلم کے درمیان ہونے والا معاہدہ ختم ہو چکا تھا۔ اگر سلطان چاہتا تو زندگی بھر گائی آف لسگنان کو اپنی قید میں رکھتا لیکن سلطان فطری طور پر انتہائی اعلیٰ ظرف اور رحم دل انسان تھا۔ عسقلان کے قلعہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد شاہِ یروشلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، ''ہماری اس فتح میں تمہاری کسی کوشش یا تدبیر کا کوئی دخل نہیں، لیکن پھر بھی میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ اگر تمہارے دل میں ذرہ برابر بھی سچائی اور دیانتداری موجود ہے تو یروشلم جا کے اپنی قوم کو بتانا کہ ہم مسلمان کس طرح وعدہ وفا کرتے ہیں؟''۔ اِس کے بعد سلطان نے گائی آف لسگنان اور اُس کے تمام امراء کو رہا کرنے کے ساتھ سفر کی تمام سہولتیں بھی فراہم کیں۔

عسقلان پر قبضہ ہوتے ہی یروشلم ''بیت المقدس'' کے باشندوں کو یقین ہو گیا تھا کہ سلطان کا اگلا حدف یہی شہرِ مقدس ہوگا۔ اِس لئے یروشلم کے معزز شہریوں کا ایک وفد سلطان کی خدمت میں صلح کی درخواست لے کر آیا۔ سلطان نے عیسائی وفد کی گفتگو بہت غور سے سنی، پھر انتہائی باوقار لہجے میں وفد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، ''اصولی طور پر تو تم یہ جنگ ہار چکے ہو، اور ہارے ہوئے لوگ اپنا ہر اختیار اور استحقاق کھو بیٹھتے ہیں، اس لئے بہتر ہے تم سکون و سلامتی کے ساتھ یروشلم کو خالی کر دو''۔ سلطان کا جواب سن کر عیسائی وفد کے ایک رکن نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا، یہ سلطان کا خیال ہے کہ عیسائی جنگ ہار چکے ہیں، ہم اپنے شہرِ مقدس کی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں۔

سلطان نے اس بات پر مسکراتے ہوئے جواب دیا، ''بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اوّل رہ چکا ہے، اس لئے یہ مقام ہمارے نزدیک اتنا ہی متبرک ہے جتنا کہ تم اِسے مقدس تصور کرتے ہو''۔ اِس لئے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اپنی مرضی سے نہ اِس کا محاصرہ کروں گا اور نہ حملہ کی غرض سے میری فوجیں یلغار کریں گی، میں تمہیں ایک ماہ کی مہلت دیتا ہوں، اس عرصہ میں تم اپنے شہر کو جس قدر مضبوط کر سکتے ہو، کر لو، اگر تمہیں کہیں سے فوجی امداد کی توقع ہے، وہ بھی حاصل کر لو اور اگر تم ایک ماہ تک اپنا دفاع کرنے کے قابل نہ ہو سکو تو پھر خاموشی سے اس شہر کو چھوڑ دینا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب لوگوں کو تمہیں تمہارے مال و اسباب کے ساتھ بحفاظت عیسائی علاقوں میں پہنچا دوں گا۔

اِس فراخدلانہ پیشکش کے جواب میں ایک اور رُکن نے کہا، ''اگر خداوند خدا کو منظور ہے تو ہم یہ شہر ہرگز تمہارے حوالے نہیں کریں گے کیونکہ اِس شہر میں حضرت عیسیٰؑ نے ہماری خاطر اپنی جان قربان کی تھی''۔ عیسائی وفد کے رکن کی بات کے جواب میں سلطان نے کہا، میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں، ہر شخص کو اپنے مذہبی پیشوا کے ساتھ اتنا ہی مخلص ہونا چاہئے، مگر تم پر یہ واضح رہے کہ اِس شہرِ مقدس کو میرے آقا ﷺ کے ساتھ بھی ایک خاص نسبت ہے، کیونکہ سرورِ کونین ﷺ نے مسجدِ اقصیٰ سے ہی اپنا سفرِ معراج شروع کیا تھا اور سن لو اِس لئے میں اِس شہر کو حاصل کئے بغیر سکون سے نہیں رہ سکتا اور اگر تم امن و سلامتی کے ساتھ شہر خالی نہیں کر سکتے تو میں قسم کھاتا ہوں، کہ یروشلم کی حرمت کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر میں اُسے فتح کر لوں گا، ان شاء اللہ العزیز۔

20 ستمبر 1187ء کو سلطان صلاح الدین یروشلم کی فصیلوں تک پہنچ گیا۔ 75 دن کی قلیل مدت میں اسلامی لشکر نے پوری صلیبی سلطنت کو مغلوب کر لیا تھا۔ بس اب آخری منزل بیت المقدس شریف تھی، جسے سلطان نے بغیر خونریزی کے فتح کرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی۔ پھر یروشلم کے باسیوں نے ڈوبتے دلوں اور بجھتی آنکھوں کے ساتھ دیکھا کہ ''جبل زیتون'' پر اسلامی پرچم لہرا رہے ہیں۔ 40 منجنیقیں نصب کی جا چکی ہیں، دس ہزار سوار ''استیفن'' اور ''جوزافت'' کے دروازوں کا

محاصرہ کر چکے ہیں اور دو دن کے مختصر عرصہ میں فصیل کے اندر بھی 20 گز لمبی سرنگ لگا لی گئی ہے۔ یروشلم اپنے انجام کے قریب پہنچا جا رہا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر عیسائیوں نے نقب زنوں کو روکنے کیلئے بھر پور حملہ کیا، مگر سلطان کے جانبازوں نے اُنہیں مار بھگایا، اُن کے بھاگتے ہی یروشلم کے باشندوں کو یقین آ گیا تھا کہ اب اُن کی آزادی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ مسلمان نقب زنوں کے ذریعے فصیل میں لگایا جانے والا شگاف بڑھتا ہی جا رہا تھا، بس چند گھنٹوں کی بات تھی کہ اُس کے بعد لشکرِ اسلام بیت المقدس میں داخل ہو جاتا اور پھر یہ شہرِ مقدس اہل ایمان کے رحم و کرم پر ہوتا۔ اب یروشلم کی عوام کا صرف ایک ہی مطالبہ تھا کہ خونریزی سے بچنے کیلئے ہتھیار ڈال دیئے جائیں۔

بالآخر بطریق اعظم ہرقیولس اور دوسرے فوجی سالاروں نے ایک فریب کار عیسائی ''بالیان'' کو صلح کا پیغام دے کر سلطان صلاح الدین ایوبی کے پاس بھیجا۔ جب بالیان سلطان کے خیمے میں پہنچا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ مسلمان جانبازوں نے شگاف میں داخل ہو کر یروشلم کی فصیل پر اسلامی پرچم نصب کر دیا تھا۔ بالیان کو اپنے سامنے پا کر سلطان نے انتہائی غصہ میں اُس سے کہا''تم بھی بڑے عجیب لوگ ہو، جب ہار جاتے ہو تو پیروں پر سر رکھ کر زندگی کی بھیک مانگتے ہو اور پھر جب تمہیں بخش دیا جاتا ہے تو اُس بدترین احسان فراموشی کا مظاہرہ کرتے ہو کہ جس کی دوسری مثال نہیں ملتی، اب کون سا فریب کار منصوبہ لے کر میرے پاس آئے ہو؟''، جواب میں بالیان نے کہا:''میں اپنی قوم کے نمائندے کی حیثیت سے صلح کا پیغام لے کر آیا ہوں''۔ بالیان کی بات سن کر سلطان مسکرایا اور کہا:''کیا تم نے اپنے شہر کی فصیل پر اسلامی پرچم لہراتے ہوئے نہیں دیکھا؟ کیا کبھی دنیا کی تاریخ میں ایسا ہوا ہے کہ شکست کھا جانے کے بعد کسی قوم نے صلح کا پیغام بھیجا ہو؟ یہ تو جنگ کا فیصلہ ہونے سے پہلے کا مرحلہ ہوتا ہے۔''

مذکورہ گفتگو کے بعد سلطانِ معظم نے اپنی افواج کے کمانڈروں سے مشورہ کیا، پھر سلطان نے بالیان کے سامنے اپنی شرائط رکھ دیں اور کہا''اگر یروشلم کے سپاہی اِس طرح ہتھیار ڈال دیں کہ جیسے یہ شہر حملے کے بعد فتح ہوا ہے تو تب میری اُٹھائی ہوئی قسم پوری ہو سکتی ہے اور اس صورت میں شہریوں کو جنگی قیدی تصور کیا جائے گا، ہر مرد کو آزادی حاصل کرنے کیلئے دس، ہر عورت کو پانچ اور ہر بچے کو ایک اشرفی ادا کرنا ہو گی، ایسے مفلس عیسائی جن کے پاس ایک اشرفی بھی نہ ہو، وہ اُس رقم کے بدلے میں آزاد کر دیئے جائیں گے جو یروشلم کے بادشاہ کے خزانے میں موجود ہے، شہر خالی کرنے اور فدیہ ادا کرنے کیلئے چالیس دن کی مہلت دی جائے گی۔ اِس مدت کے بعد جو لوگ باقی رہ جائیں گے وہ غلام شمار کیئے جائیں گے''۔

بالیان نے واپس جا کر یروشلم کے حکمرانوں اور فوجی سالاروں کے سامنے سلطان صلاح الدین ایوبی کا شرائط نامہ پیش کر دیا، اگرچہ یہ شرائط نامہ غلامی کی کسی دستاویز سے کم نہ تھا، لیکن اب صلیبیوں کے پاس اِس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا

کہ وہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی پیش کردہ ایک ایک شرط قبول نہ کرتے۔ بالآخر 2 اکتوبر 1187ء ہتھیار ڈالنے کے شرائط نامہ پر دستخط ہو گئے۔

عجیب اتفاق ہے کہ جس روز اس معاہدہ پر دستخط ہوئے، اُس دن رجب کی 27 تاریخ یعنی شبِ معراج تھی۔ یقیناً یہ قدرت کی طرف سے ایک طے شدہ عمل تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی شب معراج کی مقدس رات کو بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ یہ سلطان کے جذبۂ صادق اور حسن نیت کا عظیم صلہ تھا جو اُسے حق تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا۔

جب یروشلم سے تمام صلیبی نکل گئے اور صرف وہ لوگ رہ گئے جنھوں نے زرِ فدیہ ادا کر کے وہاں رہنے کی اجازت حاصل کر لی تھی اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے مقاماتِ مقدسہ کی صفائی کا حکم جاری کیا، ''صخرۂ مقدس'' کے گنبد سے سنہری صلیب اُتار لی گئی۔ مسجد اقصیٰ کے قرب و جوار میں جہاں مسجد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تھی، ٹمپلرز کی بنائی ہوئی عمارتوں کے تمام نشانات مٹا دیئے گئے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی شہر سے باہر خیمہ زن تھے۔ دوسرے علاقوں سے آنے والے مسلمان علماء کے وفود یہیں ٹھہرتے، تلاوتِ قرآن پاک اور حمد و نعت کی محفلیں آراستہ ہوتیں۔ پھر ایسے مدحیہ اشعار پڑھے جاتے جن میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے اس تاریخ ساز کارنامے کی تعریف شامل ہوتی۔

سلطان کی مسجد اقصیٰ میں جمعۃ المبارک کی ادائیگی

جب بیت المقدس کی صفائی کا کام مکمل ہو گیا تو بروز جمعۃ المبارک 19 اکتوبر 1187ء کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے اہلِ ایمان کی عظیم جماعت کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کی۔ قاضی القضاۃ نے خطبہ پڑھا جس میں دینِ متین کی فتح اور خانۂ خدا کی تطہیر پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا۔ پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درُود و سلام بھیجا گیا۔ اس کے بعد حلب کے قاضی نے انتہائی پُرسوز لہجے میں مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے اہلِ ایمان! اللہ عز و جل تمہارے اعمال سے بہت خوش ہوا ہے...... وہ بڑی شان و قدرت والا ہے...... عیسائیوں نے اس مقامِ مقدس پر تقریباً ایک صدی تک قبضہ جمائے رکھا...... پاک ہے وہ ذات جس نے تمہارے ذریعے اُنہیں اس شہر سے بے دخل کر دیا...... اہلِ ایمان! تمہیں اس محترم گھر کی تطہیر پر ناز کرنا چاہئے...... یہ وہ مقام ہے جہاں سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تھے...... یہی اسلام کا اولین قبلہ ہے، جس کی طرف منہ کر کے تم نماز پڑھا کرتے تھے...... تم نے اسلام کی عظمت و سربلندی کی خاطر قادسیہ، یرموک، خیبر اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شاندار روایتوں کی یاد تازہ کر دی ہے...... اور اللہ تبارک و تعالیٰ تمہاری قربانی کو قبول کرے...... اور جنت الفردوس کو ہمیشہ کیلئے تمہارا مقدر بنا دے۔''

حلب کے قاضی القضاۃ کا خطبہ اِس قدر اثر انگیز تھا، کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ نمازِ جمعہ میں شریک تمام اہلِ ایمان زار و قطار رو رہے تھے۔ اِس کے بعد قاضی القضاۃ نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے حق میں اس طرح دُعا کی۔

''یا رب العالمین! اپنے ممنون احسان بندے، اپنی بخشش و عطاء کے شکر گزار بندے، حامیٔ دین، محافظِ ارضِ مقدس، امیر المؤمنین، ابوالمظفر صلاح الدین یوسف بن ایوب کی سلطنت میں اضافہ فرما۔ فرشتے اس کے جھنڈوں کے گرد جمع رہیں، اسلام کی بہتری اور بہبود کیلئے اس کی عمر دراز فرما۔ اس کی اور اس کے اہل و عیال کی حفاظت فرما۔ تو نے اِس کے ذریعے اسلام کو ایک مستقل فائدہ بخشا ہے، اِسے سالہا سال تک قائم رکھ۔ اِسے ابدی سلطنت عطا فرما اور اِس کی دُعائیں قبول فرما۔''

منبر سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی القضاۃ کی دُعا کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے خدام سے ایک انتہائی خوش نما نقش و نگار والا منبر منگایا اور اپنے ہاتھ سے اُسے مسجدِ اقصیٰ میں اُس مقام پر رکھا جہاں کھڑے ہو کر امام صاحب خطبہ دیا کرتے تھے۔ یہ وہی نادرِ روزگار منبر تھا جسے مسجدِ اقصیٰ کیلئے سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے 20 سال قبل بطورِ خاص بنوایا تھا۔ سلطانِ عادل کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ وہ مسجدِ اقصیٰ میں نمازِ جمعہ پڑھیں اور اس منبر پر کھڑے ہو کر اہلِ ایمان سے خطاب کریں مگر وقت نے اُن کو اتنی مہلت نہ دی۔ پھر انتقال سے پہلے سلطانِ عادل نے صلاح الدین ایوبی سے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ اس منبر کو مسجدِ اقصیٰ میں اپنے ہاتھوں سے نصب کرے گا اور یہ اُسی صورت میں ممکن تھا کہ مسلمان ایک فاتح کی حیثیت سے بیت المقدس میں داخل ہوتے۔

بالآخر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بے مثال فضل و کرم سے مسلمانوں کو یہ تاریخ ساز دن دکھایا اور سلطان نے اپنے ہاتھوں سے منبر نصب کر کے بارگاہِ رب العزت میں دُعاؤں کیلئے ہاتھ پھیلا دیئے۔

''اے اللہ! میری زبان تیرا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے کہ تو نے مجھ جیسے گناہگار اور کمزور بندے کو ایفائے عہد کی توفیق عطا فرمائی۔ تو میرے آقا سلطان نور الدین زنگی پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرما کہ وہ زندگی بھر اسلام کی سر بلندی کیلئے کوشاں رہے۔''

اس پُر کیف وروح پرور دُعا میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ قاضی القضاۃ اور دوسرے نمازی بھی شریک تھے۔ بہت دیر تک اہل ایمان کی آنکھوں میں آنسو بہتے رہے اور اُن کی پُر سوز آوازیں مسجد اقصیٰ کی فضا میں گونجتی رہیں۔

اِس دُعا مبارکہ کے بعد ایک بہترین خطاط کا تحریر کردہ خوبصورت کتبہ مسجدِ اقصیٰ شریف کے دروازے پر نصب کیا گیا جس پر یہ تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندے صلاح الدین یوسف بن ایوب نے مسجدِ اقصیٰ کی تجدید اور اُس کی محرابِ مقدس کی مرمت کا حکم دیا جب اللہ تعالیٰ نے اُسے فتح نصیب فرمائی۔ اُس کی دُعا ہے کہ حق تعالیٰ اُسے اپنے احسانات کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے رحم وکرم سے اُس کے گناہ معاف فرمائے۔ آمین

(مذکورہ بالا منبر تقریباً آٹھ سو سال تک مسجدِ اقصیٰ شریف کی زینت بنا رہا، 1969ء میں مسجدِ اقصیٰ شریف میں لگنے والی آگ کے نتیجے میں اِس منبر کو شدید نقصان پہنچا، جس کے بقیہ حصوں کو ایک میوزیم میں محفوظ کر دیا گیا)

بیت المقدس شریف کی تاریخ ساز فتح کے بعد سلطان ایک ماہ تک بیت المقدس میں مقیم رہ کر انتظامی امور درست کرتا رہا، واپس دمشق پہنچنے پر اہلیانِ دمشق نے اپنے سلطانِ معظم کا نہایت دھوم دھام سے استقبال کیا۔

فتح بیت المقدس کے بعد 761 سال مسلمانوں کا مسلسل قبضہ رہا، تا آنکہ 1948ء میں یہود و نصاریٰ کی سازشوں کے نتیجے میں فلسطین کے علاقے میں یہودی سلطنت قائم کی گئی اور بیت المقدس کا نصف حصہ یہودیوں کے قبضہ میں چلا گیا اور بالآخر 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیلیوں نے قبضہ کرلیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کی حج کی سعادت حاصل کرنے کی شدید خواہش تھی، لیکن جہاد میں شدید مصروفیت کے باعث وہ یہ شرف حاصل نہ کر سکے، لیکن سرکارِ مدینہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں سلطان کو اپنے آقا سلطان نور الدین زنگی کی ہمراہی میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے حکمِ مبارک پر جب سلطان نور الدین زنگی اُن دو نصرانیوں کا کام تمام کرنے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تھے تو سلطان صلاح الدین ایوبی اُس قافلہ میں شریک تھا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی کرامت

سلطان صلاح الدین ایوبی کے وقتِ وصال سے پہلے کسی نے اُن سے پوچھا کہ آپ بہت بڑے مجاہدِ اسلام ہیں لیکن آپ شہادت کے عظیم رتبہ پر فائز نہ ہو سکے۔ جس پر سلطانِ معظم نے جواب دیا کہ ساری زندگی میری یہ خواہش رہی کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں لیکن دشمن کی تلوار میری گردن کو مس بھی نہ کر سکی۔ سوال کرنے والے نے پوچھا، کہ وہ کیوں؟ جس پر سلطان نے جواب دیا ''میرے والد مجھے بچپن میں شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر گئے تھے اور دُعا کی درخواست کی تھی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنا دستِ مبارک میری گردن پر رکھا تھا اور دُعا فرمائی تھی کہ اِن شاء اللہ یہ بچہ تاریخ عالم کا ایک نامور مجاہد ہوگا اور خداوند تعالیٰ اُس کے ہاتھ سے بڑی بڑی فتوحات کرائے گا تو کس طرح دشمن کی تلوار اُس گردن کو چھو سکتی تھی جس گردن کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بابرکت ہاتھوں نے مس فرمایا تھا۔''

سلطان اسلام بھی بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو گئے

سلطان صلاح الدین ایوبی 20 فروری 1193ء دمشق شہر سے باہر اُن زائرین کے استقبال کیلئے تشریف لائے جو حج کی سعادت حاصل کر کے واپس دمشق لوٹ رہے تھے۔ چند دن صفراوی بخار میں مبتلا رہے۔ 4 مارچ 1193ء صبح صادق کے وقت حضرت امام ابوجعفر القرطبی آپ کے پاس بیٹھے تلاوت فرما رہے تھے۔ سلطان کے اردگرد اُس کے صاحبزادے، دوست احباب اور منتظمین بیٹھے یہ روح پرور منظر دیکھ رہے تھے کہ جب قاری صاحب قرآن پاک کی سورۃ التوبہ کی آخری آیت مبارکہ تلاوت فرما رہے تھے اور جب یہ کہا ''لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ '' تو سلطانِ معظم نے تبسم فرمایا جس سے اُن کے چہرے پر

ایک عجیب مسکراہٹ آگئی اوراُن کا چہرہ نور سے جگمگا اُٹھا اور جب قاری صاحب نے یہ پڑھا ''عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ'' تو یہ سننے کے بعد سلطان بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

سلطان کی نمازِ جنازہ اور آخری آرام گاہ

خطیب الدولعی نے سلطان کے جسدِ اقدس کو غسل دیا، پھر ایک تابوت میں رکھا گیا اور جب تابوتِ مبارک کو اُٹھا کر باہر لایا گیا تو چیخ و پکار سے ایک کہرام مچ گیا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ساری دنیا یک زبان ہوکر گریہ وزاری کر رہی تھی۔ مشہور مؤرخ ابن خلقان فرماتے ہیں کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے وصال کا دن اتنا افسردہ اور تکلیف دہ تھا کہ ایسا تکلیف دہ دن اسلام اور مسلمانوں پر خلفائے راشدین کے وصال کے بعد کبھی نہیں آیا تھا۔ سلطانِ معظم کو مشہورِ زمانہ ''اموی'' مسجد کے نواح میں واقع ایک خوبصورت باغ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سلطان کے درجات میں اضافہ فرمائے۔ آمین

اکابر علمائے کرام نے لکھا کہ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضر ہو کر دُعا کی جائے تو ان شاءاللہ العزیز وہ دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس عظیم بارگاہ میں کھڑے ہم اپنی قسمت پر ناز کر رہے تھے۔ دنیا میں بہت کم ایسے بادشاہ ہوئے ہیں کہ جن کی آخری آرام گاہوں کو مزاراتِ مبارکہ سے یاد کیا جاتا ہو۔ اُن بادشاہوں کے مزاراتِ مبارکہ میں سے ایک مزار سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ دمشق کے اکثر زائرین یہاں حاضری کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے ہیں۔

حضور قبلہ شہزادۂ غوث الثقلین کو اس بارگاہِ مبارکہ میں کئی بار حاضری کا شرف حاصل ہوا اور یقیناً یہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی تصرف ہے کہ اِس بندۂ ناچیز نے اُن کے حضور چھ بار حاضری کی سعادت حاصل کر لی ہے اور اِس بار سید حسنین محی الدین گیلانی نے پہلی بار ہمارے ہمراہ بارگاہِ سلطان صلاح الدین ایوبی میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ اس مقام پر حاضری کے بعد الوداعی دُعا کے بعد باہر آ گئے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنگ بدر کے دن اسلام قبول کیا۔ جب معاہدۂ مؤاخات ہوا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی بنے اور اُنہی کے پاس قیام کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا تھا کہ فتنوں کی آندھیوں میں اللہ کا چراغ ملکِ شام میں محفوظ رہے گا، اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ دمشق تشریف لے آئے تھے۔ مدتوں جامع دمشق میں درسِ قرآن دیتے رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب بھی دمشق سے باہر جاتے تو اُن کو اپنا قائم مقام مقرر فرماتے تھے۔

سلطان رُکن الدین بیبرس

دمشق میں مدفون اسلامی سلاطین میں تین سلاطین کے مقابر نہایت اہم اور مشہور ہیں، سلطان نور الدین زنگی، سلطان صلاح الدین ایوبی اور سلطان رکن الدین بیبرس۔

سلطان رکن الدین بیبرس مملوک سلطنت کا نامور حکمران جس نے سترہ سال تک مصر وشام پر حکومت کی۔ یہ سلطان نسلاً ایک قپچاق ترک تھا، جسے غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا تھا۔ اِس کا پہلا آقا امیر علاؤ الدین بندقدار تھا۔ اِس لئے اِس کا لقب ''بندقداری'' بھی تھا۔ سلطان بیبرس، ہلاکو خان اور دہلی کے غیاث الدین بلبن کا ہم عصر تھا۔ ساتویں صلیبی جنگ فرانس کے لوئس نہم اور 1260ء میں جنگ ''عین جالوت'' میں منگولوں کو شکست دینے والا لشکروں کا کمانڈر تھا۔ سلطان رکن الدین بیبرس کا ایک اور مشہور لقب ''الملك الظاهر'' بھی تھا۔ سلطان بڑا بہادر، جرأت مند اور اولوالعزم حکمران تھا۔ سلطان جنگوں میں بنفس نفیس شرکت کرتا تھا۔ اِس کے عہدِ حکومت سے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

سلطان بیبرس کا سب سے بڑا کارنامہ

بغداد کو تباہ کرنے کے بعد ہلاکو خان جب فوجیں لے کر شام کی طرف بڑھا تو سلطان بیبرس نے ایک دوسرے مملوک سردار سیف الدین قطز کے ساتھ مل کر عین جالوت کے مقام پر اُن کو فیصلہ کن شکست دی تھی اور شام سے منگول فوجوں کو نکال دیا تھا۔ سلطان بیبرس کا یہ کارنامہ نا قابلِ فراموش ہے کیونکہ اُس نے اپنی جنگی حکمتِ عملی کے باعث مصر وشام کو منگولوں کی تباہ کاریوں سے بچالیا تھا۔

سلطان کے سترہ سالہ عہدِ حکومت میں مجموعی طور پر ملکِ شام پر اڑتیس مرتبہ فوج کشی ہوئی۔ منگولوں سے جو 9 لڑائیاں ہوئیں، اُس میں سے صرف آخری کی ابتداء سلطان کی طرف سے ہوئی اور باقی 8 جنگوں کی نوعیت جوابی حملوں کی سی تھی۔ فرنگیوں کو جو سب سے موردِ عتاب تھے 21 شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔

سلطان رکن الدین بیبرس خود بھی اسلامی تعلیمات کا پابند تھا اور اپنی سلطنت میں اسلامی احکام پر عمل کرانے کی بھی بھر پور کوشش کرتا تھا۔ حج سے پہلے مصر سے غلافِ کعبہ کو مکہ مکرمہ لے جانے کی رسم کا آغاز بھی سلطان رکن الدین بیبرس کے زمانے میں ہوا۔ مدینہ منورہ کے حوالے سے بھی سلطان رکن الدین بیبرس کی خدمات قابلِ ذکر ہیں۔

سلطان رکن الدین بیبرس نے مسجد نبوی شریف کیلئے 666ھ میں ایک منبر شریف بنوا کر ارسال کیا۔ اِس منبر کے 9 زینے تھے اور منبر کی دائیں جانب اُس کے بنانے والے بڑھئی کا نام بھی تحریر تھا۔ یہ نیک طینت بڑھئی خود اِس منبر شریف کو لے

کر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور کمال کاریگری سے اِس منبر کو نصب کیا۔ جس پر 797ھ تک یعنی 132 سال تک خطبہ دیا جاتا رہا۔

سلطان رکن الدین بیبرس نے 688ھ میں حجرۂ نبویہ ﷺ کی تعظیم اور تقدس کے پیش نظر لکڑی کا ایک جالی دار جنگلہ حجرۂ مبارکہ کے اطراف میں نصب کروایا۔ جس کی اونچائی تین میٹر تھی۔ اِس جنگلہ کے تین دروازے بھی رکھے گئے، اس طرح حجرۂ مبارکہ ایک جنگلہ کے اندر مقصور ہونے کے بعد ''مقصورہ شریف'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔

قدیم دمشق میں مسجدِ اموی کے قریب باب البرید میں واقع مکتبہ ظاہریہ کے اندر سلطان رکن الدین بیبرس رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ مبارک ہے۔

سیدة رقیہ رضی اللہ عنہا بنت امام حسین رضی اللہ عنہ

مسجدِ امویہ سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر ایک گلی میں شہیدِ کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدة رقیہ رضی اللہ عنہا کا مزارِ پُر انوار ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا میدانِ کربلا سے حالتِ بیماری میں واپس لوٹی تھیں اور دمشق میں ہی آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا مزارِ مبارک انتہائی خوبصورت اور دلکش انداز میں تعمیر ہوا ہے۔ اعلیٰ قسم کے فانوس اور بہترین قالین اندرو باہر بچھے ہوئے ہیں اور زائرین کا ہر وقت بے پناہ رش ہوتا ہے۔

مزارِ مبارک کے اندر کا ماحول بھی بڑا پُر کیف و پُر رقعت ہوتا ہے اور ایک عام انسان پر بھی ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ زائرین مزارِ مبارک کے چاروں اطراف میں بیٹھے ذکر و اذکار اور نوافل میں مصروف نظر آتے ہیں۔

دمشق میں آج کی زیاراتِ مقدسہ کے بعد واپس اپنی رہائش گاہ پہنچے، نمازِ مغرب حضور قبلہ شہزادۂ غوث الثقلین کی قیادت میں ادا کی۔ ملکِ شام کے تازہ پھلوں اور چائے وکافی سے لطف اندوز ہوئے۔ حضور قبلہ نے اگلا پروگرام یوں ترتیب دیا کہ نمازِ عشاء کا وقت قریب ہے، اس لئے نماز کی ادائیگی کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کیلئے روانہ ہونا ہے۔

اہل بیت کی با عظمت اور صبر و تحمل کی پیکر، سیدة زینب رضی اللہ عنہا

حضور قبلہ کی قیادت میں نمازِ عشاء ادا کی اور گاڑی میں سوار ہوکر سیدة زینب رضی اللہ عنہا کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کیلئے روانہ ہوئے۔ کچھ ہی دیر میں آپ کے مزارِ مبارک کا سنہری چمکتا دمکتا گنبد ہماری آنکھوں کے سامنے تھا۔ حضور شہزادۂ غوث الثقلین نے مزارِ مبارک کے صدر دروازے کی چوکھٹ کو چوما اور اندر حاضر ہوئے اور پھر ایک طویل وقت آپ کے مزارِ اقدس کی جالی مبارک کے سامنے کھڑے رہے۔ پھر ہم سب مل کر ایک مقام پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے جملہ مریدین اور احباب کے نام لے کر اور بغیر ناموں کے انتہائی رقت آمیز لہجے میں اجتماعی دُعا کی۔ جس پر یہ بندۂ ناچیز آمین کہتا رہا۔

حضرت سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا، سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ اور خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی نواسی ہیں۔ 6 ہجری مدینہ منورہ میں ولادت باسعادت ہوئی۔ واقعہ کربلا کی خواتین میں سب سے نمایاں خاتون تھیں۔ آپ کے مشہور القاب ثانی زھرا، نابغة الزهرا، عقیلہ بنی هاشم، نائبة الحسین، صدیقۂ صغریٰ، شریک الحسین اور راضیة بالقضاء والقدر ہیں۔ سانحہ کربلا کے بعد بطلة کربلاء (کربلا کی جوانمرد) کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

یہی وہ باعظمت اور صبروتحمل کی پیکر عظیم خاتون ہیں جو میدانِ کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں اور جنہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے کاروانِ اہلِ بیت کو لٹتے ہوئے دیکھا۔ یہی وہ صابرہ ہیں جنہوں نے چمنِ زہرہ کے مہکتے پھولوں کو میدانِ کربلا میں یزیدی لشکر کے ظلم وستم کا شکار ہوتے دیکھا۔ یہی وہ عظیم خاتون ہیں جنہوں نے باوجود مصائب وآلام کے بادلوں میں گھر جانے اور مظالم کے پہاڑوں تلے دب جانے کے باوجود بھی صبرواستقلال کا دامن نہیں چھوڑا تھا اور پھر اُس لٹے ہوئے قافلہ کی سربراہی کرتے ہوئے دمشق پہنچیں اور یزید کے سامنے ایسی تقریر کی جس کے الفاظ رہتی دُنیا تک کتابوں کی زینت بنے رہیں گے۔

گھر لُٹانا، جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فِدا اے خاندانِ اہلِ بیت

سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا کا مزارِ مبارک نہایت خوبصورت انداز میں بنا ہوا ہے۔ بہترین قسم کے فانوس چھتوں پر آویزاں ہیں اور ہر طرف رنگارنگ بہترین قالین بچھے ہوئے ہیں۔ دیواروں پر مختلف رنگوں میں شیشہ، کرسٹل اور کاشی کا کام کیا ہوا ہے جو ایک عجب نُور کا سماں دیتا ہے۔

سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک دمشق میں؟ یا مصر میں؟

سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا کا روضۂ مبارک دنیا کی خوبصورت ترین عمارات میں شمار ہوتا ہے۔ دمشق میں بھی موجود ہے لیکن اہلِ مصر تحقیق کے بعد اِس پر مُصر ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کا مزارِ مبارک مصر میں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دمشق میں یہ روضہ شریف آپ رضی اللہ عنہا کا مقامِ قیام یا مقامِ عبادت رہا ہو اور مصر میں آپ رضی اللہ عنہا کا مزارِ مبارک ہو۔ لیکن بزرگوں سے منسوب ہر چیز قابلِ احترام اور اُس کے اپنے فیوضات وبرکات ہوتے ہیں۔

بارگاہِ سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا میں طویل حاضری اور دُعاؤں کے بعد شہزادۂ غوث الثقلین کی ہمراہی میں الوداعی سلام پیش کیا، پھر آپ کی چوکھٹ کو بوسہ دیتے ہوئے باہر صحن میں آئے اور مرکزی دروازے سے ہوتے ہوئے احاطۂ مزار سے باہر

آ پہنچے اور واپس اپنی رہائش گاہ روانہ ہوئے۔ رہائش گاہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کا چاند نظر آ گیا ہے اور کل بروز جمعۃ المبارک مؤرخہ 15 اکتوبر 2004ء پہلا روزہ ہوگا۔ زیارات کا پروگرام ترتیب دیا اور حضور قبلہ نے فرمایا کہ کل کا جمعۃ المبارک عظیم اسلامی و تاریخی ''جامع مسجد اُموی'' میں ادا کریں گے۔ سرزمینِ دمشق میں پہلی سحری کی اور نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد سو گئے۔

دمشق کی چند اہم و مشہور مساجد

دمشق میں بے شمار قدیم و جدید مذہبی و تاریخی اہمیت کی مساجد لائق زیارت ہیں۔ جن میں مسجد سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا، مسجد سیدۃ رقیہ رضی اللہ عنہا، مسجد سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ، جامع بنو اُمیہ، مسجد نبی ہابیل علیہ السلام، مسجد مُراد پاشا، تکیہ مسجد، درویش پاشا مسجد اور یلبوعہ مسجد سرِ فہرست ہیں۔

دنیائے اسلام کی قدیم ترین مسجد ''جامع اُموی''

اِس قدیم و تاریخی مسجد کا پورا نام ''جامع بنو اُمیہ الکبیر'' اور اختصار سے ''جامع اُموی'' ہے۔ مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی شریف اور مسجدِ اقصیٰ کے بعد چوتھے نمبر پر مساجد اسلام میں اِس کا شمار ہوتا ہے۔ دُنیا کے عجائباتِ اسلام میں سے ایک ہے، جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اِسے دُنیا کے پانچ عجائبات میں سے ایک شمار کیا ہے۔ اِس مسجد کی ابتدائی صورت کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ ''آرامیوں'' کا ایک معبد تھا۔ نصاریٰ نے اِسے گرجا ''کلیسا'' میں تبدیل کر کے اِس کا نام ''یوحنا'' رکھ دیا، جو ایک طویل عرصہ تک نصرانیوں کے زیرِ تصرف رہا۔

مسجد اور کلیسا ساتھ ساتھ

جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں ذکر کر آئے ہیں کہ قدیم شہر دمشق جب فتح ہوا تو اُس کی صورت حال ایسی تھی کہ بابِ شرقی سے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزورِ شمشیر شہر فتح کرتے ہوئے آ رہے ہیں اور دوسری سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ صلح کے ساتھ شہر میں داخل ہو رہے ہیں۔ اِن دونوں عظیم شخصیات کی ملاقات بھی ''یوحنا'' کے اُس کلیسا کے عین وسط میں ہوئی، اِس لئے یہ کلیسا بھی دو حصوں میں بٹ گیا۔ کلیسا کا جو حصہ لڑائی سے فتح ہوا تھا، اُس حصہ میں مسلمانوں نے اپنے اختیار کے تحت یہاں مسجد بنا لی، جبکہ کلیسا کا باقی آدھا حصہ صلح سے فتح ہوا تھا، معاہدہ کے مطابق وہ کلیسا ہی باقی رہا اور سالہا سال تک مسجد اور کلیسا ساتھ ساتھ قائم رہے۔

86ھ جب اُموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے نظامِ حکومت سنبھالا تو اُس نے ارادہ کیا کہ ایک ایسی مسجد تعمیر کی جائے جس کی مثال پورے مشرق میں نہ ہو۔ خلیفہ نے کلیسا ''یوحنا'' کے نگرانوں کو بلا کر منہ مانگی رقم کی پیشکش کی، مگر وہ نہ

راضی ہوئے، خلیفہ نے باب تومہ کے باہر ایک بہت بڑے کلیسا کو منہدم کر کے وہاں مسجد بنانے کا اعلان کر دیا، تو پھر عیسائیوں نے اپنے اس بڑے کلیسا کو "کلیسا یوحنا" پر ترجیح دی اور اس کلیسا کی دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

یوحنا کلیسا کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد خلیفۂ وقت نے جب گرانے کا ارادہ کیا تو عیسائیوں نے آ کر کہا، ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ جو اس کلیسا کو گرانے کی کوشش کرے گا وہ پاگل ہو جائے گا۔ یہ سُن کر خلیفۂ وقت غصہ میں آ گیا کہ اگر یہ بات ہے تو میں خود اپنے ہاتھوں سے اس کو گراؤں گا، چنانچہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے پہلی کدال خود ماری، پھر اُس کو مکمل منہدم کر دیا گیا۔

اس مسجد کی تعمیر میں ایرانی، ہندی اور رومی کاریگروں نے حصہ لیا۔ بازنطینی بادشاہ نے مسجد کی تزئین و آرائش کیلئے 100 یونانی کاریگر بھیجے۔ فنِ تعمیر کے لحاظ سے یہ اُس دور کی خوبصورت ترین اور عالی شان مسجد تھی۔ جامعہ اُموی کے تین مینار ہیں، ایک مشرقی، دوسرا غربی اور تیسرا شمالی۔

مسجد اُموی میں اہلِ سنت کے چاروں فقہی مسالک کا خیال کرتے ہوئے چار محرابیں اور چار مصلے بنائے گئے۔ سب سے بڑا محراب حنفی امام کیلئے مختص تھا۔ مساجد میں محراب بنانے کا رواج اسی مسجد سے شروع ہوا تھا۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اس مسجد کے چار دروازے بنائے۔ مشرقی دروازے کا نام "بابِ جیرون"، مغربی دروازے کا نام "باب البرید" (یہ دروازہ تمام دروازوں سے خوبصورت اور بارونق ہے، اکثر شعراء نے اس دروازے کے بارے میں بے شمار اشعار کہے ہیں)، جانبِ قبلہ دروازے کا نام "باب الزیادہ" اور اُس کے مقابل دروازے کا نام "باب الناطفافین" ہے۔

780ء جامع اُموی میں مزید توسیع ہوئی اور ضروری تبدیلیاں عمل میں آئیں۔ محرابی قُبہ کے نیچے حکمرانوں کیلئے ایک مقصورہ بنایا گیا جو زمانہ مابعد شاہی مسجدوں کا ضروری حصہ بن گیا۔ مقصورہ میں حاکمِ اعلیٰ نماز ادا کیا کرتا تھا۔

اُموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کہا کرتا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے ہاتھوں مسجد نبوی شریف، جامع اُموی اور مسجدِ اقصیٰ شریف کی توسیع، تعمیر اور تکمیل کروائی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کو اِن میں سے اگر میرا کوئی بھی عمل پسند آ گیا تو میری بخشش و مغفرت کیلئے یہی کافی ہوگا۔

یاقوت الحموی لکھتا ہے کہ 461ھ تک اس مسجد کے حسن میں کچھ تغیر واقع نہ ہوا تھا۔ پھر اس مسجد کے قریب ایک گھر کو آگ لگ گئی، جس کے شعلے مسجد کی دیواروں تک پہنچے، جس کا اثر یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ تمام مسجد آتش کدہ بن گئی۔ اہلِ دمشق نے بہت کوشش کی مگر بے سود اور مسجد کا ابتدائی حسن و شباب جاتا رہا۔ جامع اُموی اب بھی موجود ہے اور بے نظیر عمارت ہے لیکن

آہ! خلیفہ ولید کا ثانی کوئی نہیں ہوا جو اِسے ازسرِ نو اُسی رنگ میں جلوہ دیتا جیسا کہ کسی وقت میں ہوتا تھا۔

آج جمعۃ المبارک اور پہلا روزہ ہے، رات کو ہی شہزادۂ غوث الثقلین نے فرمادیا تھا کہ کل نمازِ جمعہ اسی عظیم مسجد میں ادا کریں گے اور ہماری بھی یہی خواہش تھی کہ اتنی عظیم و تاریخی و مذہبی نوعیت کی حامل مسجد میں ضرور ایک بار جمعۃ المبارک کی ادائیگی کا شرف حاصل کرنا چاہئے۔ شہزادۂ غوث الثقلین، سید حسنین محی الدین گیلانی اور یہ بندہ تیار ہو کر رہائش گاہ سے باہر آئے اور ایک گاڑی میں سوار ہو کر جامعہ اُموی کی طرف روانہ ہوئے۔ سوقِ حمیدیہ کے باہر گاڑی سے اُترے اور بازار سے ہوتے ہوئے سیدھے مسجد میں داخل ہوگئے اور سب سے پہلے اس مسجد کے اہم و بابرکت مقام کی طرف روانہ ہوئے۔

مقامِ رأس (سرِ مبارک) سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

مسجدِ اُموی کے بائیں جانب ایک کونے میں شہیدِ کربلا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک کا مقام ہے۔ شہزادۂ کونین سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ انور عہدِ یزید میں کربلائے معلّٰی سے دمشق لایا گیا تھا۔ اس مبارک مقام کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے، جو ''مصلّٰی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ'' کہلاتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس مقام کو حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ایامِ اسیری میں عبادت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ بارگاہِ رأس سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میں حضور قبلہ شہزادۂ غوث الثقلین کی ہمراہی میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ انتہائی رَش ہونے کی وجہ سے ایک سائیڈ پر بیٹھ گئے جہاں قبلہ حضور کافی دیر تک مراقب رہے۔ پھر آپ نے اس مقدس مقام پر ایک طویل دُعا فرمائی۔

مؤرخین کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا جسمِ اطہر تو کربلا کی سرزمین میں دفن ہے لیکن آپ کے سرِ اقدس کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ اہلِ شام کے مطابق آپ کا سرِ اقدس اسی مذکورہ مقام میں دفن ہے کیونکہ سانحۂ شہادت کے بعد سب سے پہلے آپ کے سرِ مبارک کو کوفہ میں ابن زیاد کے دربار میں اور پھر یزید کے دربار دمشق بھجوایا گیا تھا۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کے سرِ انور کو اہلِ بیتِ اطہار کے ہمراہ مدینہ منورہ بھجوا دیا گیا تھا، جسے جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا تھا۔ لیکن اہلِ مصر تاریخی حوالہ جات سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس ازہر یونیورسٹی کے بالمقابل میدان الحسین کے قریب جامع الحسین میں مدفون ہے، جہاں پر ایک نہایت ہی خوبصورت روضہ شریف بنا ہوا ہے۔

بہرحال صحابہ کرام اور اہلِ بیت کرام سے منسوب کسی بھی مقام پر سرِ نیاز خم کرنا ضروری ہے کیونکہ نسبت کی تعظیم ہی تو مسلمانوں کا دستور رہا ہے اور رہنا چاہئے۔ رأس سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کے بعد جامع اُموی کی زیارت کی جو فنِ تعمیر کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

مزار مبارک حضرت یحییٰ علیہ السلام

مسجد اُموی کے اندر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سرِ انور کا نہایت خوبصورت مزار مبارک ہے۔ حضرت حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن واقد کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جو اُس وقت مسجد اُموی کی تعمیر کی نگرانی کر رہے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مسجد کی بنیاد کھودتے وقت ایک غار دریافت ہوئی۔ ہم نے خلیفۂ وقت کو اس کی فوری اطلاع دی۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک خود غار میں اُترے، اُس میں ایک صندوق تھا جس کے اوپر یہ عبارت تحریر تھی۔

"ھذا رأس یحییٰ بن زکریا"

(یہ حضرت یحییٰ بن زکریا کا سرِ اقدس ہے)

جب اس صندوق کو کھولا گیا تو اُس میں حضرت یحییٰ بن زکریا کا سرِ انور لکڑی کے ایک چوکھٹے میں رکھا ہوا تھا۔ چہرۂ انور اور موئے مبارک بالکل تر و تازہ تھے اور اُن میں کوئی ذرہ بھر تبدیلی نہ واقع ہوئی تھی۔ زیارت کے بعد صندوق کو بند کر دیا گیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بارگاہ مقدسہ میں ہدیۂ سلام کے بعد حضور شہزادۂ غوث الثقلین نے دُعا فرمائی اُس کے بعد مقامِ ہود علیہ السلام جو اسی مسجد میں ہے، کی طرف روانہ ہوئے۔

مقامِ ھود علیہ السلام

جامع اُموی میں قبلہ والی دیوار میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی حضرت ہود علیہ السلام کا ایک مقام مبارک ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام سے تقریباً 800 سال بعد تشریف لائے۔ مسجد اُموی میں آپ کے اس مقامِ مبارک کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ یہاں پر آپ کا ایک باغ تھا جو کہ اب مسجد اُموی کا حصہ ہے۔ زائرین اس مقام پر حاضر ہو کر نوافل ادا کرتے ہیں، ہم نے بھی اس مقام پر حاضری اور نوافل پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

مقامِ خضر علیہ السلام

مسجد اُموی حضرت خضر علیہ السلام کے نماز پڑھنے کی جگہ "مقامِ سیدنا خضر علیہ السلام" کے نام سے موسوم ہے۔ بہت سے اہل اللہ حضرات نے حضرت خضر علیہ السلام کو یہاں نماز پڑھتے دیکھا۔ ایک مرتبہ خلیفہ ولید بن عبد الملک نے مسجدِ اُموی کے نگران کو پیغام بھجوایا کہ آج رات میں تنہا مسجد اُموی میں عبادت کرنا چاہتا ہوں، اس لئے نمازِ عشاء کے بعد کوئی مسجد میں موجود نہ ہو۔ انتظامیہ نے اِس حکم کی تعمیل کی، خلیفۂ وقت مسجد میں داخل ہوا اور عبادت میں مصروف ہو گیا۔ اچانک خلیفہ نے دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے۔ خلیفہ نے نگران کو بلا کر کہا کہ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ مسجد کے اندر کوئی نہ ہو۔ تم نے اس شخص کو کیوں اندر رہنے دیا؟ نگران نے کہا، یہ حضرت خضر ہیں جو ہر رات اِس مسجد میں نماز کیلئے تشریف لاتے ہیں۔

مشہور مؤرخ حضرت امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بات اِس مقام سے متعلق تواتر سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام یہاں نمازیں پڑھا کرتے تھے اور یہی ایک بات اس مقام کے شرف وعظمت کیلئے کافی ہے۔ اِس مقامِ مقدس کے قریب ہمیں بھی نوافل ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

مقامِ نزولِ حضرت عیسی علیہ السلام

مسجد اُموی کے مشرقی مینار کے متعلق سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ

یَنْزِلُ عِیْسٰی بِنْ مَرْیَمَ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیِّ دِمَشْق''

(قُربِ قیامت حضرت عیسٰی علیہ السلام شرق دمشق کے سفید مینار پر نزول فرمائیں گے)۔

اِسی وجہ سے انتظامیہ کی طرف سے اِس مینار کی چوٹی پر خاردار جالی لگا دی گئی ہے اور مشرقی مینارہ احتیاطاً بند رکھا جاتا ہے کہ کوئی صاحب اوپر چڑھ کر نزول کا دعویٰ نہ کر دے۔
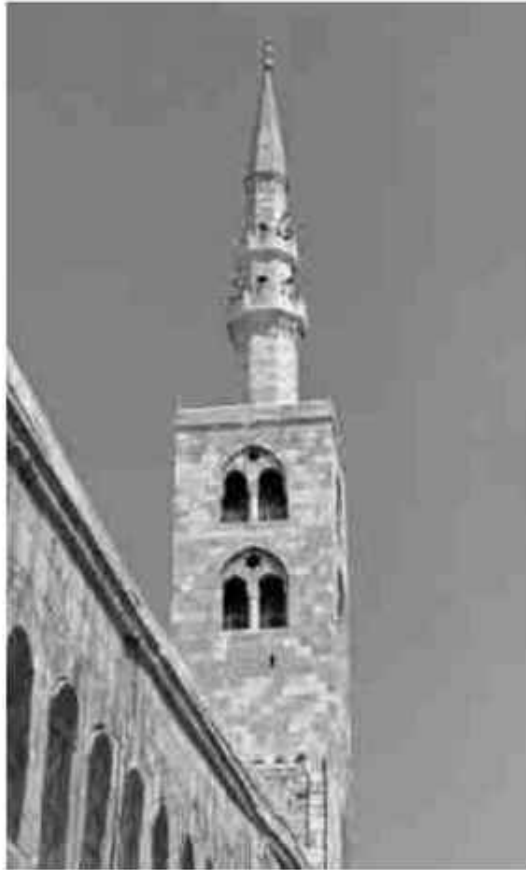
مذکورہ بالا مقامات کی زیارات کے بعد اُس مقام کو دیکھا کہ جہاں چند افراد مل کر اجتماعی اذان دیتے ہیں۔ آج جمعۃ المبارک کی وجہ سے مسجد میں رَش بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا، اس لئے منبر شریف کے سامنے ایک مقام پر بیٹھ گئے اور حضور قبلہ اپنے وظائف میں مشغول ہو گئے۔ 11:30 بجے اجتماعی طور پر اذان دی گئی۔ اذان کے اختتام پر دُرود شریف انتہائی خوبصورت صیغہ جات اور پُرسوز آواز میں پڑھا جانے لگا۔ ملکِ شام اور ملکِ ترکی کی مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ اذان سے پہلے اور بعد میں بڑی خوش الحانی کے ساتھ بارگاہِ نبوی ﷺ میں دُرود و سلام کے گلدستے نچھاور کئے جاتے ہیں۔ ہم نے ابتدائی چار سنتیں ادا کیں، اسی اثناء میں خطیب جامع اُموی تشریف لے آئے، وہ کچھ دیر کیلئے منبر شریف کے سامنے رُکے، پھر اوپر تشریف لے گئے، جس کے ساتھ ہی دوسری اذان بلند ہونا شروع ہو گئی۔

معزز خطیب صاحب نے جمعۃ المبارک کا خطبہ شروع کیا۔ فضائلِ رمضان اور برکاتِ رمضان کے حوالہ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں کافی نقاط سامعین کے گوش گزار کئے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری عمروں میں برکت فرمائی اور ایک بار پھر ہمیں یہ مبارک ومقدس مہینہ میسر آیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حتی الامکان اس ماہِ مبارک کے فیوض وبرکات سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ خطیب صاحب کے طویل و بابرکت خطبے کا اختتام دُعائیہ کلمات پر ہوا اور اقامت کے ساتھ تمام حاضرین نے رمضان کا پہلا جمعۃ المبارک ادا کیا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد مسجدِ اُموی سے باہر آئے اور سلطان نور الدین زنگی کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کیلئے روانہ ہوئے۔

شہرِ دمشق میں مسجدِ اُموی کا ایک خوبصورت منظر

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ، زنگی سلطنت کے بانی اور عماد الدین کے بیٹے تھے۔ جنہوں نے تاریخ اسلام میں بڑا نام پیدا کیا اور بلادِ شام پر تقریباً 28 سال حکومت کی۔ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے عیسائیوں سے بیت المقدس کو واپس لینے کیلئے انتہائی کوششیں کیں اور اس مقصد کے حصول کیلئے اُنہوں نے گردونواح کی چھوٹی چھوٹی مسلمان حکومتوں کو بھی اپنی مملکت میں شامل کیا۔ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا دارالحکومت حلب تھا اور فتح دمشق کے بعد اُسے اپنا دارالحکومت قرار دے دیا۔ سلطان نے صلیبی ریاست انطاکیہ پر حملے کر کے کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ دوسری صلیبی جنگ کے دوران دمشق پر قبضہ کرنے کی کوششیں بھی ناکام بنادی گئیں اور بیت المقدس سے عیسائیوں کو نکالنے کی راہ ہموار ہوگئی۔

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر پر قبضے کے بعد بیت المقدس پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مسجدِ اقصیٰ شریف کیلئے ایک اعلیٰ درجے کا منبر بھی تیار کروایا کہ فتح بیت المقدس کے بعد وہ اس منبر کو اپنے ہاتھوں سے رکھے گا لیکن خداوند تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کیونکہ یہ سعادت ازل سے کسی اور عظیم شخصیت کی قسمت میں لکھی جا چکی تھی۔

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ ابھی بیت المقدس پر حملے کی تیاریاں کر ہی رہا تھا کہ اُس کے گلے میں معمولی سی تکلیف ہوئی جو بڑھتے بڑھتے خناق کی صورت اختیار کر گئی اور بالآخر سلطان کا آخری وقت آپہنچا اور 21 شوال 569ھ دنیائے اسلام کے اس عظیم سلطان نے اس فانی دنیا کو الوداع کہا۔ سلطان کی وفات کا دن دمشق میں قیامت کا دن تھا۔ اُس کے وصال کی خبر دمشق پر بجلی بن کر گری اور اُن کے دامن صبر وضبط کو جلا کر راکھ کر دیا۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور دمشق کا چپہ چپہ شورِ محشر کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔

عالمِ اسلام میں سلطان کی یہ خبر پہنچی تو ہر طرف ماتم برپا ہو گیا اور مسلمانوں کی نظروں میں دنیا تاریک ہوگئی، خلیفۂ بغداد اور سلطانِ مصر کو جب یہ خبر ملی تو وہ بے اختیار رو دیئے اور مرحوم سلطان کے فرزند اور دمشقی امراء کو تعزیتی خطوط لکھے۔ شعراء نے طویل مرثیے لکھے جنہیں لوگ پڑھتے تھے اور بے اختیار روتے تھے۔

سلطان کی میت کو دمشق کے علماء اور صلحاء نے غسل دیا اور پھر رزقِ حلال سے تیار کئے ہوئے پاک کپڑوں میں اُسے کفنایا۔ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا۔ وصال سے پہلے سلطان نے وصیت کی تھی کہ اس موئے مبارک کو میرے لبوں کے درمیان رکھ دینا۔ جنازہ اُٹھایا گیا تو ہر طرف سے آہ وفغاں کی آوازیں بلند ہونے لگیں، لوگ گروہ در گروہ آتے اور میدانِ اخضر میں نمازِ جنازہ پڑھتے، سلطان مرحوم کی کئی بار نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور پھر اس بطلِ عظیم وجلیل کو زیرِ زمین سلادیا گیا۔

دمشق شہر کا مشہورِ زمانہ بازار بنام ''سوق حمیدیہ'' ختم ہونے سے پہلے دائیں طرف ایک چھوٹا سا بازار بنام ''سوق الخیاطین'' ہے۔ اس بازار کے دائیں جانب ایک کمرے میں عظیم اسلامی سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضر ہوا تو اُس نے یہاں ایک عجیب بات محسوس کی کہ قبرِ مبارک کے احاطہ میں ایک نور سا پھیلا ہوا ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ کیونکہ اِس خاک میں ایک ایسا مردِ مؤمن اور مردِ مجاہد آرام فرما تھا جس نے اپنی آخری سانس تک کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد کیا تھا اور یہ وہ خوش نصیب ترین انسان تھا جسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔

مشہور مؤرخ ابنِ خلکان لکھتا ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے کسی مسئلہ میں انتہائی پریشان تھا اور میں اسی پریشانی کے عالم میں سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چلا گیا اور بہت ہی پُر درد لہجے میں دُعا مانگی، ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ میرا وہ مشکل ترین مسئلہ اِس طرح حل ہو گیا کہ میں آج بھی اِس کو ناقابلِ یقین تصور کرتا ہوں۔ ابنِ خلکان کے علاوہ تاریخ میں اور بھی بہت سے بڑے بڑے لوگوں کے ایسے کئی واقعات درج ہیں کہ جن کی دُعائیں سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضر ہونے سے قبول ہو گئیں۔

مسجد نور الدین زنگی میں محفلِ ذکر و نعت

حضور قبلہ شہزادۂ غوث الثقلین اور سید حسنین محی الدین کے ہمراہ مسجد نور الدین زنگی میں حاضر ہوئے، جہاں پر محفلِ ذکر و نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاری تھی اور قصیدہ بردہ شریف باآوازِ بلند انتہائی دلکش انداز میں پڑھا جا رہا تھا۔ منتظمین حضرات نے شہزادۂ غوث الثقلین کو ایک نمایاں مقام پر بٹھایا اور ہم بھی آپ کے قریب بیٹھ گئے۔ قصیدہ بردہ شریف کے اختتام پر نعتیہ اشعار کے گلدستے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیے گئے۔ اِس کے بعد تمام حاضرین ایک دائرے کی صورت میں کھڑے ہو گئے اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ذکرِ قادریہ و رفاعیہ کا آغاز ہوا جو انتہائی پُر کیف اور وجد کی کیفیت پیدا کر رہا تھا۔ اسی دوران ایک ذمہ دار شخص شہزادۂ غوث الثقلین کے قریب آیا اور نہایت مؤدبانہ انداز میں گزارش کی کہ آپ بھی حلقۂ ذکر میں تشریف لا کر ذکر کروائیں۔ صدرِ محفل، ایک بزرگ شخصیت جو کرسی پر تشریف فرما تھے، شہزادۂ غوث الثقلین نے قواعد کے مطابق سب سے پہلے اُن کی دست بوسی کی اور پھر حلقۂ ذکر کے عین درمیان میں کھڑے ہو کر ذکر کرواتے رہے اور ذکر کروانے کے بعد واپس اپنے مقام پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ یہ سلسلہ ایک طویل وقت تک جاری رہا پھر دُعا کے ساتھ یہ بابرکت محفل اختتام پذیر ہوئی۔ حضور قبلہ نے اِس مبارک محفل میں حاضری کی سعادت حاصل ہونے پر ہمیں مبارک باد دی۔ اسی دوران کئی حاضرین آپ سے دست بوسی کا شرف حاصل کرتے رہے۔ شہزادۂ غوث الثقلین نے فرمایا کہ یہ سب حضرت

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی تصرف ہے جو آج بھی جاری وساری ہے۔ مسجد سے نکل کر بارگاہ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہوئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس بزرگ سلطان کے وسیلہ سے سب کیلئے دُعائیں کی گئیں۔

حضرت سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ وہ عظیم سلطان ہے جس نے مدینہ منورہ میں اُن دو نصرانیوں کا کام تمام کرنے کے بعد اِس سعادتِ عظمیٰ کے حصول پر پورے شہر مدینہ منورہ کا طواف (چکر) کیا۔ اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں اطراف میں سیسہ پلائی دیوار کی تعمیر کروا دی۔ بارگاہِ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ میں کچھ دیر اُن کے تصرفات سے مستفیض ہونے کے بعد باہر آئے اور گاڑی میں سوار ہو کر اپنی رہائش گاہ پہنچے اور حضور قبلہ کے ہمراہ 1425ھ کے رمضان المبارک کا پہلا روزہ سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا کی قربت میں افطار کیا اور پھر ملکِ شام کے دوسرے شہروں میں موجود زیارات کا پروگرام ترتیب دیا۔

دمشق

مقام سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا

مزار مبارک سیدۃ رقیہ رضی اللہ عنہا

دمشق

مزارِ مبارک اُم المؤمنین سیدۃ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا

مزارِ مبارک اُم المؤمنین سیدۃ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا

مقامِ مبارک سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

دمشق
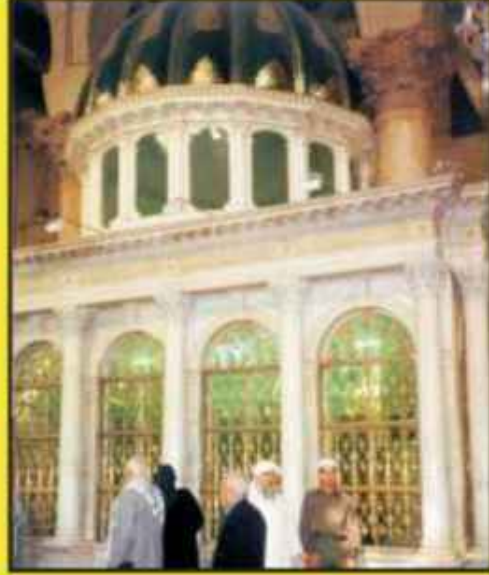
مقام رأس نبی اللہ یحییٰ علیہ السلام

مقام رأس امام حسین رضی اللہ عنہ

حماہ شہر میں مسجدِ نوری اور ناعورہ کا خوبصورت منظر

حمص

بیرونی منظر مزارِ مبارک حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

اندرونی منظر مزارِ مبارک حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

جبلہ میں مزارِ مبارک سیدنا ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ

مزارِ مبارک حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

دمشق میں جامع اُمویہ کا ایک خوبصورت منظر

دمشق

شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کا راستہ

رئیس المکاشفین شیخ محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کا مزار پُر انوار

دمشق

مزارِ پُر انوار سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ

مزار مبارک سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

حلب

مزارِ پُر انوار نبی اللہ زکریا علیہ السلام

وہ مقام جہاں پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا گیا تھا

101
شہرِ رسول ﷺ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ
وَ عَلٰی آلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نُّوْرِ الْاَنْوَارِ
وَسِرِّ الْاَسْرَارِ وَسَیِّدِ الْاَبْرَارِ

کہنا صبا حضور ﷺ سے کہتا ہے اِک غلام   بس اِک نظر ہو ایک نظر کا سوال ہے

چمکتی رہے تیرے ﷺ روضے کی جالی

شہرِ رسول ﷺ

محراب النبی ﷺ

یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ خذ بیدی

منبر رسول ﷺ کے دو خوبصورت مناظر

حجرۂ فاطمہ الزاہرا رضی اللہ عنہا

مزارِ پُر انوار خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

مزار مبارک سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مزار مبارک سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ
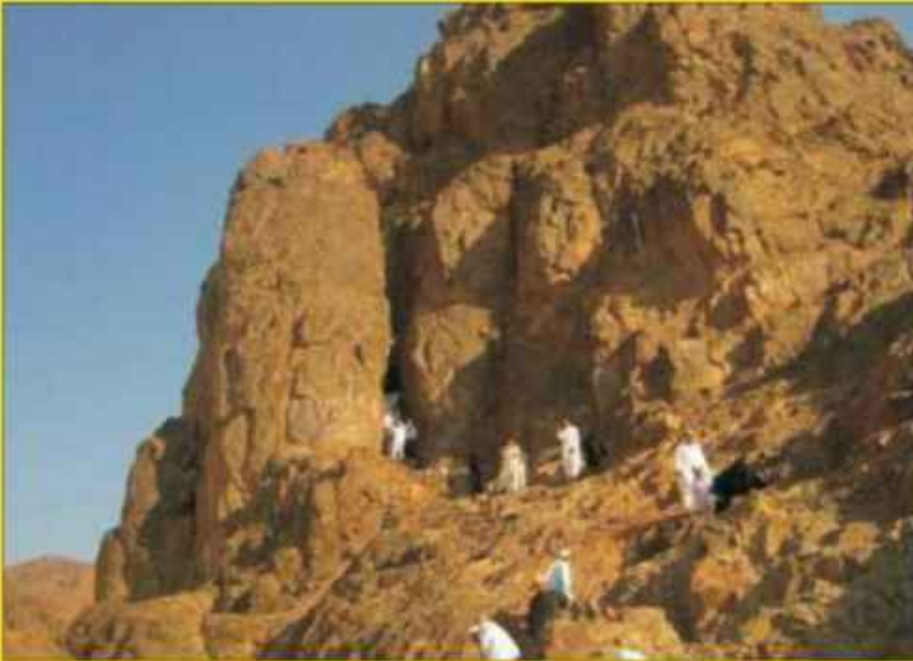
احد پہاڑ کا ایک خوبصورت منظر

جنتی کنواں (بئر غرس)

اولین مسجد، مسجد قباء

شہرِ رسول ﷺ

یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ
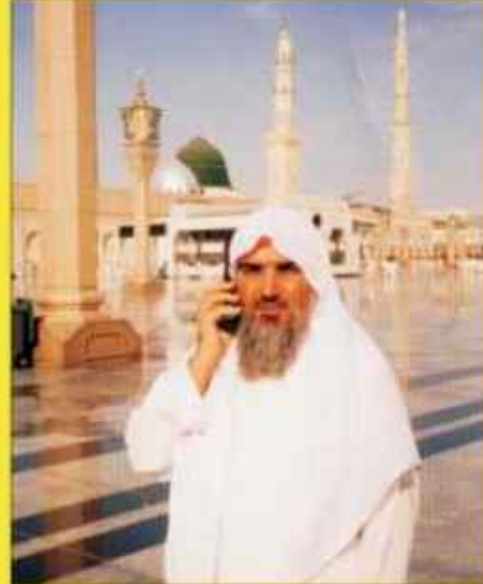
شہزادۂ غوث الثقلین گنبدِ خضراء کے سائے میں

سیدی و مرشدی کی رہائش گاہ پر منعقدہ محفل میں شریک شخصیات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمص (شہر) کے بارے میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے،

"لَیَبْعَثَنَّ اللہُ مِنْھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ سَبْعِیْنَ اَلْفًا لَّا حِسَابًا عَلَیْھِمْ وَلَا عَذَابًا"

(اللہ تبارک وتعالیٰ اِس (شہر) سے ستر ہزار (افراد) ایسے اُٹھائے گا جن سے کوئی حساب وکتاب نہ لیا جائے گا)

[اِس کو احمد، طبرانی اور بزار نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے]

بابرکت شہر حمص

ملکِ شام کا ایک بابرکت، قدیم، تاریخی اور خوبصورت شہر ہے جو شام کے دارالحکومت دمشق سے 150 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ بحمد اللہ! اس شہرِ مقدس میں تین بار حاضری کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ اس شہر میں موجود مقاماتِ مقدسہ جن پر حاضری کا شرف حاصل ہوا، برکت کے حصول کیلئے اُن کا تذکرہ درج ذیل سطور میں حاضر ہے۔

مزارِ مبارک سیف اللہ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

عظیم صحابیِ رسول ﷺ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تاریخِ اسلام کی وہ عظیم و مجاہد شخصیت ہیں جن کو بارگاہِ نبوی ﷺ سے ''**سیف اللّٰہ**'' کا خطابِ عظیم ملا تھا۔ آپ نے 125 کے قریب جنگوں میں حصہ لیا اور کسی بھی جنگ میں شکست نہ کھائی۔ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جن علاقوں کو فتح کیا وہ اب بھی مسلمانوں کے زیرِ تسلط ہیں۔ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جنگی احوال فتحِ دمشق میں آپ پڑھ آئے ہیں۔ معرکہ مؤتہ کے موقع پر سیدنا زید رضی اللہ عنہ، سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ رواحہ رضی اللہ عنہ جان توڑ کر لڑے اور بے شمار زخم کھا کر باری باری شہید ہو گئے۔ پھر اسلامی لشکر کی قیادت حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سنبھالی اور ایسی بہادری اور دلیری سے لڑے کہ دشمن کو پیچھے دھکیل دیا۔ اس معرکہ میں آپ کے دستِ مبارک سے 9 کے قریب تلواریں ٹوٹیں۔ آپ کے جسمِ مبارک کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جس پر تیر، تلوار یا نیزے کے زخموں کے نشانات نہ ہوں۔ آپ ہر معرکہ میں شہادت کی خواہش لے کر شریک ہوتے لیکن شہادت نصیب نہ ہو سکی کیونکہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے سیف اللہ (یعنی اللہ کی تلوار) کا لقب دیا تھا اُسے کون شہید کر سکتا تھا۔

حمص شہر میں داخل ہوتے ہی حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک کا گنبد اور مسجد شریف کے طویل مینار دور سے ہی نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب ایک گوشے میں آپ رضی اللہ عنہ کا مزارِ مبارک ہے جس کے اوپر ایک انتہائی خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے۔ مزارِ مبارک کے اِردگرد پیتل کی جالی لگی ہوئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہما بھی آرام فرما ہیں۔ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک کے بالمقابل بائیں گوشے میں سیدنا عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مزارِ مبارک ہے۔

حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور ایک چادر کا نذرانہ پیش کیا۔ مختصر محفلِ نعت منعقد کی اور جب باآوازِ بلند قصیدہ بردہ شریف کا ذکر شروع کیا تو مسجد میں موجود حضرات بھی ہمارے ساتھ اس محفل میں شریک ہو گئے۔ دُعا کے بعد امام و خطیب صاحب نے بارگاہِ سید خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ایک جائے نماز کا تحفہ ہمیں پیش کیا جو سدرہ شریف کے قصرِ تبرکات میں محفوظ ہے اور زیارت کی جا سکتی ہے۔

حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا وصال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔حمص شہر کے قدیم ترین قبرستان کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اِس میں 200 سے زائد صحابہ کرام آرام فرما ہیں۔حمص شہر کے وسط میں مسجد صغیر میں اسلام کے چوتھے نمبر پر مشرف بہ اسلام ہونے والے صحابیِ رسول ﷺ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے اور شہر حمص کی دوسری مساجد میں جامع نوری لائق زیارت ہے۔

شہر حمص کی اہم ومشہور زیاراتِ مقدسہ کا شرف حاصل کرنے کے بعد ملکِ شام کے تاریخی شہر حماہ روانہ ہوئے جس کا ذرا تفصیل سے تذکرہ کریں گے کیونکہ شہزادۂ غوث الثقلین سید محمد انور گیلانی مدظلہ العالی کے اجداد کا تعلق اسی شہر حماہ سے ہے۔

تاریخ شہرِ حماہ

دمشق، حلب اور حمص کے بعد شہر حماہ ملکِ شام کا چوتھا بڑا اہم ومعروف شہر ہے جو دریائے عاصی کے کنارے واقع ہے۔دریائے عاصی شام سے گزرتا ہوا بحرِ متوسط میں جا گرتا ہے۔اس دریا کے کنارے تاریخ کی کئی اہم جنگیں بھی لڑی جا چکی ہیں۔شہر حماہ، شام کے دارالحکومت دمشق سے 210 کلومیٹر اور شہر حلب سے 135 کلومیٹر کے فاصلے پر شام کے مشہور شہروں کے عین وسط میں واقع ہے۔سپہ سالارِ افواجِ اسلام حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے فتح حمص کے بعد شہر حماہ کو بذریعہ صلح فتح کیا۔آپ نے قیامِ حماہ کے دوران اس شہر کے سب سے بڑے گرجا گھر کو مسجد میں تبدیل کیا۔

دریائے عاصی پر 30 سے زائد نواعیر (پن چکیاں یا واٹر ویلز) تعمیر کی گئیں۔ان بڑے بڑے واٹر ویلز سے پانی نکال کر دور دراز کھیتوں تک زرعی فصلوں کو پہنچایا جاتا تھا۔آج بھی شہر حماہ میں کئی نواعیر موجود ہیں جنہیں اب زرعی مقاصد کے استعمال سے زیادہ ثقافتی ورثے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔معیار، خوبصورتی اور سائز کے اعتبار سے ایسی نواعیر دُنیا کے کسی اور علاقے میں موجود نہیں ہیں۔شہر کے قابلِ دید مقامات میں یہاں کی نواعیر سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنی رہتی ہیں۔

شہر حماہ کی قدیم و تاریخ مساجد

حماہ کو مساجد کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ اس شہر میں مذہبی اور تاریخی نوعیت کی بے شمار مساجد ہیں۔ صرف چند مساجد کا تذکرہ کرتے ہیں۔

الجامع الاعلیٰ الکبیر

حماہ کی اس تاریخی قدیم ترین مسجد کو جامع کبیر یا جامع اعلیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ عظیم مسجد ہے جس پر شہر حماہ کو فخر حاصل ہے کیونکہ مسجد حرام، مسجد نبوی شریف، مسجد اقصیٰ شریف اور مسجد قبا شریف کے بعد تاریخ اسلام کی یہ پانچویں مسجد ہے۔ اونچائی پر واقع ہونے کی وجہ سے اسے جامع اعلیٰ (اونچی مسجد) اور ''لؤ لؤۃ حماہ'' (یعنی حماہ کا موتی) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد مبارک قلعہ حماہ کے قریب واقع ہے۔ اس عظیم و تاریخی مسجد کے دو مینار، ایک جانب جنوب اور ایک جانب شمال ہے۔ اس مسجد کا کڑھائی والا لکڑی کا منبر 700 ہجری حماہ کے نائب سلطنت زین الدین کتبغا نے تعمیر کروایا تھا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مسجد میں ایوبی بادشاہوں الملک المنصور اور اُن کے بیٹے المظفر الثالث کے مقابر بھی موجود ہیں۔

مسجدِ جامع اعلیٰ کے مقام کی قدیم ترین تاریخ کے مطابق یہاں معبد تھا۔ 350ء میں اِسے گرجا میں تبدیل کر دیا گیا، پھر اس مسجد میں عباسی خلیفہ المہدی نے اضافہ کیا اور پھر ہر دورِ حکومت میں اس مسجد میں تعدیل و ترمیم ہوتی رہی اور آرائش و تزئین میں اضافہ ہوتا رہا، حتیٰ کہ سال 1982ء کے خونی فسادات میں مسجد کو شدید نقصان پہنچا اور دوبارہ سال 1991ء میں اِسے پرانی طرز پر تعمیر کر دیا گیا۔

الجامع النوری

شہر حماہ کی دوسری قدیم تاریخی مسجد ''الجامع النوری'' ہے جو سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تاریخی ''دیر قزما'' کی جگہ 558ھ میں تعمیر کروائی۔ اس لحاظ سے اِس مسجد کی عمر تقریباً 900 سال بنتی ہے۔ یہ مسجد عہدِ زنگی کے بہترین فنِ تعمیر کا ایک شاہکار ہے۔ یہ مسجد اپنے منفرد اور خوبصورت مینار کی وجہ سے انتہائی شہرت کی حامل ہے۔ شاہ مظفر نے اپنا مشہور محل جو ''قصر دار السعادۃ'' کے نام سے مشہور ہوا، اس عظیم مسجد کے قریب بنایا، دور دور سے زائرین اس مسجد کو دیکھنے کیلئے آتے ہیں۔

جامع الحسنین

یہ مسجد پہلے جامع الحسن، پھر جامع الحسن والحسین کے نام سے مشہور و معروف تھی اور اب جامع الحسنین کے نام سے جانی جاتی ہے۔ یہ قدیم و تاریخی مسجد قلعہ حماہ کے جنوب میں واقع ہے۔ جامع الحسین کی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو عراق سے دمشق لایا جا رہا تھا تو دورانِ سفر حماہ سے گزرتے ہوئے اِس مقام پر آپ کے سرِ اقدس

کو کچھ وقت کیلئے رکھا گیا تھا۔ جامع الحسنین کے دو گنبد اور ایک مینار ہے۔ مجاہد اسلام حضرت سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مشرقی گنبد دوبارہ تعمیر کروایا کیونکہ 552ھ کے شدید زلزلے میں جو حماہ میں آیا تھا، اس مسجد کو بھی کافی نقصان پہنچا تھا۔ جامع الحسنین کے مشرقی جانب ایک مزار مبارک حضرت یونس علیہ السلام سے منسوب ہے اور اس کے شمال میں مدرسئہ فریجیہ کی باقیات موجود ہیں۔

جامع ابی الفداء

ابی الفداء کے عظیم کارہائے نمایاں میں شہر حماہ کی اِس تاریخی مسجد کو جامع الدہشۃ اور جامع الحیایا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ مسجد دریائے عاصی کے شمال جانب واقع ہے۔ 727ھ میں اس مسجد کی تعمیر ہوئی۔ صحنِ مسجد میں ایک گنبد کے نیچے ابوالفداء کی قبر ہے جو انہوں نے اپنی زندگی میں ہی تعمیر کروائی تھی۔

الجامع الاعلیٰ الکبیر

الجامع النوری

شہر حماہ میں خانوادۂ قادریہ رزاقیہ

شہر حماہ میں حضور غوث پاک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سب سے پہلے تشریف لانے والی شخصیت حضرت سیف الدین یحیٰ گیلانی رضی اللہ عنہ ہیں جو تاج الدین سیدنا عبدالرزاق بن سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت سید سیف الدین یحیٰ گیلانی رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت بغداد میں ہوئی۔ آپ انتہائی زاہد و عابد تھے۔ سال 684ھ حج پر جاتے ہوئے شام کے شہر حماہ سے گزرے تو اُنہیں اس شہر کی آب و ہوا، اس کا پانی اور اُس کے خوبصورت باغات بہت پسند آئے۔ حج سے واپسی پر بھی یہی راستہ اختیار کیا اور اپنے خاندان اور احباب کے ہمراہ حماہ میں قیام کا ارادہ فرمالیا۔ اُس وقت شاہ حماہ ''المظفر الثالث'' تھا۔ حضرت سیف الدین یحیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اور اپنے احباب کیلئے شاہ حماہ سے سکونت کیلئے جگہ طلب کی تو اُس نے دریائے عاصی کی مشرقی جانب زمین کا ایک ٹکڑا عطا کرتے ہوئے حضرت سیف الدین یحیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا ''**هذا الحاضر**'' کہ یہ حاضر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر ایک محلّہ آباد کیا جو بعد میں محلّہ ''**يحيىٰ الحاضر**'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔

حضرت سیف الدین یحیٰ رضی اللہ عنہ نے شہر حماہ میں شاہ حماہ ''ابی الفداء'' کے وصال کے 3 سال بعد 734ھ میں وصال فرمایا۔ صاحبِ قلائد الجواہر فرماتے ہیں کہ آپ کو ''باب الناعورۃ'' بالمقابل زاویہ قادریہ میں دفنایا گیا۔ بعد میں محلّہ یحیٰ الحاضر پھیلتا گیا جس نے ایک بڑے محلّے کی صورت اختیار کرلی اور پھر گیلانی محلّہ یا آلِ گیلانی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ دریائے عاصی کے مشرقی اور مغربی حصے کو ایک پُل کے ذریعے ملادیا گیا اور یہ پُل ''**جسر الشيخ عبدالقادر**'' کے نام سے مشہور ہوگیا لیکن عوام اُسے ''**جسر بيت الشيخ**'' کے نام سے پکارا کرتے۔

حضرت شیخ سیف الدین یحیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک نمایاں شخصیت حضرت شیخ یاسین القادری رحمۃ اللہ علیہ نے 1113ھ حماہ کے زاویہ قادریہ کی تجدید کروائی اور اُس کی انتہائی خوبصورت انداز میں تزئین و آرائش کروائی، حتیٰ کہ اس زاویہ قادریہ کا عظیم اسلامی عمارات میں شمار ہونے لگا۔ لیکن افسوس 1982ء کے خونی فسادات میں یہ محلّہ اور زاویہ قادریہ تباہ ہوگئے اور حکومتِ وقت نے اُس مقام کی جگہ ''**فندق افاميا الشام**'' ایک ہوٹل تعمیر کردیا۔

حضرت قبلہ شہزادۂ غوث الثقلین السید محمد انور گیلانی مدظلہ العالی کے اجداد کا تعلق بھی حماہ کے اِسی خانوادۂ قادریہ رزاقیہ سے ہے۔

حماہ شہر میں پہاڑ کی ایک چوٹی پر مقام سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور مقام عظیم صحابی رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ لائق زیارت ہیں۔

شہر جبلہ

ملکِ شام کی مرکزی بندرگاہ ''لاذقیہ'' اور ''بانیاس'' شہر کے درمیان ایک اور چھوٹی سی بندرگاہ ''جبلہ'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ جس کے کنارے سلطانِ وقت حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ کا مزارِ مبارک اور مسجد موجود ہے۔ سلطان ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ بلخ کے بادشاہ تھے۔ ایک واقعہ سے متاثر ہو کر دنیا ترک کر دی اور سفر کرتے ہوئے نواحِ نیشاپور میں پہنچ گئے جہاں ایک غار میں تقریباً 9 سال تک ریاضت کی۔ اُس کے بعد آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں طویل عرصہ عبادت و ریاضت میں گزارا، اِس دوران آپ کو کئی بزرگانِ دین سے شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں سلوک و تصوف کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اپنے شیخ کریم کی وفات کے بعد سفر کرتے کرتے ملکِ شام میں جبلہ کے اس مقام کو رونق بخشی اور سمندر کے کنارے ایک ویران جگہ میں اپنا ایک مختصر سا ٹھکانہ بنالیا اور بقیہ عمر وہیں ذکرِ الٰہی میں گزار دی۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے بقول آپ فقراء کے تمام علوم و اسرار کی کنجی ہیں۔ سیدنا ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب گناہ کا ارادہ کرو تو خدا کی بادشاہت سے باہر نکل جاؤ۔ فقر کے متعلق آپ کا اِرشاد ہے کہ فقر ایک خزانہ ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمان میں رکھ دیا ہے اور وہ یہ خزانہ اُن لوگوں کے سوا جن سے وہ محبت کرتا ہے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ ذاتِ خداوندی کو پہچاننے والے کی نشانی کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ہر وقت نیکی اور عبادت کی فکر میں رہتا ہے اور اُس کا بیشتر کلام حمد وثناء پر مشتمل ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت! اتنی بڑی حکومت چھوڑ کر آپ ایک ویرانے میں بیٹھ گئے ہیں جہاں پر آپ کی بات سننے والا کوئی بھی نہیں، بلخ میں تو آپ کا حکم چلتا تھا، آپ اُس وقت سوئی سے کچھ سی رہے تھے، اپنی اُس سوئی کو سمندر میں پھینک دیا اور آواز دی کہ مجھے سوئی تلاش کر کے دو، فوراً ہزاروں کی تعداد میں مچھلیاں کئی قسم کی سوئیاں اپنے منہ میں لئے حاضر ہو گئیں، آپ نے فرمایا نہیں مجھے اپنی سوئی چاہئے۔ ایک مچھلی نے آپ کو وہی سوئی لاکر پیش کر دی۔ آپ نے پوچھنے والے سے فرمایا کہ وہ حکمرانی اچھی تھی یا یہاں کے ویرانے میں عبادت۔ یہ کرامت دیکھنے کے بعد وہ شخص معافی کا طلب گار ہو گیا۔

بحمد اللہ! حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور پھر آپ کے فیوضات و برکات سے مستفیض ہونے اور اجازت کے بعد اپنی اگلی منزل روانہ ہوئے۔

شہر حلب

شہر حلب ملکِ شام کا دوسرا بڑا شہر اور تجارتی دارالخلافہ ہے جو ملکِ ترکی کی سرحد سے 40 کلومیٹر اور دارالحکومت دمشق سے 350 کلومیٹر دور ہے۔ شہر حلب کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہ شہر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا آباد کیا ہوا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اس شہر میں بکریوں کے ریوڑ رکھے ہوئے تھے اور اس شہر میں ہر آنے جانے والے کو دودھ پلایا کرتے تھے۔ عربی زبان میں دودھ کو حلیب کہتے ہیں، اس لئے اس جگہ کا نام حلیب کی نسبت سے حلب پڑ گیا۔ یہ تقریباً 4000 سال قدیم شہر ہے۔ حلب دُنیا کے اُن قدیم شہروں میں سے ہے جو اب تک موجود ہیں۔ لشکرِ اسلام نے 16ھ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں حلب پر حملہ کیا تو کوئی بھی اُن کے مقابلہ میں نہ آیا اور اہلِ شہر نے بلا کسی مزاحمت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔

شہر حلب ایک زمانہ تک علم و ادب کا گہوارہ رہا۔ بیشتر انبیائے کرام اور اولیائے عظام اِس سرزمین میں جلوہ گر رہے۔ اس شہر مقدس کے چند مقامات کا تذکرہ ذیل میں درج ہے۔

مشھد حسین رضی اللہ عنہ

حلب شہر میں داخل ہوتے ہی ایک مشہور و معروف مقام بنام ''مشہد حسین رضی اللہ عنہ'' آتا ہے۔ یہ وہی مقامِ مقدس ہے کہ جہاں سے فوجِ یزید اسیرانِ اہل بیت اور شہدائے کربلا کے سرلے کر گزر رہی تھی تو، رات گزارنے کیلئے اِس مقام پر (جو اہلِ کتاب کا گرجا تھا) ٹھہر گئے۔ گرجا کے پادری نے یزیدی فوج کو جو درہم و دینار کے بندے تھے رقم ادا کر کے اُس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ انور کو ایک مقام پر رکھا اور عطر و کافور سے معطر کرتا رہا اور ادب و احترام سے اُس کی زیارت کرتا رہا۔ اِس عزت و تکریم کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ اُس سے راضی ہو گیا، راہب پر گریہ طاری ہوا، جس سے اُس کی آنکھوں سے پردے اُٹھ گئے اور اِسی دوران اُس نے سرِ مبارک کی جن کیفیات اور انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا تھا وہ دولتِ اسلام سے فیض یاب ہو گیا۔ آج بھی اس پتھر پر نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خونِ مبارک کے نشانات موجود ہیں اور بالکل تر و تازہ ہیں۔

مزارِ پُر انوار حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام ایک دفعہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو جہنم کے عذاب کا وعظ فرما رہے تھے اور اُن کا بیٹا حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی سن رہا تھا۔ اس بیان کے سننے کے بعد حضرت یحییٰ ایک آہ مار کر اُٹھے اور وہاں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف چلے گئے۔ مسلسل سات دن رات پہاڑوں پر روتے اور پھرتے رہے اور ان کی ماں پہاڑوں پر جا کر سات دن تک تلاش کرتی رہیں۔ پھر ایک آدمی نے خبر دی اور ماں ان کو لے کر آئی اور حضرت یحییٰ کی عمر اس وقت سات برس کی تھی اور انہوں نے مسجد

میں جا کر گوشہ نشینی اختیار کی اور خدا کی عبادت میں مشغول رہے اور ادھر قوم بنی اسرائیل نے فساد برپا کیا اور وہ لوگ بے شرع چلنے لگے۔ حضرت زکریا علیہ السلام ان کو نصیحت کرتے رہے لیکن وہ ان کی جان کے درپے ہو گئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک درخت کے تنے میں پناہ لے رکھی تھی۔ ایک دفعہ دشمنوں نے تعاقب کیا آپ نے درخت کے تنے میں جا کر پناہ لی۔ اسی وقت شیطان نے انسان کی صورت میں ان کافروں کو بتایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام درخت کے تنے میں گھسے ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی ان کافروں نے ایک بڑا آرا لے کر اس درخت کو کاٹنے لگے، اور حضرت زکریا علیہ السلام کے سر میں جب آرا لگا تو حضرت زکریا علیہ السلام اُف کر کے اٹھے فوراً اُسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے انہوں نے کہا، اے زکریا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تو اُف کرے گا تو صابر پیغمبروں کے دفتر سے تجھ کو خارج کر دوں گا، تو نے کیوں اس درخت میں پناہ حاصل کی اور اب اسی درخت سے مدد مانگ یا تُو برداشت کر۔ پس حضرت زکریا نے اُف تک بھی نہیں کی اور اپنی جان اسی طرح خدا کو سونپ دی۔ پھر اس کے بعد یہ خبر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پہنچی اور کچھ کافروں نے زکریا علیہ السلام کو اس درخت کے اندر آرے سے چیر ڈالا یہ سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مزارِ مبارک حلب کی مشہورِ زمانہ اور تاریخی مسجد جامع اُموی الکبیر میں موجود ہے، جو حلب کے قدیم محلّہ "**حئی الجلوم**" میں واقع ہے۔ مشہور سیاح حضرت ابن جبیر اپنے مشہورِ عالم سفرنامہ میں اس مسجد کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہ مسجد دنیا کے سارے شہروں میں بہترین اور خوبصورت مسجد ہے۔ شہر حلب کی دوسری مساجد میں جامع العمری اور مدرسہ خسرویہ قابلِ دید ہیں۔

شہر رقہ

رقہ، دریائے فرات کے کنارے ایک صحرا تھا جو اب بڑھ کر شہر کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ تاریخ کی جنگِ صفین اسی مقام پر ہوئی تھی۔ نہرِ فرات کو عبور کرنے کے بعد شہر میں جب داخل ہوں تو دائیں طرف حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزاراتِ مبارکہ ہیں جو اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے مزاراتِ مبارکہ انتہائی خوبصورت انداز میں تعمیر ہوئے ہیں۔ مزاراتِ مبارکہ کی دیواروں پر ان عظیم شخصیات کے فضائل و مناقب پر احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کندہ ہیں۔ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ، اُن برگزیدہ بندوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی ظاہری زندگی بھی پوشیدہ گزاری، اسی طرح وصال کے بعد بھی مستور ہیں۔ آپ کے مقامِ دفن کے بارے میں واضح طور پر معلوم نہیں اور سات مقامات پر آپ کے مزاراتِ مبارکہ بتائے جاتے ہیں۔ بزرگوں سے منسوب کوئی بھی مقام لائق ادب و تکریم ہوتا ہے اور یقیناً اُس مقام کے فیوضات و برکات بھی ہوتے ہیں۔

شہر معرة النعمان

شہر معرۃ النعمان صوبۂ ادلب میں آتا ہے اور اس شہر میں سب سے مقدس مقام خلیفۂ پنجم حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا مزارِ مبارک ہے جو ایک قلعہ نما عمارت میں واقع ہے۔ آپ کے قدموں میں آپ کی زوجہ مبارکہ اور ایک خادم آرام فرما ہیں۔ قبر مبارک انتہائی سادہ ہے۔ حضرت امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک شہر حمص میں بتائی ہے (الحمدللہ! اس مقام پر بھی حاضری کا شرف حاصل ہے) مگر دیگر علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک معرۃ النعمان میں ہے۔

خلیفۂ پنجم حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو پانچواں خلیفۂ راشد تسلیم کیا گیا ہے۔ حدیث وسیر اور تاریخ کی کتابوں میں آپ کے عدل وانصاف، فہم وفراست اور قضاء وسیاست کے بے شمار واقعات محفوظ ہیں اور اگر اُن کو جمع کیا جائے تو آپ کے احوال پر ایک بہترین گلدستہ تیار ہوسکتا ہے۔ علمائے کرام نے آپ کی سیرت پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں ''سیرت ابن جوزی'' معروف ومشہور ہیں۔ سب سے پہلی اور شاندار کتاب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد الفقیہ ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم المالکی رضی اللہ عنہ (م 214ھ) کی تالیف ہے، جس کے بارے میں حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ابن حکم نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے جو آپ کی سیرتِ جمیلہ اور حسنِ طریقت پر مشتمل ہے۔ اور اِس کتاب میں وہ نفائس ہیں جن کے علم وعمل سے استغناء ممکن نہیں''۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب آپ دیکھیں کہ کوئی شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے، اُن کے محاسن کا ذکر اور اُن کی اشاعت کا اہتمام کرتا ہے تو اُس کا نتیجہ خیر ہی خیر ہے''۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں اور آپ کے والد مصر کے گورنر تھے۔ شاہانہ ماحول میں پرورش پانے کے باوجود آپ کی طبیعت سادگی وزہد پسند تھی۔ علم وفضل کے اعتبار سے آپ امام وقت تھے۔ سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد آپ خلیفہ بنے اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر چلنا اپنا شعار بنایا اور عدل وانصاف کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ خلافتِ راشدہ کی یاد پھر سے تازہ ہوگئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی اصلاحات اور عدل پسندی کے باعث کئی امراء آپ کے سخت خلاف ہوگئے تھے۔ اُنہیں خدشہ تھا کہ اگر یہی حالات رہے تو حکومت اُن کے خاندان سے نکل جائے گی چنانچہ ایک سازش کرکے آپ رضی اللہ عنہ کے کھانے میں زہر ملا دیا گیا جس سے آپ رجب 101ھ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

بصریٰ الشام

ایک بار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سرکارِ دو عالم ﷺ سے پوچھا،
یا رسول اللہ ﷺ! آپ اپنے بارے میں ہمیں بتائیں، جس پر نبی اکرم ﷺ
نے اِرشاد فرمایا۔

اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ، وَ بُشْرٰی عِیْسٰی،
وَ رَأَتْ اُمِّیْ حِیْنَ حَمَلَتْ بِیْ اَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ"
اَضَاءَ تْ لَهٗ بُصْرٰی مِنْ اَرْضِ الشَّامِ

میں اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم کی دُعا، حضرت عیسیٰ کی بشارت اور وہ نور ہوں جو
حمل کے وقت میری والدہ ماجدہ نے دیکھا
جو اُن کے جسم مبارک سے ظاہر ہوا جس سے سرزمین شام کا شہر بصریٰ منور ہوگیا۔

بصریٰ الشام

شہر بصریٰ شام کا قدیم ترین شہر ہے جو دمشق سے 140 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ سرزمین شام کا سب سے پہلے فتح ہونے والا یہی شہر ہے۔ جسے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ بصریٰ کی آبادی شروع ہوتے ہی ایک چھوٹی سی مسجد آتی ہے جس کا نام "**مبرك الناقة**" (اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ) ہے۔ بصریٰ شہر میں سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی حیاتِ مبارکہ میں دو بار تشریف لائے، پہلی مرتبہ بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور دوسری مرتبہ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مالِ تجارت لے کر۔ بصریٰ میں ہی آپ ﷺ کی بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس بحیرہ راہب کا گھر بھی مسجد مبرک الناقۃ کے قریب ہی ہے۔ مسجد کے اندر ایک کمرہ میں آج بھی اونٹنی کے قدموں کے واضح نشانات موجود ہیں۔

پہلے سفرِ مقدس میں بحیرہ راہب نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی اُن علامتوں اور صفتوں کو پہچانا جو تورات، انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں میں اُس نے پڑھی تھیں۔ جس سے وہ نبی آخر الزمان کے دیدار کے انتظار میں رہتا تھا اور جب بھی قریش کا کوئی قافلہ اس راہ سے گزرتا تو وہ اپنے صومعہ سے نکل کر قافلہ میں آتا اور حضور اکرم ﷺ کی معلوم نشانیوں کی بناء پر انہیں تلاش کرتا اور جب اُن میں وہ حضور ﷺ کو نہ پاتا تو واپس چلا جاتا۔

ایک مرتبہ جب قریش کا قافلہ آیا تو اُس نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا سرکارِ دو عالم ﷺ پر سایہ کئے ہوئے ساتھ چل رہا ہے۔ بحیرا اس صورت حال کو حیرت و تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ بحیرا نے اس قافلہ کو مہمان بننے کی دعوت دی لیکن حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو قیام گاہ پر ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ جب بحیرا نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر نظر ڈالی تو دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا اپنی جگہ پر قائم ہے۔ راہب نے کہا قافلے والو کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص باقی رہ گیا ہے جو یہاں نہ آیا ہو، پھر اُنہوں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کو بھی بلایا اور بادل کا وہ ٹکڑا بھی آپ ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے آیا۔ اُس وقت بحیرا نے یہ بھی سنا کہ پہاڑ کا ہر شجر و حجر یہ کہہ رہا ہے کہ "**السلام علیك یا رسول الله**"۔ بحیرا راہب نے آپ ﷺ کے شانۂ مبارک پر اُس مہرِ نبوت کو بھی دیکھا اور اُس کو اُسی طرح پایا جس طرح اُس نے آسمانی کتابوں میں پڑھا تھا۔ بحیرا نے مہرِ نبوت کو بوسہ دیا اور آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔

بحیرا راہب نے حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ فرزند نبی آخر الزمان ہوگا، اسے یہود و نصاریٰ سے محفوظ رکھا جائے۔ جس پر حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اُنہیں واپس مکہ مکرمہ بھیج دیا۔

بصریٰ کے دوسرے مقاماتِ مقدسہ میں جامع العمری، مسجد فاطمہ، مسجد یاقوت، جامع المبارک لائق زیارت ہیں۔

حتی الامکان شامِ مبارک کی زیاراتِ مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل کرنے کے بعد اپنی اگلی منزل شہرِ رسول ﷺ کیلئے رختِ سفر باندھا۔ ہفتہ 16 اکتوبر 2004ء بمطابق 2 رمضان المبارک 1425ھ کی افطاری اور چائے نوش کرنے کے بعد دمشق کے احباب کو الوداع کہا اور گاڑی میں سوار ہو کر دمشق ایئرپورٹ روانہ ہوئے۔ ایئرپورٹ کی ضروری کاغذی کارروائیوں کے بعد ہم نے عمرہ کی نیت سے احرام باندھا، نمازِ عشاء ادا کی اور دو نوافل ادا کرنے کے بعد تلبیہ پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد جہاز کی روانگی کا اعلان ہوا اور ہم جہاز میں سوار ہو گئے۔ جہاز اپنی منزل کی جانب روانہ ہوا اور سعودی عرب کے مقامی وقت 2:20 بجے جہاز جدہ ایئرپورٹ پر لینڈ کر گیا۔ طیارے سے باہر آئے اور بس میں سوار ہو کر امیگریشن لاؤنج پہنچے۔ رش نہ ہونے کی وجہ سے کچھ ہی وقت میں امیگریشن اور کسٹم کی کارروائیوں سے فارغ ہو گئے۔ باہر حضور شہزادۂ غوث الثقلین کے استقبال کیلئے جناب صفا گل اکرام صاحب، جناب محمد اسحٰق مکی صاحب، جناب منور صاحب اور جناب حاجی عبدالغفور صاحب کے صاحبزادے جناب طارق صاحب موجود تھے۔ تمام احباب کے ساتھ فرداً فرداً ملاقات کی اور طارق صاحب کی گاڑی میں سوار ہو کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔

مکہ مکرمہ

سرکارِ مدینہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ روئے زمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں محبوب اور خیر و برکت والا شہر مکہ مکرمہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ اس اُمت سے اُس وقت تک خیر و برکت زائل نہ ہوگی جب تک یہ حرمِ مکہ کی تعظیم کرتی رہے گی، جیسا کہ اُس کی تعظیم کا حق ہے اور جب اُس کی تعظیم چھوڑ دے گی تو ہلاک ہو جائے گی۔

جدہ شریف سے مکہ مکرمہ تک بہترین سڑک ہونے کے باعث گاڑی تیزی سے اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ سحری کے اختتام میں بھی بہت کم وقت رہ گیا تھا لہٰذا طارق صاحب نے قبلہ حضور سے درخواست کی کہ پہلے گھر چلتے ہیں تا کہ سحری کر لیں اُس کے بعد حرم شریف روانہ ہوں گے۔ ساڑھے چار بجے طارق صاحب کے گھر پہنچے۔ سحری تیار تھی، دس منٹ میں سحری کی اور چائے پی، اسی دوران حرم شریف سے فجر کی اذان بلند ہوگئی۔ دوبارہ گاڑی میں سوار ہو کر سوئے حرم روانہ ہوئے۔ چند ہی منٹ میں حرم شریف کے مینار نظر آنے لگے جن کی زیارت کے بعد دستِ دُعا بلند ہوئے۔ نمازِ فجر حرم شریف میں ادا کی، پھر عمرہ شریف کی ادائیگی کے بعد ہوٹل ''قصر سلمان'' روانہ ہوئے جہاں پر ملک نذیر صاحب پہلے سے منتظر تھے، اُنہوں نے قبلہ حضور کو خوش آمدید کہا اور ابتدائی گفتگو کے بعد کمروں کو روانہ ہوئے تا کہ کچھ آرام کیا جائے۔

آج کا روزہ حرم شریف میں افطار کیا، نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد واپس ہوٹل پہنچے، یہاں پر رات کے کھانے کا پُرتکلف انتظام تھا۔ نمازِ عشاء اور تراویح کیلئے روانہ ہوئے۔ چار دن مکہ مکرمہ کی ہواؤں، فضاؤں اور فیوضات و برکات سے

مستفیض ہوتے رہے، اسی دوران احباب سے بھی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ حرمِ کعبہ کی ایک ذمہ دار شخصیت حافظ بخشی صاحب سے ملاقات ہوئی جنہوں نے حضور قبلہ کو اپنے گھر دعوت بھی دی جسے آپ نے قبول فرمایا اور ایک دن نمازِ تراویح کے بعد حاجی ادریس صاحب کے ہمراہ حافظ بخشی صاحب کے گھر واقع "**جبل الاولیاء**" گئے۔ قبلہ حافظ صاحب نے نہایت پُر تپاک طریقے سے ہمارا استقبال کیا اور خورد ونوش کی اشیاء سے خوب تواضع بھی کی۔

سعودی عرب کے شہر قریات سے حضور قبلہ کے ایک مرید منور صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جمعرات 7 رمضان المبارک 1425ھ اُن کی گاڑی میں سوار ہوکر جانبِ شہرِ مصطفیٰ کریم مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

فضائل مدینہ منورہ

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی بھی شے کی تخلیق سے ایک ہزار سال قبل مکہ مکرمہ کو پیدا فرمایا، پھر فرشتوں سے اُس کو ڈھانپ دیا، پھر مکہ مکرمہ کو مدینہ منورہ سے ملا دیا، پھر مدینہ منورہ کو بیت المقدس سے ملا دیا، اُس کے ایک ہزار سال بعد زمین کی تخلیق فرمائی"۔

حضرت علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ وفاء الوفاء (جلد 1 باب 2 فصل 1) میں فرماتے ہیں کہ اس بات پر امت محمدیہ ﷺ کے علماء کے اجماع ہے کہ مدینہ منورہ کی سرزمین مقدس کا وہ قطعہ ارض جس پر نبی اکرم ﷺ آرام فرما ہیں وہ ساری کائنات حتی کہ کعبہ شریف اور عرش سے بھی افضل ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ اور اکثر علماء مدینہ منورہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ کا وہ مقام مبارک جہاں آپ ﷺ آرام فرما ہیں وہ تو بے شک کعبہ شریف اور عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے لیکن کعبہ شریف مدینہ منورہ کے باقی حصہ سے اعلیٰ وافضل ہے۔

اس لئے مدینہ منورہ کی فضیلت مکہ مکرمہ پر آپ ﷺ کے اس ارشادِ مبارک سے ثابت ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد

اے اللہ! مدینہ منورہ کی محبت ہمارے دلوں میں اس طرح فرمادے جس طرح ہمارے دلوں میں مکہ مکرمہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، قربان جائیں اپنے آقا ﷺ کی دُعا اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس قدر شرفِ قبولیت پا گئی، کہ آپ ﷺ سفر سے لوٹتے تو شہر مدینہ منورہ کو دیکھتے ہی اس کی محبت میں اپنی سواری کو تیز فرمادیتے تا کہ اپنی محبوب بستی میں

جلدی پہنچ جائیں۔ دوش مبارک سے اپنی چادر مبارک کو ہٹا کر فرماتے **ھذہ روائح طیبہ** کہ مدینہ منورہ کی یہ ہوائیں فضائیں کتنی اچھی معلوم ہوتی ہیں۔

امام دارالہجرۃ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ اور اس کی خاک مقدس سے اس قدر عشق تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام عمر مدینہ منورہ میں بسر فرمائی اور شہر سے باہر کبھی نہ نکلے ایسا نہ ہو کہ مدینہ طیبہ سے نکل جاؤں اور موت آجائے۔

حضرت سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ مسجد حرام میں عبادت کا ثواب کئی گنا مدینہ منورہ سے زیادہ ملتا ہے تو اس سے مکہ مکرمہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ صرف زیادتی ثواب فضیلت کی دلیل نہیں بلکہ اور اسباب بھی ہو سکتے ہیں مثلاً کیا یہ بات درست نہیں ہے کہ اس حاجی کیلئے جو عرفات جا رہا ہو، نماز پنجگانہ اور قربانی کے دن کی نماز ظہر منیٰ میں پڑھنی مکہ مکرمہ میں پڑھنے سے افضل اور بہتر نہیں (حالانکہ منیٰ کا درجہ بیت اللہ شریف سے بہت کم ہے) لیکن درحقیقت بات یہ ہے کہ اجر و ثواب صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے میں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ عبادات کا اجر مکہ مکرمہ میں کئی گنا زیادہ ہے مگر دوسرے اسباب کی بناء پر مدینہ منورہ کو ہی فضیلت حاصل ہے۔ اجر و ثواب کی زیادتی نفلی اور فرضی عبادات دونوں میں شامل ہے لیکن پھر بھی نوافل گھر میں پڑھنے بہتر اور افضل ہیں۔

مدینہ منورہ میں بھی ''حج اور عمرے کا ثواب''

حضرت علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کہا جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے اس لئے افضل ہے کہ حج و عمرہ کے تمام ارکان مکہ مکرمہ میں ہی ادا کئے جاتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے مدینہ منورہ میں بھی حج و عمرہ کا ثواب حاصل کرنے کے اعمال بتائے ہیں۔ حج کے ثواب کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرفوع حدیث نقل فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

من خرج لا یرید الی الصلاۃ فی مسجدی حتی یصلی فیه کان بمنزلة حجة

(کہ جو شخص خلوص سے میری مسجد میں صرف نماز کیلئے آئے اور نماز ادا کرے تو اس کیلئے حج کا ثواب ہے)

سبحان اللہ آگے چل کر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وھذا اعظم لکونه ایسر و ینکرر فی الیوم واللیلة مراراً والحج لا ینکرر

اور یہ بڑا ثواب ہے جو نہایت آسان ہے اور دن رات میں کئی مرتبہ یہ عظیم ثواب حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن مکہ مکرمہ میں تو حج سال میں صرف ایک ہی مرتبہ ادا کیا جاتا ہے۔ [وفاء الوفاء، جلد 1، صفحہ نمبر 25]

مذکورہ بالاکلمات کی روشنی میں مدینہ منورہ سے انتہائی محبت وعقیدت رکھنا جزوایمان ہے کیونکہ آقائے دوعالم ﷺ نے خود مدینہ منورہ کی محبت کولوگوں کے دلوں میں محبوب ہونے کی دُعافرمائی۔اس دُعا کا اثر دیکھیں کہ عشاق رسول ﷺ کے دلوں میں مدینہ منورہ کی محبت اور شوق اس قدر ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی بلکہ بعض عشاق تو حج کو بھی اس لئے جاتے ہیں کہ اس سفرمقدس میں مدینہ منورہ میں حاضری کی سعادت بھی میسر آجائے گی۔

خاکِ مدینہ منورہ

مدینہ منورہ کی ہر چیز متبرک اور مقدس ہے،حتیٰ کہ اس کے غبار میں بھی شفاء رکھ دی گئی ہے۔ابن نجار ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو چند احباب مدینہ منورہ سے باہر آپ ﷺ کے استقبال کیلئے تشریف لائے۔ان کے آنے سے غبار اُڑی جس سے بچنے کیلئے چند اصحاب رسول ﷺ نے منہ پر کپڑا ڈال لیا، آپ ﷺ نے ان کے چہرہ سے کپڑا ہٹاتے ہوئے فرمایا **غبار المدینة شفاء من الجذام** (مدینہ منورہ کی غبار میں خصوصی طور پر جذام (کوڑھ) جیسی مہلک بیماری کیلئے بھی شفاء ہے)۔

فضائل خاک شفاء

ابن نجار روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ قبیلہ بنوحارث میں تشریف لے گئے دیکھا کہ وہ لوگ شدید جسمانی تکالیف میں مبتلا ہیں۔آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم کو کیا ہوا ہے؟ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم پر بخار نے شدید حملہ کیا ہوا ہے،جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ابھی تک "صعیب" کی مٹی کو استعمال نہیں کیا،جواب ملا کہ نہیں،آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ وہاں سے کچھ مٹی لے کر اس کو پانی میں ڈال دو،پھر یہ دُعا پڑھ کر اپنا لعاب اس پانی میں شامل کر کے اسے استعمال کرو۔ **بسم الله تربه ارضنا بريق بعضنا شفاء لمريضنا باذن ربنا** (چنانچہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کے حکم مبارک پر عمل کیا اور سب لوگ شفایاب ہوگئے)

جذب القلوب میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میں بھی اس خاکِ شفاء سے شفایاب ہوا۔جس زمانہ میں مجھے مدینہ طیبہ میں قیام کا شرف حاصل ہوا تو میرے پاؤں پر ایسا شدید ورم آگیا کہ اطباء نے بالاتفاق اس مرض کو موت کی علامت تجویز کیا مگر میں نے اس مبارک مٹی سے اپنا علاج شروع کر دیا اور تھوڑے ہی دنوں میں مجھے اس بیماری سے شفاء حاصل ہوئی۔

مدینہ منورہ کی کھجوریں

مدینہ منورہ میں کثرت سے کھجوریں ہوتی ہیں بلکہ مدینہ منورہ کے اسماء مبارکہ میں ایک اسم مبارک "ذات النخل"

بھی ہے یعنی کھجوروں والی بستی، مدینہ منورہ میں بے شمار اقسام کی کھجوریں پائی جاتی ہیں۔ جن میں سرفہرست عجوہ، برنی، عنبر اور صیحانی ہیں۔

مدینہ منورہ میں جنتی کھجور

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے۔ **ان العجوة من فاکهة الجنة** (کہ عجوہ کھجور جنت کے پھلوں میں سے ہے) اسی وجہ سے آپ ﷺ کو عجوہ کھجور سب سے زیادہ محبوب و مرغوب تھی۔ ابن حبان، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ **احب التمر الی رسول ﷺ العجوة** (آپ ﷺ کو سب سے زیادہ عجوہ کھجور پسند تھی)

خصوصیت کھجور مدینہ منورہ

آپ ﷺ نے عجوہ کھجور کی خصوصیت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ کھجور میں شفاء ہے اور اس کا نہار منہ کھانا تریاق ہے۔ ایک اور حدیث کے مطابق "جو آدمی علی الصبح سات کھجوریں کھالے تو اس پر نہ زہر کا اثر ہوگا اور نہ ہی جادو کا"۔ آپ ﷺ کا ارشادِ عظیم ہے کہ نہار منہ کھجوریں کھانے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں جب نیا پھل پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ اس کو اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ کر یہ دُعا فرماتے۔ اے اللہ! جس طرح تو نے ہمیں شروع میں یہ پھل کھلایا اس کا آخری پھل بھی ہمیں کھلانا، دُعا کے بعد آپ ﷺ فرماتے کہ یہ خاندان کے چھوٹے بچوں میں تقسیم کردیا جائے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ **یا عائشة اذا جاء الرطب فهنئنی** (کہ اے عائشہ جب تازہ کھجور (رطب) آجائے تو ہم کو مبارکباد دینا) آپ ہمیشہ طاق عدد (3, 5, 7) میں کھجور تناول فرمایا کرتے تھے)۔

مدینہ منورہ میں فوت ہونے کے فضائل

آپ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ **من مات بالمدینة کنت له شفیعا یوم القیامة** (جو مدینہ پاک میں فوت ہوگا تو روزِ قیامت میں اُس کی شفاعت کروں گا) ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔ **من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت بها** (تم سب میں سے کوئی مدینہ منورہ میں فوت ہو تو میں اس کی شفاعت کروں گا)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دُعا

مذکورہ بالا ارشادِ نبوی ﷺ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ درج ذیل دُعا فرمایا کرتے تھے۔ **اللهم ارزقنی**

شهادة فی سبیلك واجعل موتی فی بلد رسولك ﷺ (کہ اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور میری موت تیرے رسول ﷺ کے شہر پاک میں ہو)۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دُعا قبول ہوئی۔ مقام شہادت بھی نصیب ہوا اور پھر مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کے ساتھ دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ لہٰذا آپ بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے دُعا فرمایا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو مدینہ منورہ میں (گو کہ ہم اس قابل نہیں لیکن اپنے خصوصی فضل وکرم سے) تھوڑی سی جگہ نبی اکرم ﷺ کے طفیل عطا فرمادے۔ آمین

مدینہ منورہ میں تکالیف پر صبر کرنا

مدینہ منورہ قیام کے دوران اگر کوئی مصیبت یا تکلیف پیش آجائے تو آپ ﷺ نے اس پر صبر کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور بہتر سے بہتر اجر کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ اس ضمن میں بے شمار احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ صرف دو احادیث کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے مدینہ منورہ کی تکالیف پر صبر کیا تو میں روزِ قیام اس کا گواہ اور شفیع بنوں گا۔ ایک اور حدیث پاک میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ مدینہ منورہ کی تکالیف اور خصوصاً اس کی گرمی پر جو صبر کرے گا میں اس کی شفاعت اور گواہی دوں گا۔

مذکورہ بالا احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں اس بندہ ناچیز کی معزز اور خوش نصیب زائرینِ مدینہ منورہ سے درخواست ہے کہ قیامِ مدینہ منورہ کے دوران اگر انہیں کوئی ظاہری یا مادی تکلیف پہنچے تو خوش دلی سے اس پر صبر کریں اور ایسے الفاظ اپنے منہ سے ادا نہ کریں کہ جس سے بے ادبی کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اس مقدس شہر کی وافر معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے معزز زائرین چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا شروع کردیتے ہیں۔ اس سے بچنا چاہئے اور مدینہ منورہ کی کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز میں بھی کوئی نقص نہ نکالا جائے۔

مدینہ منورہ کی مٹی کو ناقص کہنے پر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو 30 درے مارنے کا فتویٰ دیا تھا کہ جس نے کہا تھا، مدینہ منورہ کی مٹی ناقص ہے۔ اس کو قید کرنے کا بھی حکم دیا اور فرمایا کہ یہ شخص قتل کے قابل ہے۔ [وفاء الوفاء، ج1 صفحہ 57]

قارئین کرام حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ فتویٰ کی روشنی میں آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس ارضِ مقدس کا کیا مقام ہے کہ جہاں پر اولیاء متقدمین حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم بزرگان اپنے آپ کو کھو بیٹھے۔ **نفس گم کردہ می آید جنید رحمۃ اللہ علیہ و با یزید رحمۃ اللہ علیہ این جا**

لہٰذا معزز زائرین مدینہ منورہ، ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی بہت زیادہ خیال رکھیں اور کسی لمحے بھی اس مقدس شہر

میں ادب واحترام کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔

تاریخ کے جھروکوں سے میں شہر محبوب عرض ناشر کی فضیلت کو پڑھ رہا تھا اور گاڑی تیزی سے اپنا سفر طے کرتے ہوئے مدینہ شریف کے قریب پہنچ چکی تھی۔ ٹھیک ایک بجے گاڑی مدینہ طیبہ طاہرہ کی حدود میں داخل ہوئی۔ شہزادۂ غوث الثقلین فرمانے لگے کہ پہلے سیدھے ہوٹل چلتے ہیں لیکن منور صاحب نے عرض کی حضرت! حرم شریف پہنچنے سے پہلے ایک اور عمرے کا ثواب حاصل کرنے کیلئے مسجد قباء حاضری دیتے ہیں۔ جس پر قبلہ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے اور پھر مسجد قباء حاضری کا شرف حاصل کیا۔ تحیۃ المسجد، نمازِ ظہر اور پھر نوافل کی ادائیگی کے بعد حرم شریف روانہ ہوئے اور چند ہی لمحوں میں گنبدِ خضرا شریف اور مسجد نبوی شریف کے مینار ہماری آنکھوں کے سامنے تھے۔ عاجزانہ سلام کا نذرانہ پیش کیا۔

فضائل مسجد نبوی ﷺ

مسجد نبوی ﷺ کے بے شمار فضائل وخصائص ہیں صرف برکت کیلئے چند ایک احادیث مبارکہ کا ذکر کرتے ہیں۔

☆ وہ بہترین سواریاں ہیں جو میری مسجد اور بیت اللہ کا سفر کرتی ہیں۔

☆ میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔

☆ مدینہ منورہ کا ایک رمضان المبارک دوسرے شہروں کے ایک ہزار رمضان سے افضل ہے اور مدینہ منورہ کا ایک جمعۃ المبارک دوسرے شہروں کے ایک ہزار جمعہ سے افضل ہے۔

☆ جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں تسلسل سے ادا کیں تو اس کو دوزخ کی آگ، عذاب، آخرت اور نفاق سے براءت لکھ دی جائے گی۔

☆ جو شخص اپنے گھر سے میری مسجد کو آتا ہے ایک شخص وہ ہوتا ہے جس کیلئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک وہ ہوتا ہے جس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

☆ جو شخص گھر سے باوضو ہو کر صرف میری اس مسجد کا ارادہ کر کے آ کر نماز ادا کرتا ہے تو اس کیلئے حج کا ثواب ہے۔

☆ جو شخص میری مسجد میں نیک بات سیکھنے یا سکھانے کیلئے آتا ہے تو وہ شخص اس شخص کی طرح ہے جو مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔

تعمیر مسجد نبوی ﷺ

قباء کی بستی سے چل کر سرکارِ مدینہ ﷺ کا قافلہ مبارک مختلف مقامات سے گزرتا ہوا جب باَمر الٰہی مدینہ شریف کے ایک محلّہ میں پہنچا تو آپ ﷺ کی اونٹنی مبارک ایک کھلے میدان میں بیٹھ گئی جس پر آپ ﷺ نے فرمایا۔ ھـــــذا

المنزل ان شاء الله (اللہ تبارک وتعالیٰ کو منظور ہوا تو یہی ہماری منزل ہوگی) اور جب اترنے لگے تو یہ آیت مبارکہ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک پڑھی۔ **رب انزلنی منزلاً مبارکا و انت خیر المنزلین** (اے میرے رب! مجھے بابرکت جگہ اتار، اور تو ہی بہتر اتارنے والا ہے) اور اس آیت مبارکہ کو چار مرتبہ تلاوت فرمایا۔ اسی میدان کے ایک مقام پر آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے قبل حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھایا کرتے تھے۔ یہ جگہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی جو حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کی کفالت میں تھے۔ ان بچوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں یہ زمین بطور نذرانہ پیش کی، لیکن آپ ﷺ نے ان سے یہ زمین بغیر قیمت قبول کئے لینے سے انکار فرما دیا۔ چنانچہ 10 مثقال یا 10 سنہری دینار قیمت طے پائی اور یہ رقم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا فرمائی۔

اس میدان میں کھجوروں کو خشک کیا جاتا تھا، اس کے ایک حصہ میں مشرکین کی قبور تھیں۔ ان کو گرایا گیا اور ہڈیوں کو ایک گڑھے میں دبا دیا گیا۔ کھنڈرات کو بھرا گیا اور اس میدان کو مکمل ہموار کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔ **ابنوا لی عریشا کعریش موسیٰ** (کہ میرے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی طرح ایک چھپر تعمیر کردو)

ایک اور روایت کے مطابق جب سید دو عالم ﷺ نے مسجد کی تعمیر شروع کی تو فرمایا کہ میرے لئے ایسا چھپر بناؤ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ چند ٹہنیوں اور لکڑیوں کا سائبان ہو۔

جب اس عظیم الشان مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر شروع ہوئی تو آپ ﷺ بنفس نفیس اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اس کی تعمیر میں شریک رہے۔ آپ ﷺ خود بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اینٹیں اُٹھا کر لاتے اور فرماتے۔

اللھم ان الاجر اجر الاخرة　　　فارحم الانصار والمھاجرة

(کہ اے اللہ اصل اجر تو وہ ہے جو آخرت میں ملے گا پس ان انصار اور مہاجرین پر رحم فرما)

اللھم لاخیر الا خیر الاخرة　　　فانصر الانصار والمھاجرة

(کہ اے اللہ! اصل اجر تو آخرت کی ہی خیر ہے پس ان انصار اور مہاجرین کی مدد فرما)

یہ دونوں اشعار آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہی میں ان کی ترغیب کیلئے ارشاد فرمائے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے حکم اور ہر عمل پر اپنی جانوں کو نثار کرنا عین ایمان و عبادت سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوری دل لگی سے مسجد کی تعمیر میں دیوانہ وار کام کیا۔ جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا۔

لئن قعدنا والنبی ﷺ یعمل　　　لذاك منا العمل المضلل

(کہ اگر ہم آرام کرنے بیٹھ جائیں جبکہ آپ ﷺ کام میں مشغول ہوں تو ہمارا یہ عمل سراپا گمراہی ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اینٹیں اور پتھر لا رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے۔ ''وہ آدمی جو مسجد کی تعمیر کر رہا ہو اور اس پر غبار پڑ رہی ہو۔ یہ آدمی اور وہ آدمی جو اپنے کپڑوں اور چہرے سے غبار جھاڑ رہا ہو وہ کس طرح برابر ہو سکتے ہیں''۔

ابن زبالہ نے حسن محمد الثقفی سے روایت کیا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ جب مسجد کی بنیاد تیار کر رہے تھے تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی تھے تو وہاں سے گزرنے والے ایک شخص نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے ساتھ یہ کون سا گروہ ہے جس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہی لوگ میرے بعد امیر امت ہوں گے۔

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی **ان اللہ یامرك ان تبنی له بینا** (کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کا گھر (مسجد) بنانے کا حکم دیا ہے)

ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی ﷺ کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے اور مسجد کا چھت ٹہنیوں اور گھاس کا تھا جس پر مٹی ڈالی گئی۔

عھد نبوی ﷺ میں مسجد نبوی ﷺ کے دروازے

مسجد نبوی ﷺ کا قبلہ بیت المقدس کی جانب تعمیر کیا گیا اور مسجد کے تین دروازے رکھے گئے۔

۱- پہلا دروازہ جو عقبی دیوار میں رکھا گیا۔

۲- دوسرا دروازہ ''باب عاتکہ'' جو آج کل ''باب الرحمۃ'' کے نام سے مشہور ہے۔

۳- تیسرا دروازہ ''باب النبی ﷺ'' جس سے آپ ﷺ تشریف لایا کرتے تھے۔

حضرت سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ (911ہجری) میں یہ دروازہ ''باب آل عثمان رضی اللہ عنہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور آج کل ''باب جبرائیل علیہ السلام'' کے نام سے مشہور ہے۔

مذکورہ بالا دونوں دروازے تحویل قبلہ کے بعد بھی اپنی جگہ باقی رہے جبکہ پہلا دروازہ جو عقبی دیوار میں تھا، بند کر کے اس کے سامنے والی دیوار میں کھولا گیا۔

مسجد نبوی ﷺ کا رقبہ

مسجد نبوی ﷺ کی پیمائش اور اس کے رقبہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور پیمائش کا جو پیمانہ ''ذرع'' استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد عہد نبوی ﷺ کا گز ہے۔ آج کا گز مراد نہیں ہے۔

روایت نمبر1	طول70 گز	×	عرض60 گز سے کچھ زیادہ
روایت نمبر2	طول100 گز	×	عرض100 گز یعنی مربع
روایت نمبر3	طول100 گز سے کم	×	عرض100 گز سے کم

اس لئے قطعی طور پر پیمائش کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خارجہ ابن زید سے نقل فرمایا کہ سید دوعالم ﷺ نے اپنی مسجد مبارک کا طول70 گز×60 گز مقرر فرمایا تھا۔

حضرت ابن نجار نے یقینی طور پر یہ رقبہ بیان فرمایا کہ سید دوعالم ﷺ کی مسجد مبارک 4 دیواروں پر مشتمل تھی۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا اور مسجد کا طول70 گز×عرض60 گز تھا۔

عهد نبوی ﷺ میں توسیع مسجد

ابن زبالہ روایت کرتے ہیں کہ سید دوعالم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں دوبار مسجد کی تعمیر فرمائی۔ پہلی مرتبہ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اور دوسری بار 7 ہجری میں فتح خیبر کے بعد۔

آپ ﷺ نے جب اس مسجد میں توسیع کا ارادہ فرمایا تو مسجد کے ساتھ ملحقہ زمین جو ایک انصاری کی تھی، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا **"لك بها بيت فى الجنة"** (کہ اس زمین کے بدلے تجھے جنت میں ایک گھر ملے گا) مگر اس انصاری نے نہایت ادب سے معذرت کر لی، چنانچہ یہ سعادت عظیم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی اور انہوں نے مذکورہ زمین دس ہزار درہم میں خرید کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دی اور مسجد کی توسیع کا کام شروع ہوا۔ اس توسیع میں سرکار ﷺ نے سب سے پہلی اینٹ خود رکھی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی ترتیب سے اینٹیں رکھیں۔ اس کے بعد بقیہ لوگوں نے آپ ﷺ کے حکم مبارک پر اینٹیں رکھیں۔ کام مکمل ہونے پر اس میں 30 گز لمبائی اور 40 گز چوڑائی کا اضافہ ہو گیا تھا۔

مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کیلئے آپ ﷺ کا فرمان مبارک

7 ہجری کی توسیع میں ایک حکمت یہ بھی پنہاں تھی کہ بوقت ضرورت اس مسجد میں توسیع کی جا سکتی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے خود اس کی توسیع فرمائی یعنی ایک طرح سے آپ ﷺ کی طرف سے اس کی توسیع کی اجازت ہے، وگرنہ خلفاء راشدین اور اسلاف اس کے رقبہ میں توسیع نہ فرماتے۔ ایک حدیث مبارک کے الفاظ ہیں۔ **"لو مد مسجدی هذا الى صنعاء لكان مسجدی"** (اگر میری اس مسجد کو صنعاء تک بھی بڑھا دیا جائے تو وہ بھی میری ہی مسجد شمار ہو گی) طبری نے کتاب الاحکام میں یہ بیان فرمایا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کی مسجد سے مراد وہ سارا رقبہ ہے جو آپ ﷺ کے زمانہ

اقدس میں تھا اور وہ بھی جس کی بعد میں توسیع ہوئی یا ہوتی رہے گی۔

(اس توسیع کے بعد کئی بار مسجد نبوی شریف ﷺ میں توسیعات کا سلسلہ جاری رہے)

مسجد نبوی ﷺ کی توسیع اور ترکوں کا عشق رسول ﷺ

نبی اکرم ﷺ سے عشق و محبت بہت بڑی سعادت ہے اور پھر جس کو یہ دولت میسر آ جائے تو اُس کا کیا کہنا۔ ترکوں کی آپ ﷺ سے عشق و محبت کا اگر اندازہ لگانا ہو تو آج بھی ترک سلاطین کی مسجد نبوی ﷺ میں تعمیرات سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ترکوں نے اپنے دورِ خلافت کے دوران حجازِ مقدس میں آپ ﷺ کے مقامِ ولادت سے لے کر آپ ﷺ کے وصالِ مبارک تک کے ہر لمحہ سے وابستہ مقام کو آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ کرنے کا اہتمام کیا۔

"جبل ابو القبیس" پر واقع عظیم مسجد بلال (بلال) عرصہ سے ویران تھی۔ اس کو دوبارہ اسی قدیم طرز پر تعمیر کیا اور اس کی تعمیر میں اسی مواد کو قابل استعمال بنایا۔

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر و تجدید کو کافی زیادہ عرصہ گزر چکا تھا ایک بار پھر اس کی نئے سرے سے تعمیر کی ضرورت پیش آئی چنانچہ ترک سلاطین نے اس کام کو شروع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ سلطانِ وقت نے قسطنطنیہ شہر سے باہر ایک بستی تعمیر کروائی جس میں دنیا بھر سے ماہرین تعمیرات، ماہرین فنون و نقوش کو اکٹھا کیا گیا۔ سلطان وقت خود اس بستی میں تشریف لائے اور انہیں اپنے مستقبل کے منصوبہ سے مطلع کیا کہ وہ رسول پاک ﷺ کی مسجد کی تعمیر کا ارادہ رکھتے ہیں اس لئے ہر ہنر مند اپنے بچے کو اپنا پورا فن سکھائے اور ساتھ ساتھ قرآن پاک بھی حفظ کروائے، چنانچہ ایک طویل عرصہ کے بعد حفاظ کی ایک اعلیٰ جماعت اپنے علوم و فنون کے ساتھ تیار ہوگئی۔ پھر یہ حفاظ و عاشقانِ رسول ﷺ کی جماعت تمام مطلوبہ ساز و سامان کے ساتھ مدینہ منورہ کو روانہ ہوئی اور مدینہ منورہ سے تقریباً 12 میل باہر ایک بستی میں قیام پذیر ہوئے۔ یہ اس ادب و تقدس کے پیش نظر کیا گیا کہ تعمیرات کا ذرا بھی شور و غل مدینہ طیبہ میں نہ پہنچے، تعمیر کے دوران اگر کسی پتھر یا لکڑی کو درست کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس کو اسی بستی میں لا کر ٹھیک کیا گیا۔ تمام کارکنوں اور ہنر مندوں کو یہ ہدایت دی گئی کہ وہ اس تمام تعمیر کے دوران باوضو رہیں اور کام کے دوران تلاوتِ کلام پاک جاری رہے اور یوں یہ عاشقانِ رسول ﷺ کی جماعت پورے خلوص سے تقریباً 15 برس مسجد نبوی ﷺ کی توسیع میں مصروف رہی۔ اس عاشقانہ تعمیر میں ترکوں کے جذبہ ایمانی اور عشق و محبت کی جھلک کے علاوہ یہ تعمیر آج بھی اہل ایمان کے دلوں کو ایسا سکون عطا کرتی ہے کہ جن کا الفاظ میں بیان ممکن نہیں۔

سلطنت عثمانیہ کی تعمیرات میں جن سلاطین نے حصہ لیا ان میں سلطان سلیم عثمانی، سلطان سلیمان عثمانی اور سلطان سلیم ثانی شامل ہیں، اہم اور یادگار، دور سلطان محمود عثمانی اور سلطان عبدالمجید خان عثمانی کا ہے۔ سلاطین عثمانیہ کی نئی تعمیر کے علاوہ

توسیعی رقبہ(1293 مربع میٹر بنتا ہے)

(ترکوں کی اس توسیع کے بعد اوّل سعودی توسیع اور عظیم سعودی توسیع کے بعد اب تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے)

مسجد نبوی ﷺ کے متبرک و تاریخی ستون

مسجد نبوی ﷺ میں بے شمار ستون ہیں چند ایک متبرک اور تاریخی ستونوں کا ذکر درج ذیل ہے۔

ستونِ عائشہ رضی اللہ عنہا اس ستون کو "ستون قرعہ" بھی کہا جاتا ہے۔ طبرانی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میری مسجد میں ایک ایسا مقام ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی اہمیت کا پتہ چل جائے تو پھر اس مقام پر نماز پڑھنے کیلئے قرعہ اندازی کرنی پڑے"۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس مقام کو مخفی رکھا اور بعد میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس مقام کی نشاندہی کردی، ایک روایت کے مطابق اس مقام پر آپ ﷺ نے کئی بار امامت فرمائی۔ ستون عائشہ رضی اللہ عنہا نہایت متبرک مقام ہے آسانی سے اگر اس مقام پر جگہ مل جائے تو اس مقام پر ضرور حاضری دی جائے کیونکہ اس مقام پر مانگی ہوئی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

ستونِ مخلقہ مسجد نبوی ﷺ کو خوشبو سے معطر کرنے کی ابتداء اس مقام سے ہوئی۔ "خلوق" ایک قسم کی خوشبو ہے جس سے اس مقام کو معطر کیا گیا۔ اس مقام کو بھی بہت فضیلت ہے۔ آپ ﷺ اس مقام پر نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔

ستونِ سریر اس ستون کے مقام پر آپ ﷺ اپنا بستر بچھا کر استراحت فرمایا کرتے تھے اور یہی مقام آپ ﷺ کا مقامِ اعتکاف بھی تھا۔

ستونِ توبہ اس ستون کو "ستون ابی لبابہ رضی اللہ عنہ" بھی کہتے ہیں یہ ہی وہ ستونِ مبارک ہے کہ جس کے ساتھ عظیم صحابی رسول ﷺ ابولبابہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو باندھ لیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں اپنے آپ کو اس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ میری توبہ قبول نہ فرمالیں گے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہونے پر آپ ﷺ نے ان کو ستون سے کھول دیا۔

ستونِ حرس اس ستون کو "ستون علی رضی اللہ عنہ" بھی کہتے ہیں کیونکہ اس ستون کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ قرآن پاک کی آیاتِ مبارکہ (**والله يعصمك من الناس**) نازل ہونے سے پہلے اس مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حفاظت پر مامور تھے۔ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد

آپ ﷺ نے حراس سے فرمایا کہ اب پہرہ کی ضرورت نہیں۔

ستونِ وفود — اس ستون کے مقام پر آپ ﷺ مختلف اقوام وقبائل سے آنے والے وفود سے ملاقات کیا کرتے تھے، بعد میں اس ستون کے مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قیام فرمایا کرتے تھے۔

ستونِ تہجد — اس ستون کے مقام پر آپ ﷺ نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

مسجد نبوی ﷺ میں محرابیں

محراب النبی ﷺ — مسجد نبوی شریف میں آپ ﷺ اور خلفاء کے زمانہ میں محراب نہ تھی سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک محراب تعمیر کروائی۔ یہ محراب منبر شریف کی بائیں طرف ہے اور اس مقام پر آپ ﷺ جماعت کروایا کرتے تھے۔ یہ محراب انتہائی خوبصورت فن نقاشی کا بہترین نمونہ ہے۔ موجودہ محراب سلطان مصر سلطان الاشراف قایتبای کی تجدید وتوسیع کی یاد دلاتی ہے۔

محراب عثمانی — آج کل جہاں پر امام حرم نبوی جماعت کرواتے ہیں اسے محراب عثمانی کہتے ہیں۔

محراب حنفی یا محراب سلیمانی — یہ محراب منبر شریف کے دائیں جانب واقع ہے اور آج کل محراب سلیمانی کے نام سے معروف ہے۔ اس کی تعمیر ''طوغان شیخ'' نے کروائی، یہاں پر حنفی امام جماعت کروایا کرتے تھے، جس کی وجہ سے یہ محراب ''حنفی محراب'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ ترکی خلیفہ سلطان سلیمان نے اس محراب میں سفید اور کالا سنگ مرمر استعمال کروا کر اسے انتہائی خوبصورت بنوادیا اور پھر یہ محراب سلیمانی کے نام سے مشہور ہوئی۔

محراب تہجد — یہ محراب حجرہ مبارکہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پیچھے تھی اور کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ مقام تہجد تھا۔ اس محراب کی ترکی خلیفہ سلطان عبدالمجید نے اپنے زمانہ میں تجدید کروائی۔

محراب فاطمہ رضی اللہ عنہا — یہ محراب بھی حجرہ مبارکہ کے اندر واقع تھی اور کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر سیدۃ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا تہجد ادا کیا کرتی تھیں۔

محراب مشائخ حرم — اس مقام پر شیوخ حرم تراویح ادا کیا کرتے تھے۔

منبر رسول ﷺ

شہر مدینہ منورہ کی ہر چیز حضور پاک ﷺ کے وجود مسعود سے بابرکت، منفرد اور متبرک ہوگی۔ آپ ﷺ کا جسم اطہر اگر لکڑی کے ایک منبر سے مس ہوتا ہے تو وہ منبر پھر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہوتا ہے۔ ذیل میں اسی

منبر شریف کی تاریخ، اس کے فضائل اور اس کے متعلق احادیث مبارکہ بیان کی جاتی ہیں۔

ابتداء میں مسجد نبوی ﷺ میں کوئی منبر نہ ہوتا تھا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق جس کو ابن عمر نے روایت کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ خطبہ کے دوران درخت کے ایک تنے (جذع النخل) کے ساتھ ٹیک لگایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ کی اجازت سے ایک انصاریہ رضی اللہ عنہا نے منبر تیار کروا کر پیش کیا جس کے تین زینے (درجے) تھے۔ آپ ﷺ نے جب اس تنے کو چھوڑ کر منبر پر قدم رکھا تو اُس تنے کی عجیب وغریب حالت ہوگئی اور اس نے بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا، نسائی کی روایت کے مطابق تنے سے اُس اونٹنی کی طرح آواز آتی تھی جس کا بچہ گم ہوگیا ہو۔ آپ ﷺ منبر سے اترے اس کے قریب جا کر اس پر اپنا دست شفقت پھیرا۔

آپ ﷺ نے اس ستون کو زمین میں دفن کروا دیا تاکہ یوم قیامت وہ بھی انسانوں کی طرح اُٹھے۔ ایک روایت کے مطابق اس ستون کو منبر کے بالکل نیچے یا منبر کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا اور پھر آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوا کرتے۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اس کے دوسرے درجہ پر جہاں آپ ﷺ کے قدمین شریفین ہوا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہاں تشریف فرما ہوتے اور آپ رضی اللہ عنہ کے قدمین پہلے درجے پر ہوا کرتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اس تیسرے درجہ پر جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قدمین ہوتے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہاں تشریف فرما ہوتے اور آپ رضی اللہ عنہ کے قدمین زمین پر ہوا کرتے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ والے مقام پر چھ سال تک تشریف فرما رہے اور بعد میں آپ ﷺ کے "مقامِ جلوس" پر تشریف فرما ہوئے اور جس دن اس درجہ پر بیٹھے تو فرمایا کہ ان دونوں درجات پر بیٹھنے سے شیخین حضرات رضی اللہ عنہم سے برابری کا خیال دل میں پیدا ہوسکتا تھا لیکن آپ ﷺ کے مقام پر بیٹھنے سے برابری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

غلاف منبر مبارک

اس منبر مبارک پر سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قبطی غلاف چڑھایا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور منبر شریف

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں آپ رضی اللہ عنہ کے حکم سے گورنر مدینہ مروان نے اس منبر کے نیچے کی طرف چھ زینوں (درجوں) کا اضافہ کروایا اور اس طرح منبر شریف کے نو زینے (درجے) ہوگئے۔

حریق منبر نبوی ﷺ

آپ ﷺ کے منبر مبارک میں مذکورہ تبدیلی کے بعد کوئی تبدیلی نہ کی گئی، حتیٰ کہ سال 654 ہجری میں مسجد نبوی ﷺ میں آتش زدگی کے واقعہ میں لوگ اس متبرک اور عظیم منبر کی برکت سے محروم ہو گئے۔

حاکم یمن کا ارسال کردہ منبر

مسجد نبوی ﷺ کیلئے حاکمِ یمن ''الملک مظفر'' نے 656 ہجری میں ایک منبر بنوا کر ارسال کیا اور اس منبر کو عین اسی مقام پر نصب کیا گیا جہاں پر منبر نبوی ﷺ موجود تھا۔ حاکم یمن کا یہ منبر تقریباً دس سال تک استعمال ہوتا رہا۔

الملک ظاہر بیبرس کا منبر

مذکورہ منبر کے بعد ''الملک ظاہر رکن الدین بیبرس'' نے 666 ہجری میں ایک منبر ارسال کیا، اس منبر کے نو زینے تھے اور منبر کی دائیں جانب اس کے بنانے والے خوش نصیب کا نام (ابوبکر بن یوسف النجار) لکھا ہوا تھا، یہ نیک طینت نجار (بڑھئی) خود اس منبر شریف کو لے کر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور اپنی کمال کاریگری سے اس منبر کو نصب کیا، اس منبر پر 797 ہجری تک یعنی 132 سال تک خطبہ دیا جاتا رہا، بالآخر اس کو دیمک نے آلیا۔

الملک الظاہر برقوق کا منبر

مذکورہ منبر کے بعد ''الملک ظاہر برقوق'' نے 797 ہجری میں ایک منبر بنوا کر ارسال کیا جس کو مسجد نبوی ﷺ میں نصب کر دیا گیا۔

سلطان مصر ''الملک المؤید شیخ'' کا منبر

سلطان مصر ''الملک المؤید شیخ'' نے 820 ہجری میں ایک منبر ارسال کیا اور یہ منبر مسجد نبوی ﷺ کی دوسری آتش زدگی (886ھ) میں جل گیا۔ اہل مدینہ نے اس کی جگہ اینٹوں اور چونے کا ایک منبر تیار کیا جس پر تقریباً دو سال تک خطبہ ہوتا رہا۔

سلطان الاشرف قایتبای کا منبر

سلطان الاشراف قایتبای نے رجب 888 ہجری میں ایک نہایت خوبصورت سنگ رخام کا منبر ارسال کیا۔

ترکی خلیفہ سلطان مراد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا منبر

ترک خلفاء کی مسجد نبوی ﷺ اور اس کے مقامات مقدسہ کے ضمن میں خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آج بھی اس ترک دور کی بنی ہوئی مسجد ان کی یاد کو دلوں میں زندہ رکھے ہوئے ہے۔ ترکی خلیفہ سلطان مراد بن سلطان سلیم عثمانی نے

998ہجری میں سنگ مرمر کا ایک انتہائی خوبصورت بارہ زینوں والا منبر مسجد نبوی ﷺ کیلئے بنوا کر ارسال کیا۔ یہ منبر جمالیاتی اصولوں کے تحت بنایا گیا اور سونے کے کام سے مزین تھا۔ جنرل ابراہیم رفعت پاشا، مرأۃ الحرمین (صفحہ 471) میں بیان کرتے ہیں۔ **وھو من عجائب الدنیا لا یوجد له مثیل** (کہ اس منبر کا دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی)

اس منبر کو سلطان الاشرف قایتبای کے منبر کی جگہ نصب کیا گیا ہے اور سلطان الاشرف کا منبر مسجد قباء میں رکھوا دیا گیا۔ علی حافظ بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں منبر اس وقت موجود ہیں اور ان کی زیارت کی جاسکتی ہے۔ سلطان مراد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا منبر مسجد نبوی ﷺ میں اور سلطان الاشرف قایتبای کا منبر مسجد قباء میں موجود ہے۔

فضائل منبر رسول ﷺ

نبی پاک ﷺ کی مشہور زمانہ حدیث "**ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة**" (کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق "**و منبری علی حوضی**" (اور میرا منبر میرے حوض پر ہے)۔

ایک اور حدیث مبارک میں ارشاد ہے۔ "**وان منبری ھذا علی ترعة من ترع الجنة**" (میرے منبر کے قوائم جنت کے درجات ہیں)۔

جنتی منبر

آپ ﷺ ایک مرتبہ اس مقدس و جنتی منبر پر جلوہ افروز تھے تو ارشاد فرمایا۔ "**ان قدمی علی ترعة من ترع الجنة**" (میرا قدم جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہے)۔ روز قیامت باقی مخلوق کی طرح آپ ﷺ کے اس منبر مبارک کو بھی لایا جائے گا اور اسے آپ ﷺ کے حوض مبارک کے قریب رکھا جائے گا۔

حرم مدینہ منورہ پہنچ کر اسواق الحرم کے ہوٹل میں رہائش کیلئے کمرہ بک کروایا۔ کچھ استراحت کے بعد تیار ہو کر حرم رسول ﷺ روانہ ہوئے۔ ہدیۂ سلام پیش کیا۔ نمازِ عصر ادا کی، افطاری مسجد نبوی شریف ﷺ میں کی اور نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد برادر طریقت منور صاحب کو جدہ کیلئے الوداع کہا۔ ایک ہوٹل سے کھانا خریدا اور رہائش گاہ پہنچنے کے بعد حضور قبلہ کے ہمراہ رات کا کھانا کھایا۔ تازہ وضو کے بعد حرم شریف روانہ ہوئے۔ اصحاب صفہ کے چبوترہ پر سیدی و مرشدی حضرت السید تیسیر محمد یوسف الحسنی السمہودی المدنی مدظلہ العالی سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ نمازِ عشاء اور تراویح کے بعد واپس رہائش گاہ پہنچ گئے۔

آج جمعۃ المبارک 8 رمضان اور 22 اکتوبر ہے۔ حضور قبلہ کے ہمراہ سحری کی، حرم شریف پہنچے، نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد کچھ آرام کیا اور تیار ہو کر جمعۃ المبارک کی ادائیگی کیلئے حرم شریف پہنچ گئے۔

سید صاحب سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور آتے جاتے گنبدِ خضراء کی زیارت سے بھی مستفیض ہوتے رہتے۔

گنبد خضراء کی تاریخ

وفاء الوفاء میں گنبد حجرہ مبارکہ کے متعلق ہے کہ مسجد نبوی شریف میں آتشزدگی سے پہلے یا بعد میں کوئی گنبد نہیں ہوا کرتا تھا۔ روضہ مبارکہ اور مسجد شریف کی چھت میں فرق یا امتیاز کیلئے حجرہ مبارکہ پر چند اینٹوں کا ایک حظیرہ بنایا ہوا تھا۔

حجرہ مبارکہ پر گنبد کی ابتداء

حجرہ مبارکہ پر سب سے پہلے گنبد 678 ہجری میں الملک المنصور قلاون صالحی نے تعمیر کروایا۔ یہ گنبد نیچے کی طرف سے مربع اور اوپر کی طرف مثمن (آٹھ پہلو) تھا اس کی تعمیر میں لکڑی اور سیسے کے تختے استعمال کئے گئے اور اس کو ''القبۃ الزرقا'' (نیلا گنبد) کے نام سے یاد کیا جاتا رہا۔

القبۃ الزرقا کی تجدید

الملک الناصر حسن بن محمد قلاون کے زمانے میں اس گنبد مبارک کی ایک بار تجدید کی گئی۔ گنبد مبارک چونکہ لکڑی کا تھا اس لئے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور شدید بارشوں کے نتیجے میں گنبد مبارک کی لکڑی کے تختے خراب ہو گئے تو 765 ہجری میں الملک الاشرف شعبان بن حسین نے ایک بار پھر اس کی تجدید کروائی اور دوسری آتش زدگی سے پہلے 881 ہجری میں عمارت مبارکہ کے متولی الشمس بن الزمن نے اسکی اصلاح و مرمت کروائی۔

دوسری آتشزدگی کے بعد گنبد کی تعمیر

886 ہجری کے آتشزدگی کے واقعہ میں گنبد مبارک بھی جل گیا۔ 888 ہجری میں سلطان مصر الاشرف قایتبائی نے لکڑی کی بجائے مضبوط پتھروں سے ایک گنبد تعمیر کروایا۔ اس کی تعمیر میں کالے اور سفید پتھروں کا استعمال ہوا جس کی وجہ سے اس کا نام قبۃ البیضاء (سفید گنبد) مشہور ہو گیا۔

892 ہجری میں اس گنبد کے اوپر ایک اور گنبد بنایا گیا اور ابھی تعمیر مکمل نہ ہوئی تھی کہ اس کے اوپر والے حصے میں شگاف پڑ گیا جس کی وجہ سے مصر سے اعلیٰ تعمیرات سامان منگوا کر دوبارہ تعمیر کی گئی اور اوپر نہایت خوبصورت مینا کاری بھی کروائی گئی۔

ترکی سلاطین اور گنبد خضراء

ترکی خلیفہ سلطان سلیم ثانی نے 980 ہجری میں حجرہ مبارکہ پر ایک نہایت خوبصورت گنبد تعمیر کروایا۔ اس پر طلائی گل کاری کروائی گئی اور چھوٹے چھوٹے پتھر لگا کر اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کیا گیا۔

موجودہ گنبد مبارکہ

امتداد زمانہ اور موسمی اثرات کی وجہ سے سلطان سلیم ثانی کے تعمیر کردہ گنبد کا بالائی حصہ میں شگاف پڑ گئے جس پر سلطان محمود نے گنبد کو از سر نو تعمیر کروایا اور اس پر سبز رنگ کرنے کا حکم دیا جس کی وجہ سے یہ گنبد ''گنبد خضراء'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ موجودہ گنبد کی عمارت ''خلفاء عثمانیہ'' کی یادگار ہے۔

مسجد نبوی ﷺ کے مینار

عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ تک مسجد نبوی ﷺ پر کوئی مینار نہیں تھا۔ سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی ﷺ پر چار مینار (چاروں اطراف میں) تعمیر کروائے۔ خلافت عثمانیہ کے دور میں مسجد نبوی ﷺ کی تجدید و توسیع کے وقت پانچ مینار تعمیر کروائے گئے۔

1- **منارہ شامیہ:** یہ مینار مسجد کے شمال مغربی کونے میں بنایا گیا۔

2- **منارہ شرقیہ:** اس کو **مینارہ عزیزیہ** بھی کہتے ہیں یہ مسجد کے شمال شرقی کونے میں بنایا گیا۔

3- **منارہ جنوبیہ شرقیہ:** یہ سب سے بڑا مینار تھا اور اب بھی **مینار رئیسیہ** کے نام سے مشہور ہے۔ یہ گنبد خضراء سے متصل بنایا گیا۔

4- **منارہ غربیہ جنوبیہ:** یہ **منارہ باب السلام** بھی کہا جاتا ہے۔

5- **منارہ غربیہ:** یہ **مینارہ باب رحمت** کے نام سے مشہور ہوا۔

پہلی سعودی توسیع کے دوران تین مینار (مینار نمبر 1، نمبر 2، نمبر 5) منہدم کر کے ان کی جگہ 2 مینار تعمیر کئے گئے اس طرح پہلی سعودی توسیع میں مسجد نبوی شریف کے چار مینار ہو گئے۔

دوسری سعودی توسیع کے دوران مزید چھ میناروں کا اضافہ کیا گیا اور اس طرح اب مسجد نبوی ﷺ کے کل دس مینار ہو گئے ہیں جو اس وقت موجود ہیں اور ان کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

الروضہ النبویہ الشریفہ ﷺ

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے وقت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کیلئے حجرے تعمیر کئے گئے، انہی میں سے ایک حجرہ مبارکہ

ترکی سلاطین اور گنبد خضراء

ترکی خلیفہ سلطان سلیم ثانی نے 980 ہجری میں حجرہ مبارکہ پر ایک نہایت خوبصورت گنبد تعمیر کروایا۔اس پر طلائی گل کاری کروائی گئی اور چھوٹے چھوٹے پتھر لگا کر اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کیا گیا۔

موجودہ گنبد مبارکہ

امتداد زمانہ اور موسمی اثرات کی وجہ سے سلطان سلیم ثانی کے تعمیر کردہ گنبد کا بالائی حصہ میں شگاف پڑ گئے جس پر سلطان محمود نے گنبد کو از سر نو تعمیر کروایا اور اس پر سبز رنگ کرنے کا حکم دیا جس کی وجہ سے یہ گنبد ''گنبد خضراء'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔موجودہ گنبد کی عمارت ''خلفاء عثمانیہ'' کی یادگار ہے۔

مسجد نبوی ﷺ کے مینار

عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ تک مسجد نبوی ﷺ پر کوئی مینار نہیں تھا۔سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی ﷺ پر چار مینار (چاروں اطراف میں) تعمیر کروائے۔ خلافت عثمانیہ کے دور میں مسجد نبوی ﷺ کی تجدید و توسیع کے وقت پانچ مینار تعمیر کروائے گئے۔

1- **منارہ شامیہ:** یہ مینار مسجد کے شمال مغربی کونے میں بنایا گیا۔

2- **منارہ شرقیہ:** اس کو **مینارہ عزیزیہ** بھی کہتے ہیں یہ مسجد کے شمال شرقی کونے میں بنایا گیا۔

3- **منارہ جنوبیہ شرقیہ:** یہ سب سے بڑا مینار تھا اور اب بھی **مینار رئیسیہ** کے نام سے مشہور ہے۔یہ گنبد خضراء سے متصل بنایا گیا۔

4- **منارہ غربیہ جنوبیہ:** یہ **منارہ باب السلام** بھی کہا جاتا ہے۔

5- **منارہ غربیہ:** یہ **مینارہ باب رحمت** کے نام سے مشہور ہوا۔

پہلی سعودی توسیع کے دوران تین مینار (مینار نمبر 1، نمبر 2، نمبر 5) منہدم کر کے ان کی جگہ 2 مینار تعمیر کئے گئے اس طرح پہلی سعودی توسیع میں مسجد نبوی شریف کے چار مینار ہو گئے۔

دوسری سعودی توسیع کے دوران مزید چھ میناروں کا اضافہ کیا گیا اور اس طرح اب مسجد نبوی ﷺ کے کل دس مینار ہو گئے ہیں جو اس وقت موجود ہیں اور ان کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

الروضہ النبویہ الشریفہ ﷺ

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے وقت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کیلئے حجرے تعمیر کئے گئے ،انہی میں سے ایک حجرہ مبارکہ

سرکارِ دو عالم ﷺ اور شیخین حضرات کی قبور مبارکہ اور آپ ﷺ کا حجرہ مبارکہ اب تک اسی اصلی صورت وحالت میں موجود ہے۔ شاہان وسلاطین نے جو بھی سرکار ﷺ کی خدمت میں اپنی خدمات وتعمیرات پیش کیں وہ سب کی سب اسی حجرہ مبارکہ کے بیرونی اطراف میں ہیں۔

حظار مزور پر غلاف کی ابتداء

خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران 170 ہجری میں حج کی سعادت حاصل کر کے مدینہ شریف پہنچی تو سب سے پہلے اسی خاتون نے اس عمارت پر ریشمی غلاف چڑھائے بعد میں شاہانِ مصر وبغداد بھی غلاف ارسال کرتے رہے۔

شیخ عمر النسائی رحمۃ اللہ علیہ اور حجرہ مبارکہ کی زیارت کا شرف

548 ہجری کا واقعہ ہے کہ حجرہ مبارکہ کے اندر سے ایک آواز سنی گئی اس امر کی اطلاع امیر قاسم الحسینی کو دی گئی خلیفہ نے منظوری دی کہ کسی نیک اور بزرگ شخصیت کو حجرہ شریف کے اندر اتار کر اس امر کا پتہ لگایا جائے، چنانچہ یہ سعادتِ عظیم حضرت شیخ الشیوخ عمر النسائی الموصلی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک مدت سے مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ ان کے حصہ میں آئی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رسیوں کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تعمیر کردہ حظیرہ میں اتارا گیا، جہاں سے آپ حجرہ مبارک میں داخل ہوئے، روشنی کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شمع بھی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ حجرۂ مبارکہ کی چھت سے کوئی چیز قبور مبارکہ پر گر گئی ہے۔ آپ نے اسے ہٹا دیا اور قبور پر پڑی مٹی کو اپنی داڑھی مبارکہ سے صاف کر دیا۔ [وفاء الوفاء جلد 1 ص 407]

سلطان نور الدین زنگی کی تعمیر

557 ہجری کا واقعہ ہے کہ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو نبی اکرم ﷺ بار بار خواب میں آئے اور دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کو اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ آپ ﷺ کے اس حکم مبارک پر سلطان روز وشب کی مسافتیں طے کر کے مدینہ منورہ پہنچا اور ان دو نصرانیوں کو اسی مقام پر قتل کروا دیا جہاں سے وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے روضہ اقدس میں سرنگ بنائے ہوئے تھے اور خفیہ طور پر روضہ اقدس کو نقصان پہنچانے اور آپ ﷺ کے جسم اطہر کو نکالنے کا منصوبہ بنائے ہوئے تھے مگر خدائے بزرگ و برتر نے نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے ان کو اپنے اس ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہونے دیا۔

سلطان نور الدین زنگی نے ان نصرانیوں کا کام تمام کرنے کے بعد روضہ مبارکہ کے اردگرد پانی کی تہہ تک خندق نکلوا کر سیسہ کی دیواریں بنوادیں جو اب تک قائم ہیں۔ دنیا میں کسی اور نبی اور رسول کے گھر اور قبر کی حفاظت کا انتظام اس طرح نہیں ہوا۔ لیکن قربان جائیں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ پر کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس طریقے سے آپ ﷺ کے حجرہ مبارکہ اور

قبر مبارک کی حفاظت کا انتظام کیا ہوا ہے۔

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اللہ تعالیٰ کی یہ عنایت دیکھی کہ روئے زمین کے تمام بادشاہوں میں سے اس سے یہ کام لیا گیا ہے تو سلطان نے اپنی اس خوش نصیبی پر خوشی کے آنسو بہائے۔ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا۔ وصال سے پہلے وصیت کی کہ یہ موئے مبارک میرے لبوں پر رکھ دینا۔

السلطان بیبرس اور حجرہ مبارکہ کی جالی

668 ہجری میں السلطان رکن الدین بیبرس نے حجرہ مبارکہ کی تعظیم اور تقدس کے پیش نظر لکڑی کا ایک جالی دار جنگلہ حجرہ مبارک کے اطراف میں نصب کروایا جس کی اونچائی 3 میٹر تھی۔ اس جنگلہ میں تین دروازے رکھے گئے ایک دروازہ جانب قبلہ، ایک مشرق اور ایک مغرب میں، اس طرح حجرہ مبارک اب ایک جنگلہ کے اندر مقصور ہو گیا۔ بعد میں یہ ساری عمارت ''مقصورہ شریف'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ ان مذکورہ دروازوں میں سے زائرین اندر بھی حاضر ہوا کرتے تھے۔

694 ہجری میں الملک زین الدین نے لکڑے کے جنگلے کو چھت تک بلند کروا دیا۔

732 ہجری میں جب الملک ناصر حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ شریف حاضر ہوا تو اس نے ''مقصورہ شریف'' کے اندر عورتوں اور بچوں کا رش دیکھا جو اس مقام کے تقدس کے خلاف تھا۔ چنانچہ اب ''مقصورہ شریف'' ایام حج میں بند کیا جانے لگا۔

830 ہجری میں الملک الاشرف برسبائی نے س مقام کی عظمت اور تقدس کی خاطر تمام دروازوں کو زائرین کیلئے بند کروا دیا اور لوگ جالیوں کے باہر کھڑے ہو کر سلام پیش کرتے اور سوائے مخصوص لوگوں کے عام زائرین کیلئے اندر داخلے پر پابندی ہو گئی۔

حضرت علامہ نور الدین السمهودی رحمۃ اللہ علیہ اور حجرہ مبارکہ کی زیارت کا شرف عظیم

سلطان مصر الملک الاشرف قایتبا ء کے دورِ حکومت میں مسجد نبوی کی تجدید و تعمیر پر خصوصی توجہ دی گئی اسی دور میں ہی حجرہ مبارکہ کی مرمت کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس متبرک مقام کی تعمیر و مرمت کو خود مشاہدہ کیا اور جس وقت اس مقام مقدس کی تجدید کیلئے بعض مقامات گرائے جا رہے تھے اگرچہ میں اس وقت دور ہی رہا لیکن تعمیر کے وقت مجھے خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

25 شعبان 881 ہجری صبح کے وقت عمارت مقدس کے متولی نے مجھے پیغام بھیجا کہ حجرہ مبارکہ کی زیارت کا شرف

حاصل کرلیا جائے۔ چنانچہ میں نے اس عظیم اور مقدس مقام میں داخل ہونے سے پہلے اس مقام کے ادب اور تعظیم بجالانے کی دُعا کی اور پھر اس حاضری مبارک کی قبولیت کیلئے دُعا کی، اس کے بعد میں نے اجازت طلب کی اور نہایت ادب و احترام سے حجرۂ مبارکہ میں داخل ہوا اور ابھی اس مقام مقدس تک پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ ایسی خوشبو آئی کہ اس جیسی مبارک اور معطر خوشبو میں نے ساری زندگی نہ پائی ہوگی۔

بطیب رسول اللہ ﷺ طاب نسیمھا
فما المسك ما الکافور ما المندل الرطب

(آپ ﷺ کی خوشبو سے مدینہ منورہ کی ساری فضا معطر ہوگی جس کے سامنے کستوری، کافور اور عنبر کی کیا حیثیت ہے)۔

پھر میں نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام پیش کیا۔ گڑگڑا کر دُعائیں کیں۔ پھر میں نے اس خاک مقدس ومبارک سے کچھ خاک اُٹھائی اور اس خاک مقدس کو آنکھوں کا سرمہ بنانے کی سعادت حاصل کی۔

سلطان مصر الاشرف قایتبای اور ادب نبی ﷺ

830 ہجری "مقصورہ شریف" کے تمام دروازے زائرین کیلئے بند کر دیئے گئے۔ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلطان مصر 884 ہجری میں مدینہ منورہ تشریف لائے اور ریاض الجنۃ میں ان سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے دل میں ارادہ کیا کہ میں سلطان سے بات کروں گا کہ موسم حج کے علاوہ "مقصورہ شریف" کے بعض دروازوں کو زائرین کیلئے کھولا جایا کرے لیکن جب سلطان کو "مقصورہ شریف" کی عمارت کے اندر تشریف لانے کو کہا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر ممکن ہوتا تو آپ ﷺ کے ادب اور اس مقام کی عظمت کے پیش نظر اس مقام سے بھی دور کھڑا ہوتا۔

سنہری جالی مبارک

886 ہجری میں مسجد نبوی ﷺ میں دوسری آتشزدگی سے حجرہ مبارکہ محفوظ رہا مگر جالی مبارک کو کافی نقصان پہنچا۔ سلطان کے حکم سے نئی آہنی جالی تین اطراف میں اور "مواجہ شریف" میں پیتل کی جالی بنوا کر نصب کروائی گئی۔ اس جالی مبارکہ میں بھی پہلے کی طرح دروازہ رکھے گئے۔ انتہائی مضبوط اور خوبصورت جالی میں قرآنی آیات، اسماء الحسنٰی اور حضور ﷺ کا اسم مبارک ڈھلے ہوئے الفاظ میں لکھوایا گیا۔ حجرہ کے مغربی دروازہ کی جالی پر سلطان قایتبای کا نام ڈھلے ہوئے لفظوں میں لکھا ہوا ہے۔

حجرہ مبارکہ کا غلاف مبارک

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سیدہ خیزران 170 ہجری میں جب حج کر کے نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک

کی زیارت کو آئی تو پوری مسجد نبوی ﷺ میں عطر لگوایا اور سب سے پہلے اسی خاتون کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اس نے حجرہ مبارکہ پر غلاف چڑھایا۔ بعد میں مختلف شاہانِ مصر و بغداد کو غلاف چڑھانے کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

حضرت علامہ السمہودی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (ج 1، ب 4، صفحہ 415) میں غلاف حجرہ مبارکہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ حسین بن الھیجاء نے مال کثیر صرف کر کے ایک ریشمی غلاف تیار کروایا اور عراق سے امام المستضئی بأمر اللہ کی اجازت سے اس غلاف کو حجرہ مبارک پر چڑھایا جو تقریباً دو سال تک رہا۔ پھر خلیفہ کی طرف سے غلاف آیا اور پرانے غلاف کو اتار کو کوفہ میں حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کے مقامِ شہادت کیلئے ارسال کر دیا گیا۔ بعد میں اسی غلاف پر ایک اور غلاف مبارک امام الناصر لدین اللہ نے چڑھایا اور کچھ عرصہ بعد خلیفہ کی والدہ کی طرف سے ایک اور غلاف چڑھایا گیا۔ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ جن کی تاریخ وصال 911 ہجری ہے، بیان کرتے ہیں کہ ''آج ہمارے زمانے میں حجرہ مبارکہ پر تین غلاف اوپر نیچے چڑھے ہوئے ہیں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا اور سلطان اسماعیل بن الملک الناصر قلاوون نے مصر میں ایک گاؤں خرید کر غلاف بنوانے کیلئے وقف کر دیا۔ جہاں پر خانہ کعبہ کیلئے غلاف ہر سال اور ہر پانچ سال بعد حجرہ شریف اور منبر شریف کیلئے غلاف تیار ہوتا رہا۔ جب نیا غلاف چڑھایا جاتا۔ تو شیخ الحرام پرانا غلاف خدام کو اور جن کو مناسب خیال کرتے ان میں تقسیم کر دیتے۔

اس بندۂ ناچیز کو کچھ عرصہ پہلے ایک صاحب نے بتایا کہ ان کے پاس حجرہ شریفہ کے غلاف کا ایک ٹکڑا ہے۔ تفصیل پوچھنے پر معلوم ہوا کہ کسی مدنی شخصیت نے انہیں عطا کیا ہے جو ان کے پاس نسل در نسل چلتا آ رہا ہے۔ بندہ نے اس کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب سلاطین عثمانیہ کو حرمین شریفین کی خدمت کا شرف بخشا تو ان کا یہ معمول تھا کہ ہر بادشاہ کی تخت نشینی کے وقت نیا غلاف مبارک حجرہ مبارکہ پر پیش کیا جاتا۔ سلطنت عثمانیہ کا آخری سبز رنگ کا غلاف سلطان عبدالحمید خان ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تخت نشینی کی یادگار ہے۔

مقبرہ والد رسول ﷺ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک جب چھ سال کی ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدۃ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر مدینہ منورہ کی طرف سفر اختیار کیا اور آپ ﷺ کے ننھیال ''بنو عدی بن نجار'' کے ہاں ایک ماہ تک قیام کیا۔ اس دوران آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آپ ﷺ کو ساتھ لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر بھی حاضر ہوئیں۔ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لا کر مقیم ہو گئے تو اکثر آپ ﷺ اس زمانہ کی یادوں کو ان الفاظ میں تازہ فرمایا کرتے تھے کہ اس مقام پر میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ قیام پذیر رہا اور اس گھر میں میرے والد ماجد

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بھی تھی۔

یہ مقام مبارک چودہ صدیوں تک محفوظ رہنے کے ساتھ ساتھ مرجع خلائق بھی رہا اور ''دارالنابغہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔ بعد میں زقاق آمنہ رضی اللہ عنہا (آمنہ رضی اللہ عنہا کی گلی) سے مشہور ہوا۔ سلاطین عثمانیہ نے آپ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک پر قبہ بنوایا۔ بعد کے دور میں قبہ مسمار کر کے دروازے کو بند کروا دیا گیا۔

سعودی توسیع کے دوران آپ کی قبر مبارک کا بھی مقام آ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک جب باہر نکالا گیا تو بالکل صحیح وسالم اور تر وتازہ تھا۔ بعد از اں آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

جنت البقیع

مدینہ منورہ کا عظیم ومتبرک قبرستان ''جنت البقیع'' جس میں دس ہزار کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین کرام، کبار المسلمین، امہات المؤمنین، اہل بیت اطہار، رضوان اللہ علیہم اجمعین آرام فرما ہیں۔ اس میں وہ ہستیاں مدفون ہیں جنہوں نے دین اسلام کی سربلندی کیلئے اپنے مقدس خون سے ایسی ناقابل فراموش داستانیں رقم کیں، جو آئندہ نسلوں کیلئے مشعل راہ ہیں۔

روز محشر اسی قبرستان سے ستر ہزار افراد ایسے اُٹھیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوں گے اور ان کو بغیر حساب جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہی وہ قبرستان ہے کہ جہاں پر دفن ہونے کی ہر مسلمان عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمنا لئے نہایت شوق سے موت کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔

جنت البقیع کو عربی میں ''بقیع الغرقد'' کہتے ہیں غرقد ایک درخت کا نام ہے جو اس مقام پر ہوا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے بقیع الغرقد کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بقیع کی زیارت کیلئے تشریف لاتے اور اہل بقیع کیلئے دعا فرمایا کرتے۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارا رب تمہیں حکم فرماتا ہے کہ آپ جنت البقیع میں آئیں اور اُن کیلئے دُعا فرمائیں۔ ایک اور حدیث کے مطابق جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ **انی بعثت الی اهل البقیع لاصلی علیهم** (کہ مجھے اہل بقیع کی طرف بھیجا گیا ہے کہ ان پر سلام پیش کروں)۔

جنت البقیع کے اولین مدفون

مہاجرین میں سب سے پہلے جنت البقیع میں دفن ہونے کی سعادت حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور انصار مدینہ میں سب سے پہلے دفن ہونے کی سعادت حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ان عظیم شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے قبل از اسلام شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا

تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد نبی اکرم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور جب اپنے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پاس دفنایا گیا۔

جنت البقیع میں قبوں (گنبدوں) کی تاریخ

تمام والیانِ مدینہ منورہ اپنے اپنے دور میں اس عظیم قبرستان کی اچھے طریقے سے دیکھ بھال کا اہتمام کرتے رہے۔ اہل بیت کرام، عظیم و نامور صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبور پر ضریح اور قبے بنوائے گئے۔ یہ خیال غلط ہے کہ سلطنت عثمانیہ کے دور حکومت میں ان قبور مبارکہ پر گنبد بنوائے گئے بلکہ اس کا اہتمام شروع سے ہی ہر وقت کے مطابق ہوتا رہا۔

ذیل میں چند مؤرخین متقدمین کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اپنی کتب میں جنت البقیع کے بارے میں کیا یادیں رقم کیں۔

1- ابوالحسن علی بن حسین مسعودی (وفات 345 ہجری) کتاب ''مروج الذہب ومعادن الجوہر'' میں فرماتے ہیں کہ ''جنت البقیع میں قبور مبارکہ پر پتھر لگے ہوئے ہیں جن پر اسماء مبارک درج ہیں''۔

2- محمد بن ابی بکر تلمسانی فرماتے ہیں کہ ''حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک تھوڑی سی اونچی ہے اور اس پر آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے''۔

3- مشہور سیاح ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ (وفات 614 ہجری) اپنے سفرنامہ **''رحلہ ابن جبیر''** میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی قبر پر عمارت اور گنبد بنا ہوا ہے۔ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر ایک سفید گنبد ہے، اسی طرح باقی قبور پر بھی عمارات اور قبول کا ذکر کیا ہے۔

4- حافظ محمد نجار (وفات 643 ہجری) کتاب **''اخبار مدینہ الرسول ﷺ''** میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر ایک گنبد بنا ہوا ہے اور اسی طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر بھی ایک اونچا گنبد ہے۔

5- مشہور مسلمان سیاح ''ابن بطوطہ'' جس نے 726 ہجری میں مدینہ منورہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اپنے سفرنامہ میں بیان کرتے ہیں کہ ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر ایک بڑا گنبد ہے، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارکہ پر سفید گنبد ہے''۔

6- حضرت علامہ نورالدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (وفات 911 ہجری) فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی قبور مبارکہ پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر بھی ایک گنبد بنا ہوا ہے جس

کو سلطان السعید صلاح الدین یوسف نے 601 ہجری میں تعمیر کروایا اسی طرح بعد کے مؤرخین نے بھی جنت البقیع میں عمارات اور قبوں (گنبدوں) کا ذکر کیا ہے۔ محمد لبیب البتونی اپنی کتاب "**الرحلة الحجازیه**" میں فرماتے ہیں کہ جنت البقیع میں بے شمار قبے ہیں۔ جنرل ابراہیم رفعت پاشا کتاب ''مرأۃ الحرمین'' میں لکھتے ہیں کہ اہل مدینہ ہر جمعرات کو بقیع کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور قبور پر پھول اور خوشبو پیش کرتے ہیں۔

بحمداللہ! صبح و شام بارگاہِ نبی اکرم ﷺ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے اور شہزادۂ غوث الثقلین کے احباب سے بھی مختصر اُملاقاتیں رہتیں۔ شہدائے اُحد بالخصوص سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، مسجد قباء، دوسری تاریخی مساجد، متبرک و تاریخی مکانات، کنوئیں، نہریں، پہاڑ اور وادیوں کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حصول برکت کیلئے ذیل میں اُن کا مختصر تذکرہ پیش ہے۔

شهداء احد کی زیارت

نبی اکرم ﷺ جنت البقیع کی طرح شہداء احد کو بھی باقاعدگی سے تشریف لایا کرتے اور ان کو بھی سلام پیش کیا کرتے۔ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہر دوسرے تیسرے دن شہداء احد کی زیارت کو تشریف لاتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا یہاں نماز پڑھتیں اور شہداء کیلئے دُعاؤں اور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتیں اور یہ سلسلہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے وصال تک جاری رکھا۔ خلفاء راشدین بھی آپ ﷺ کے نقش قدم پر ہمیشہ شہداء احد کی زیارت کو تشریف لاتے رہے۔

فضیلت شهداء احد

نبی اکرم ﷺ نے شہداء اُحد کی فضیلت بیان کر کے فرمایا۔ ان شہداء کی زیارت کو آؤ اور ان پر سلام پیش کرو اور جب تک زمین و آسمان قائم ہیں، یہ سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔

حضرت العطاف بن خالد روایت کرتے ہیں کہ میری خالہ جو ایک نیک خاتون تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر حاضر ہوئی۔ میں نے ان پر سلام پیش کیا اور اپنے ہاتھ سے اشارہ بھی کیا۔

فسمعت رد السلام تحت الارض

(تو میں نے زمین کے نیچے سے اپنے سلام کا جواب سنا)۔

حضرت امام بیہقی نے ایسے بے شمار واقعات کا ذکر کیا ہے کہ جنہوں نے شہداء اُحد کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام پیش کیا تو انہوں نے باقاعدہ جواب سنا۔ لہٰذا قیام مدینہ منورہ کے دوران کوشش کریں کہ ایک سے زائد مرتبہ ان شہداء کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کریں اور اس کامل یقین کے ساتھ آئیں کہ اگر ہم ان کا جواب سننے کے قابل نہیں، تو کم از کم وہ عظیم ہستیاں ہم گناہگاروں کا سلام سن رہی ہیں۔ اس مقام پر بھی نہایت ادب و محبت سے حاضری دینی چاہئے۔

شیر خدا اور شیر رسول ﷺ سیدنا امیر حمزہ کا مقام

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد نبی اکرم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے مقام شہادت پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک دیکھ رہے ہیں۔ چشمان مبارک اتنی اشکبار ہیں کہ روتے روتے آپ ﷺ کی ہچکی بندھ گئی، کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل تشریف لائے ہیں اور انہوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک ساتوں آسمانوں پر اس طرح لکھا ہوا ہے ''حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شیرِ خدا اور شیر رسول ﷺ''۔

غزوہ احد کے اختتام پر آپ ﷺ واپس تشریف لا رہے ہیں کہ دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے شہیدوں پر رو رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی چشم مبارک سے آنسو رواں ہوگئے اور فرمایا''**لکن حمزہ** رضی اللہ عنہ **لا بواکی لہ**'' (کہ آج میرے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ پر آنسو بہانے والا کوئی نہیں) قبیلہ بنو عبدالاشہل کی عورتوں نے آپ ﷺ کا ارشادِ مبارک سنا تو انہوں نے آپ ﷺ کے چچا پر آنسو بہانے شروع کر دیئے۔

غزوہ احد میں شہید ہونے والے خوش نصیبوں کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔''**ادفنوھم حیث صرعوا**'' (ان شہداء کو وہاں ہی دفن کیا جائے جہاں انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا)۔

اس بناء پر آپ ﷺ کے محبوب و بہادر چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کے مقامِ شہادت پر ہی دفنایا گیا۔ اس مقام سے پانی کا گزر رہتا تھا لہٰذا سیلاب کی وجہ سے 46 ہجری میں آپ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک نکال کر موجودہ مقام پر دفنایا گیا۔ عہد قریب تک آپ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر عمارت اور گنبد بنے ہوئے تھے، اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے اردگرد بھی ایک جنگلہ بنا ہوا تھا لیکن اب ان تمام چیزوں کے آثار نہیں ملتے۔

نبی اکرم ﷺ کی مدینہ منورہ آمد سے قبل جو مساجد تعمیر ہوئیں

آنحضرت ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے قبل جو مساجد تعمیر ہوئیں ان کی تعداد 9 ہے۔ ان کی تعمیر مدینہ منورہ کے اُن مسلمانوں نے کی جنہوں نے مکہ مکرمہ آ کر حضور ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جسے تاریخ اسلام میں بیعتِ عقبہ اولیٰ اور بیعتِ عقبہ ثانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی مدینہ تشریف آور کے بعد ان تمام مساجد میں اس وقت تک اذان نہ ہوتی تھی جب تک مسجد نبوی ﷺ میں اذان نہ ہو جاتی اب تو ان میں سے اکثر مساجد کے صرف نام ہی تاریخ میں محفوظ ہیں۔ ان کے آثار کا بھی کچھ پتہ نہیں چلتا۔

۱-	مسجد بنی عمرو بن مبذول من بنی النجار	۲-	مسجد بنی ساعدة
۳-	مسجد بنی عبید	۴-	مسجد بنی سلمہ
۵-	مسجد بنی راتج من بنی عبد الاشھل	۶-	مسجد بنی زریق
۷-	مسجد بنی غفار	۸-	مسجد بنی اسلم
۹-	مسجد بنی جھینہ		

مسجد قبا

سفر ہجرت میں نبی اکرم ﷺ جب قبا کی بستی میں رونق افروز ہوئے تو یہاں قیام کے دوران آپ ﷺ نے جو سب سے اہم کام تکمیل فرمایا وہ مسجد قباء کی تعمیر تھی۔ حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کا ایک میدان جس میں کھجوریں خشک کی جاتی تھیں۔ اُس پر اس عظیم مسجد کی تعمیر ہوئی۔ حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا نے یہ زمین کا ٹکڑا مسجد کی تعمیر کیلئے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش فرمایا تھا۔ تاریخ اسلام کی یہ پہلی مسجد جس کی بنیاد آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی اور بالا جماع یہی وہ مسجد ہے جس کی بنیاد کے بارے میں قرآن پاک کی ایک آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ وہ مسجد جس کی بنیاد ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ اس عظیم مسجد کے معمار خود نبی اکرم ﷺ اور اس کے مزدور، مہاجر وانصار بنے۔

حضرت شموس بنت النعمان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔" کہ میں نے خود حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ خود پتھر اُٹھاتے ہیں اور ان سے گرتی ہوئی مٹی آپ ﷺ کے شکم مبارک پر پڑتی ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کہ پتھر مجھے دے دیں، میں اسے اُٹھا کر لے جاؤں، آپ ﷺ ان سے فرماتے ہیں نہیں بلکہ تم اس جیسا کوئی اور پتھر اُٹھا لو حتیٰ کہ اسی طرح اس مسجد کی تعمیر مکمل ہو جاتی ہے"۔

فضیلت مسجد قباء

اس مسجد کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگا لیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق "**كان النبى ﷺ ياتى مسجد قبا كل سبت ماشياء و راكبا**" (آپ ﷺ ہر ہفتے کے دن کبھی پیدل اور کبھی سواری پر مسجد قبا کی زیارت کیلئے تشریف لایا کرتے تھے)۔

ایک اور روایت کے مطابق "**كان النبى ﷺ يأتى مسجد قباء راكبا و ماشيا فيصلى فيه ركعتين**" (نبی اکرم ﷺ مسجد قباء کبھی پیدل اور کبھی سواری پر تشریف لایا کرتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے)۔ مسجد حرام،

مسجد نبوی ﷺ اور بیت المقدس کے بعد مسجد قباء دنیا بھر کی مساجد سے افضل ہے۔

شهر مدينه ميں عمرے كا ثواب

ایک مرتبہ اہل مدینہ نے آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں بسنے والوں کیلئے کتنی آسانی ہے کہ وہ تین میل کے فاصلہ پر جا کر مسجد تنعیم (مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا) سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کر کے ثواب حاصل کر لیتے ہیں لیکن ہمارے لئے کوئی ایسی سہولت نہیں تو قربان جائیں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ پر کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **"من تطهر في بيته ثم اتى مسجد قباء فصلى فيه ركعتين كان له كأجر عمرة"** (کہ جو شخص گھر میں اچھی طرح طہارت و پاکیزگی کے ساتھ مسجد قباء آیا اور اس میں دو رکعت نماز ادا کی تو اس کیلئے عمرے کا ثواب ہے)۔

ایک اور حدیث مبارکہ جس کو امام ترمذی نے بھی نقل کیا ہے اور جس کے راوی حضرت اسید بن حضیر الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **"الصلاة في مسجد قباء كعمرة"** (کہ مسجد قباء میں نماز کا ثواب عمرہ کے ثواب کے برابر ہے)۔

سبحان اللہ! انصار و مہاجرین مکہ والوں سے آگے بڑھ گئے کہ نہ احرام کی ضرورت نہ سعی و طواف کی ضرورت اور نہ حلق و قصر کی ضرورت، دو رکعت مسجد قباء میں ادا کریں اور عمرے کا ثواب حاصل کریں۔ آپ بھی مدینہ منورہ قیام کے دوران مکہ مکرمہ کی طرح جتنی بار عمرے کا ثواب حاصل کرنا چاہیں تو آپ اتنے عمروں کا ثواب بآسانی حاصل کر سکتے ہیں اس لئے جب بھی ممکن ہو اس عظیم مسجد کی زیارت کو تشریف لاتے رہیں۔

مسجد الجمعه

اس مسجد مبارک کو بے شمار ناموں سے یاد کیا جاتا ہے چند ایک کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مسجد جمعہ: اس لئے کہتے ہیں کہ اس مسجد کے مقام پر آپ ﷺ نے نماز جمعہ ادا فرمائی تھی۔ جب آپ ﷺ قباء کی بستی مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے۔

مسجد بنی سالم: اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ مسجد بنی سالم کے محلّہ میں واقع تھی۔

مسجد الوادی: اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ وادی رانوناء میں واقع تھی۔ اسی طرح اس مسجد کو مسجد عاتکہ اور مسجد القبیب بھی کہتے ہیں۔

یہ وہ عظیم مسجد ہے جو ابھی تک نبوی ﷺ دور کی یاد تازہ کرتی ہے۔

قباء کی مسجد میں قیام اور پھر مسجد قباء کی تعمیر کے بعد بروز جمعۃ المبارک آپ ﷺ جب شہر مدینہ کی طرف روانہ

ہوئے تو عاشقانِ رسول ﷺ کا اتنا زیادہ ہجوم تھا کہ **قصوی اونٹنی** کیلئے بھی چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ یہ قافلہ عشاق جب قبیلہ بنی سالم میں پہنچا تو نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے یہاں نماز ادا فرمانے کا حکم فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی صفیں درست فرمالیں۔ آپ ﷺ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس خطبہ کی فصاحت و بلاغت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سامعین حضرات پر ایک عجیب کیفیت طاری کردی۔

سرکار دو عالم ﷺ خطبہ مبارک کے کلمات مبارکہ کتب تاریخ میں ابھی تک محفوظ ہیں۔ آپ ﷺ کی یہ سب سے پہلی اجتماعی نماز جمعہ اور سب سے پہلا خطبہ تھا۔ جس مقام پر آپ ﷺ نے نماز جمعہ ادا فرمایا اس مقام پر بعد میں ایک مسجد تعمیر کردی گئی۔ جس کو آج کل مسجد جمعہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور مسجد نبوی شریف ﷺ سے قباء کی طرف جاتے ہوئے بائیں جانب یہ مسجد واقع ہے اور اس کی زیارت کی جاسکتی ہے۔

مسجد الاجابة

اس مسجد کو مسجد بنی معاویہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اسی مقام پر انصاری قبیلہ بنی معاویہ آباد تھا۔ اس مسجد میں آپ ﷺ نے ایک طویل دُعا فرمائی تھی اور رب تعالیٰ سے اپنی امت کیلئے تین درخواستیں پیش فرمائی تھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان میں سے دو قبول فرمائیں۔ اسی قبولیت اور اجابت کی وجہ سے اس مسجد کو ''مسجد الاجابۃ'' کہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی نماز اور دُعا

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ اس مسجد میں تشریف لائے، دو رکعت نماز ادا فرمائی اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی اس کے بعد آپ ﷺ نے اس مقام پر ایک طویل دُعا فرمائی۔ فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا، دو تو مجھے عطا کردی گئیں اور ایک سے منع کردیا گیا۔

1- میں نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ میری امت کو اجتماعی قحط سالی سے تباہ نہ کرنا۔
2- میں نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ میری امت کو اجتماعی طور پر غرق نہ کرنا۔
3- میں نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ میری امت کو باہمی اختلافات اور خانہ جنگی میں مبتلا نہ کرنا۔

سو میرے رب نے میری دو درخواستوں کو قبول فرمالیا اور تیسری سے منع کردیا گیا۔

شارع الستین پر قصر الطائف کے ساتھ یہ مسجد موجود ہے۔ مسجد نبوی ﷺ سے 580 میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسکی زیارت کا شرف حاصل کیا جاسکتا ہے۔

مسجد القبلتین

اس مسجد کو مسجد بنی سلمہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ قریہ بنی سلمہ میں واقع تھی۔ تحویل قبلہ کے بعد اس کا نام مسجد القبلتین اور سرکار دو عالم ﷺ امام القبلتین ہو گئے۔

حضرت امام بخاری حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی جانب نمازیں ادا فرمائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی خواہش اور رغبت کی خاطر بذریعہ وحی کعبہ شریف کی طرف نماز ادا کرنے کا حکم نازل فرمایا۔

اکثر مؤرخین کی تحقیق کے مطابق آپ ﷺ ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ پہلی دو رکعتوں میں آپ ﷺ کا چہرۂ انور بیت المقدس کی جانب تھا۔ اسی دوران تحویل قبلہ کی آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے بقیہ دو رکعت جانب بیت اللہ شریف ادا فرمائیں اور مسجد نبوی ﷺ میں آپ ﷺ نے قبلہ رخ جو پہلی نماز ادا فرمائی وہ نماز عصر تھی۔

متبرک و تاریخی مکانات

مدینہ منورہ کے متبرک اور تاریخی آثار میں اس کے مکانات بھی ایک عظیم اور اہم مقام رکھتے ہیں۔ ''تاریخ معالم المدینۃ المنورہ قدیماً وحدیثاً'' کے مطابق ان متبرک و تاریخی مکانات کی تعداد 11 تھی۔ مرور زمانہ سے اور مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کے نتیجہ میں یہ مکانات بھی اپنی حیثیت برقرار نہ رکھ سکے۔ اکثر مکانات مسجد نبوی ﷺ کے قریب واقع تھے۔ اس لئے رفتہ رفتہ وہ مسجد کی توسیع میں شامل ہوتے رہے اور جو باقی رہ گئے تھے وہ بھی ماضی قریب کی عظیم توسیعات کے دوران مسجد نبوی ﷺ میں شامل کر دیئے گئے۔

ان متبرک مکانات کی یادیں اب صرف کتابوں میں ہی محفوظ ہیں۔ گو کہ ان کی زیارت تو ممکن نہیں لیکن ان کا تذکرہ خیر و برکت سے کم نہیں کیونکہ ان میں سے اکثر مکانات وہ تھے جن میں آپ ﷺ تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ اب ان مکانات کا ترتیب وار تذکرہ کرتے ہیں۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مبارک گھر

یہ وہ مبارک گھر ہے کہ جس میں نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف آوری کے وقت قیام پذیر ہوئے اس گھر کی تعمیر شاہ یمن (تبع) نے کروائی تھی۔ جس کا پورا نام ''تبان اسعد کلیکرب'' تھا۔ شاہ یمن کا جس وقت مدینہ منورہ سے گزر ہوا تو اس کے لشکر کے ساتھ چار سو علماء پر مشتمل ایک جماعت بھی تھی۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد بادشاہ نے جب مدینہ منورہ سے کوچ کا ارادہ کیا تو علماء کی اس جماعت نے متفق ہو کر بادشاہ سے گزارش کی کہ ہم مدینہ منورہ سے نہیں جائیں گے۔ یہ بات آپ ﷺ کی

ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال پہلے کی ہے۔ بادشاہ نے ان سے جب اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں جس نبی کا ذکر اور جس کا نام ''محمد ﷺ'' یا ''احمد ﷺ'' ہوگا یہ عظیم شہران کی ہجرت گاہ بنے گا۔ اس لئے ہم یہاں پر ہی قیام کریں گے شاید ہماری ان سے ملاقات ہو جائے، ہم ان کی زیارت کا شرف حاصل کریں اور ان پر ایمان لائیں یا پھر ہماری آئندہ نسلوں میں کوئی بھی ان کا زمانہ پائے تو ان پر ایمان لے آئے، اس سارے واقعہ کو سننے کے بعد بادشاہ نے بھی ارادہ کرلیا کہ وہ بھی یہاں قیام کرے گا چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان چار سو علماء کیلئے چار سو گھر تعمیر کئے جائیں۔ چار سو کنیزیں خریدیں اور ان کا نکاح ایک ایک عالم سے کر دیا۔ پھر ہر عالم کو اتنا مال و متاع دیا کہ وہ آسانی سے اپنے اخراجات کر سکیں۔ پھر ایک خط نبی اکرم ﷺ کے نام تحریر کیا جس کا مختصراً ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی کتاب پر ایمان لایا۔ میں نے آپ ﷺ کا دین قبول کیا اگر مجھے آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے تو یہ میری انتہائی خوش قسمتی ہوگی، اگر مجھے زیارت نہ ہوسکی تو آپ ﷺ میری شفاعت ضرور فرمائیں اگر میری زندگی نے وفا کی اور میں نے آپ ﷺ کا زمانہ پالیا تو میں آپ ﷺ کا وزیر بنوں گا اور تلوار کے ساتھ آپ ﷺ کے دشمنوں سے جہاد کروں گا۔

شهدت علی احمد ﷺ انه	رسول من الله باری النسم
ولو مد عمری الی عمره	لكنت وزيراً له وابن عم

مذکورہ خط کو شاہ یمن نے سونے کے ساتھ سر بمہر کیا اور پھر ان علماء میں سے سب سے بڑے عالم کے سپرد کر دیا اور ان سے گزارش کی کہ اس خط کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے اور اگر وہ پیش نہ کر سکے تو وہ اپنی اولاد در اولاد وصیت کرتا جائے کہ جس کو وہ مبارک زمانہ دیکھنا نصیب ہو وہ یہ خط حضور پاک ﷺ کی خدمت میں پیش کر دے۔

شاہ یمن کا انتقال ہو گیا اور ایک ہزار سال بعد آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور پھر جب آپ ﷺ مکی زندگی گزارنے کے بعد مدینہ پاک کی طرف ہجرت فرماتے ہیں اور اہل مدینہ کو یہ خبر ملتی ہے تو وہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ اس عظیم خط کو کس طرح آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے چنانچہ بالاتفاق رائے قبیلہ انصار سے ایک نہایت ہی سمجھدار اور معزز آدمی جس کا نام ''ابولیلیٰ'' تھا اس کو خط دے کر آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں۔ ''ابولیلیٰ'' نے اس خط کو نہایت احتیاط سے اپنے سامان میں چھپایا ہوا تھا۔

غیب کسے کہتے ہیں؟

سفر طے کرنے کے بعد وہ آپ ﷺ کی خدمت میں ابھی پہنچا ہی تھا تو قربان جائیں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ پر کہ

ابھی وہ شخص اپنا تعارف نہیں کرواتا لیکن آپ ﷺ اسے دیکھتے ہی ارشاد فرماتے ہیں۔ **"انت ابو لیلیٰ"** (تم ابولیلیٰ ہو) وہ جواب میں کہتا ہے کہ جی، جس پر آپ ﷺ اس سے پوچھتے ہیں کہ شاہ یمن تبع کا خط تمہارے پاس ہے یہ سن کر وہ شخص حیران و پریشان ہو جاتا ہے اور آپ ﷺ سے سوال کرتا ہے کہ کیا آپ جادوگر تو نہیں؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں اور فرمایا کہ **"هات الكتاب الذى عندك"** (کہ تم مجھے وہ خط دو جو تمہارے پاس ہے) ابو لیلیٰ اس پریشانی کے عالم میں اپنے سامان میں چھپا ہوا خط نکال کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خط پڑھنے کیلئے دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے خط سن کر فرمایا۔ **"مرحبا بالأخ الصالح"** (کہ میں اپنے نیک بھائی کو خوش آمدید کہتا ہوں)۔

اس عظیم بادشاہ یمن کی نبی اکرم ﷺ سے عقیدت اور بے انتہا محبت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اس نے آپ ﷺ کی ولادت سے ایک ہزار سال قبل ایک گھر نبی اکرم ﷺ کیلئے بنوایا کہ جب آپ ﷺ اس شہر کی طرف ہجرت کریں گے تو اس میں ٹھہریں گے اسی لئے تو قباء کی بستی سے مدینہ شریف تک جب لوگ آپ کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دیتے تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے، **"خلوا سبيلها فانها مأمورة"** (کہ میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پتہ ہے کہ کس جگہ کیلئے وہ مامور ہے)۔ بالآخر اونٹنی شاہ یمن کے گھر کے قریب آکر بیٹھ جاتی ہے۔ جو نسل در نسل چلتا ہوا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسی عظیم عالم کی اولاد میں سے تھے یہ گھر آپ کی ملکیت نہ تھا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ بادشاہ یمن کے نمائندے کی حیثیت میں اس گھر کی حفاظت پر مامور تھے کیونکہ اصل میں یہ گھر حضور ﷺ کیلئے ہی شاہ یمن نے ہدیہ کرنے کیلئے بنوایا تھا۔

[اس واقعہ کو ابن اسحاق اور امام ابن ہشام نے بھی اپنی کتابوں میں تفصیل سے ذکر کیا ہے]

یہ وہ عظیم گھر تھا کہ جس میں ایک عرصہ آپ ﷺ قیام پذیر رہے اور اسی عظیم گھر میں آپ ﷺ پر قرآن پاک نازل ہوتا تھا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں اس گھر میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اس سے بڑھ کر بھی دنیا کا کوئی گھر متبرک ہوگا؟

حضرت امام السہیلی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے بعد یہ گھر ایک شخص "افلح" کو منتقل ہوا جنہوں نے بعد میں یہ گھر مغیرہ بن عبدالرحمٰن کو ایک ہزار دینار کے بدلے فروخت کر دیا پھر ملک شہاب الدین غازی نے خرید کر اس میں ایک مدرسہ بنایا جس کا نام "مدرسہ شہابیہ" رکھا گیا۔

تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں اس گھر کی دوبارہ تعمیر ہوئی اور یہ لوگ اس عظیم گھر کی زیارت کا شرف حاصل

کرتے رہے لیکن اب ہماری آنکھیں اس مبارک گھر کو تلاش کرتے کرتے تھک بھی جائیں لیکن اب ہم اس متبرک اور تاریخی گھر کی کبھی بھی زیارت نہ کرسکیں گے کیونکہ 1407 ہجری میں یہ مبارک گھر مسمار کردیا گیا اور اس کے رقبے کو مسجد نبوی ﷺ کی توسیع میں شامل کردیا گیا۔

قربان جائیں ان قدسی نفوس پر جنہوں نے اس غیر ترقی یافتہ دور میں بھی آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال قبل اور 1400 سال بعد اس عظیم گھر کی حفاظت کی اور آج ہم جسے جدید سائنسی اور ترقی کا دور کہتے ہیں ہم اس عظیم گھر کی حفاظت نہ کرسکے۔ کاش کسی طریقہ سے اس عظیم گھر کے کچھ آثار اور نشانیاں ہی اپنی آئندہ نسلوں کیلئے محفوظ کرلیتے لیکن اصل میں بات کچھ اور ہی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مبارک گھر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ مبارک گھر مدرسہ محمودیہ کی شمالی دیوار کے نیچے "باب رحمت" کی طرف ایک تہہ خانہ کی شکل میں موجود تھا مدرسہ محمودیہ مسجد نبوی ﷺ کی توسیع میں گرادیا گیا اور ساتھ ہی یہ مبارک گھر بھی مسجد نبوی ﷺ کی توسیع میں شامل ہوگیا۔

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کا گھر

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مکان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کی ایک جانب واقع تھا اور بہت چھوٹا اور تنگ سا مکان تھا۔ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے مکان کی تنگی اور چھوٹے پن کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا "**ارفع البناء فی السماء وسل اللہ السعة**"

(اس کو آسمان کی طرف اونچا اٹھاؤ اور اللہ تبارک وتعالی سے اس کی وسعت کی دعا کرو)۔

اس وقت اس گھر کے کوئی آثار نہیں ملتے کچھ حصہ تو سڑک میں آگیا اور باقی سارے کا سارا مسجد نبوی ﷺ کی توسیع میں شامل ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ الخطاب کا گھر

مسجد نبوی ﷺ کی جانب جنوب جو گھر "دار العشرۃ" کے نام سے معروف تھا وہ گھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ یہ گھر آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس حجرہ سیدۃ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بدلے میں ملا تھا جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی ﷺ میں شامل کرلیا تھا۔ اسی گھر میں وہ ستون (منبر) بھی موجود تھا جس پر حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں اذان دیا کرتے تھے۔

حضرت مروان بن الحکم کا گھر

یہ گھر باب السلام کے قریب تھا اور دورِ قدیم میں یہ گھر حکام مدینہ منورہ کے تصرف میں تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں مروان بن الحکم مدینہ منورہ کا حاکم تھا۔ مسجد نبوی ﷺ کے دروازے "باب السلام" کو اس زمانہ میں "باب مروان" کہا جاتا تھا یہ وہی مروان ہے جس نے مدینہ منورہ میں "العین الزرقاء" (نیلی نہر) کھدوائی تھی۔ یہ گھر بھی سعودی توسیعات میں ختم ہو چکا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ کا گھر

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد تھی اور آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے آپ اپنے زمانہ میں شیخ بنی ہاشم کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت حسن بن زید رضی اللہ عنہ کا گھر بھی مسجد نبوی ﷺ کے بالکل قریب واقع تھا۔ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کو اس گھر کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

شیخ الاسلام شیخ عارف حکمت عثمانی دورِ حکومت کی ایک اہم شخصیت تھیں۔ آپ نے اس مکان کو خریدا اور اس جگہ پر ایک بہت بڑی لائبریری قائم کی جو بعد میں مکتبہ شیخ عارف حکمت کے نام سے مشہور ہوئی۔ اب یہ جگہ اور لائبریری دونوں مسجد نبوی ﷺ کی عظیم توسیعات میں گم ہوگئی ہیں۔

حضرت جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا گھر

یہ گھر مسجد نبوی ﷺ کے جنوب مشرق میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے ساتھ واقع تھا۔ یہ گھر ابتدائی دور میں حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ اس کے بعد حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو منتقل ہوا۔

نویں صدی ہجری میں مسجد نبوی ﷺ کے امام و شیخ شاہین الجمالی رحمۃ اللہ علیہ نے خرید کر اس کو اپنا مسکن بنایا، بعد میں یہ گھر نائب الحرم کے پاس رہا۔ اسی گھر کا کچھ حصہ پہلی سعودی توسیع میں آیا اور بعد کی توسیعات میں یہ گھر سارے کا سارا مسجد نبوی ﷺ میں شامل ہوگیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مبارک گھر

یہ عظیم گھر بھی اب مسجد نبوی ﷺ کی عظیم توسیع میں شامل ہو چکا ہے۔ مدینہ منورہ کے اس دور کا یہی عالیشان گھر تھا۔ اسی گھر میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔

ایک روایت کے مطابق اسی گھر میں عظیم اسلامی سلطان صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ کے والدِ محترم اور سلطان کے چچا اسد الدین شیرکوہ کی قبور تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مسکن مبارک

یہ وہ گھر تھا جس میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی لیکن اب اس گھر کے کوئی آثار باقی نہیں ہیں۔

حضرت ریطہ رضی اللہ عنہا بنت العباس رضی اللہ عنہ کا گھر

یہ گھر "باب النساء" کے سامنے واقع تھا۔ پہلے اس دروازے کا نام "باب ریطہ" تھا۔ اس گھر کا کچھ حصہ گرا کر سڑک میں شامل کر لیا گیا اور بقیہ حصہ بعد کی تعمیرات میں شامل ہو گیا۔

متبرک و تاریخی کنوئیں

مدینہ منورہ کے متبرک و تاریخی آثار میں اس کے کنوئیں بھی ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ علامہ احمد یاسین الخیاری رحمۃ اللہ علیہ (م1380ھ) کی تحقیق کے مطابق ان مشہور اور متبرک کنوؤں کی تعداد 23 ہے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے یہ کنوئیں آہستہ آہستہ ختم ہوتے گئے اور اب تو لوگ اکثر کنوؤں کے نام سے بھی واقف نہیں۔ صرف کتب تاریخ میں ان کنوؤں کی یادیں اور روایات ملتی ہیں لیکن ان کے بابرکت پانی سے سیراب ہونے کی تمنا پوری نہیں ہو سکتی۔

کنوؤں کی خصوصیات

یہ وہ مبارک اور تاریخی کنوئیں تھے کہ جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ڈالا، ان کا پانی نوش فرمایا اور دُعا بھی فرمائی۔

لعاب مبارک صلی اللہ علیہ وسلم ایک ابدی معجزہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات مبارکہ ہیں۔ یہاں پر موضوع کی مناسبت سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کے معجزہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جو کہ ابدی تھا اور پھر اس معجزہ کے عجیب وغریب، حیرت انگیز اثرات ظاہر ہوتے تھے، جن کا مشاہدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دن رات کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کے بے شمار فضائل اور برکات ہیں صرف چند ایک کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

1- حدیبیہ کے کنویں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا لعاب مبارک ڈالا تو کنویں میں اتنا پانی آ گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے اور ہمارے جانوروں نے پانی پیا اور اگر ہم ہزاروں کی تعداد میں بھی ہوتے تو سیراب ہو جاتے۔

2- غار ثور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا لعاب مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر لگایا تو سانپ کے

ڈسنے کی تکلیف رفع ہوگئی۔

3- حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا ہوئے تو نبی پاک ﷺ نے اپنا لعاب مبارک جب آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگایا تو پھر زندگی بھر آپ رضی اللہ عنہ کو یہ تکلیف نہ ہوئی۔

4- سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے زخموں پر آپ ﷺ جب اپنا لعاب مبارک لگاتے ہیں تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے زخم بالکل ٹھیک ہو جاتے۔

اسی طرح آپ ﷺ جب اپنا لعاب مبارک ان کنوؤں میں ڈالتے، وضو فرماتے، تو کھارے پانی میٹھے ہو جاتے، جن میں پانی کم ہوتا وہ پانی سے لبریز ہو جاتے۔ ان کنوؤں میں سے اکثر کنوئیں عثمانی دور حکومت تک موجود تھے بعد میں کچھ مسجد نبوی ﷺ کی آخری توسیع اور کچھ شہر مدینہ کی توسیع میں شامل ہو گئے اور کچھ کی ہم خود حفاظت نہ کر سکے جس کی وجہ سے وہ بھی ختم ہو گئے۔ اب صرف دو یا تین کنوئیں اس عظیم نبوی دور کی یاد دلاتے ہیں۔ ان کے کچھ آثار موجود ہیں۔ تلاش کرنے سے مل سکتے ہیں، لیکن افسوس کہ ہم ان کے بابرکت پانی سے مستفیض نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کو بھی باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔

بئر النبی ﷺ /بئر خاتم

یہ کنواں ایک یہودی شخص جس کا نام اریس تھا، اس کی طرف منسوب ہے۔ آپ ﷺ نے اس کنویں میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اس کے پانی سے وضو فرمایا، اور ایک موقع پر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس کنویں پر کافی دیر بیٹھے رہے۔ اسی کنویں کو نبی اکرم ﷺ کا کنواں بھی کہا جاتا ہے اور بئر خاتم یعنی انگوٹھی والا کنواں بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اسی کنویں میں آپ ﷺ کی انگوٹھی مبارک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک سے نکل کر گر گئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین دن تک مسلسل کنویں کے اندر انگوٹھی تلاش کروائی مگر وہ نہ ملی۔ یہ ہی وہ مبارک کنواں ہے کہ جس پر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بشارت فرمائی تھی۔

اس کنویں کے بابرکت پانی سے ایک عرصہ تک لوگ مستفیض ہوتے رہے۔ عثمانی دور حکومت میں اس کنویں پر ایک عمارت اور گنبد تعمیر کیا گیا۔ یہ کنواں مسجد قباء کی جانب مغرب 42 میٹر کے فاصلہ پر واقع تھا اور کچھ عرصہ پہلے نبوی دور کی یہ عظیم نشانی بھی نئی توسیعات کی نذر ہو گئی۔ مسجد قباء چوک بنانے کیلئے زمین کو ہموار کیا گیا اور اس میں یہ عظیم کنواں بھی دفن ہو گیا۔

بئر سيدة فاطمة الزهراء رضی اللہ عنہا

مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں جانب مشرق ایک مختصر احاطہ میں باغ سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک کنواں تھا جس کے اوپر قبہ بنا ہوا تھا۔ اس کنویں کو بئر النبی ﷺ بھی کہتے تھے۔ ابن جبیر رضی اللہ عنہ اور ابن بطوطہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

اپنی کتابوں میں اس کنوئیں کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔

عوام اسے کوثر کا کنواں اور اس کے پانی کو آب کوثر سے یاد کرتے تھے۔ کتاب الرحلہ الحجازیہ (صفحہ 257) کے مطابق اہل مدینہ اس کنویں کا پانی امراء و حکام کو ہدیہ پیش کرتے تھے۔ بعد ازاں اس بابرکت کنویں کو بند کر دیا گیا اور بستان سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بھی مٹا دیا گیا۔

بئر غرس (جنت کا کنواں)

اس مبارک کنویں کے پانی کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اس کے متبرک وعظیم پانی سے نبی اکرم کو بعد از وصال غسل مبارک دیا گیا۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تھا کہ اے علی رضی اللہ عنہ جب میری وفات ہو جائے تو مجھے اس کنویں کے پانی سے غسل دینا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "**بئر غرس من عیون الجنة**" (کہ غرس کا کنواں جنت کی نہروں میں سے ایک ہے)۔

کتاب مدینہ شناسی میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اس کنویں کے متعلق خواب میں دیکھا اور ارشاد فرمایا۔ "**رایت اللیه انی اصحبت علی بئر من الجنة**" "**چون صبح شد پیامبر ﷺ برسر چاه غرس رفته واز آب آن وضو گرفت**" (کہ آپ ﷺ جنت کے کنوؤں میں سے ایک کنویں پر تشریف فرما ہیں، صبح ہوتے ہی آپ ﷺ اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور اس کے پانی سے وضو فرمایا اور اس کنویں کو جنت کا چشمہ ارشاد فرمایا)۔

اس کنویں میں بھی آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا، اسی کنویں کے مقام پر آپ ﷺ کو ایک مرتبہ شہد پیش کیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے اس کو بھی اس میں گرا دیا تھا۔ یہ مبارک کنواں مسجد قباء سے آدھ میل کے فاصلہ پر علاقہ "منطقہ قربان" وادی بطحان کے کنارے واقع ہے اور اس کے ارد گرد "بنی حنظلہ" کی قبور واقع تھیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ کنواں خراب ہوتا گیا۔ 700 ہجری میں اس کی مرمت کی گئی۔ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 882ھ میں اس کنویں کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی اور عوام اس کے متبرک پانی سے مستفیض ہوتے رہے۔

بئر رومہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا کنواں

یہ کنواں مدینہ منورہ کے قدیم ترین کنوؤں میں سے ایک ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس کا مالک ایک یہودی شخص رومۃ الغفاری تھا اور اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا چونکہ مدینہ منورہ میں یہ ہی میٹھے پانی کا کنواں تھا اور مسلمانوں کیلئے میٹھے پانی

کی قلت کے باعث آپ ﷺ نے اس کے مالک سے کہا تھا "**بعينها بعين في الجنة**" یعنی (کنویں کے بدلے جنت کا کنواں) جس پر اس یہودی شخص نے کہا تھا کہ یارسول اللہ ﷺ میں یہ نہیں کرسکتا کیونکہ اس کنویں سے ہی میرا اور میرے گھر والوں کا گزارا ہوتا ہے۔ جس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "**من اشترى بئر رومة فله مثلها في الجنة**" (یعنی جو بئر رومۃ کو خریدے گا اس کیلئے جنت میں ایک کنویں کا وعدہ)۔

اس کی خبر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو دو قسطوں میں خرید کر کے وقف کر دیا اور اس شرف کے مستحق ٹھہرے کہ اس کنویں کے بدلے جنت میں ایک کنواں۔ اس موقع پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ "عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا صدقہ کیا عظیم صدقہ ہے"۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور شدید گرمی کی وجہ سے جب اس میں پانی کی کمی ہوگئی تو ایک بار پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "**من حفر بئر رومة فله الجنة**" (کہ جس نے بئر رومۃ کھدوایا اس کیلئے جنت کی بشارت) تو پھر ایک بار یہ عظیم سعادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں ہی آئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اس کنویں کو کھدوایا اور جنت کی عظیم سعادت کے مستحق ٹھہرے۔

750 ہجری میں اس کنویں کو ایک بار پھر تعمیر کیا گیا اور لوگ اس کے پانی سے سیراب ہوتے رہے۔

کنویں کی موجودہ صورت حال

بحمد اللہ! یہ کنواں اب بھی موجود ہے اور ایک وسیع رقبے کے اندر واقع ہے۔ اردگرد محکمہ زراعت کے دفاتر ہیں۔ باہر ایک بورڈ لگا ہوا ہے جس پر مزرعۃ بئر عثمان لکھا ہوا ہے۔ اندر آنے کی پابندی ہے۔ عمرہ اور حج کے مواقع پر تو یہاں سے گزرنا بھی ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ عام ایام میں اگر اندر آنے کی کوشش کی جائے تو اس متبرک کنوئیں کی زیارت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔ بندۂ ناچیز کو اکتوبر 2000ء میں اس عظیم کنوئیں پر حاضری کا شرف حاصل ہوا اور تصاویر بن بنائیں۔ اس وقت کنویں کو چاروں اطراف سے بند کر دیا گیا ہے۔ کنوئیں کے اندر پانی تو موجود ہے لیکن افسوس......

بئر علی رضی اللہ عنہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کنواں)

تاریخ مدینہ منورہ کی اکثر کتب میں "ذوالحلیفہ" کے مقام پر کنوؤں کا ذکر ملتا ہے۔ ذوالحلیفہ میں کثرت سے کنوئیں اور ان میں پانی کی بھی کثرت تھی۔ یہی کنوئیں بعد میں آبار علی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے وفاء الوفاء میں بئر علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے کہ ذی الحلیفہ میں ایک کنواں بئر علی کے نام سے عوام میں مشہور ہے۔ انہی میں سے ایک کنویں کے قریب آپ ﷺ نے غسل فرما کر احرام باندھا تھا۔ آہستہ آہستہ یہ کنوئیں ختم ہوتے گئے اور صرف ایک کنواں باقی رہ گیا جو بئر علی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوا۔

بئر بضاعة

کتب تاریخ کے مطابق اس کنویں میں اتنا پانی تھا کہ اس کو خالی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حضرت سہل ﷜ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اس کنویں پر تشریف لائے اور اس کے پانی سے وضو فرما کر وہی پانی اس کنویں میں ڈال دیا۔ دوبارہ پانی نکلوا کر اس سے کلی فرمائی اور اس پانی کو بھی کنویں میں گرا دیا یعنی اس کنویں اور اس کے پانی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ دو مرتبہ آپ ﷺ کا لعاب مبارک اور وضو کا پانی اس میں شامل ہوا۔ ایک صحابی ﷜ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا مرتبہ آپ ﷺ کو بئر بضاعۃ پر کھڑے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے اس کنویں کا پانی نوش فرمایا، وضو فرمایا، اپنے گھوڑوں کو پانی پلایا اور اس کنویں میں برکت کیلئے دُعا بھی فرمائی۔

بئر بصه آنحضرت ﷺ نے اس کنویں کے پانی سے اپنے سر مبارک کو دھویا۔ یہ کنواں جنت البقیع کے قریب واقع تھا۔ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ اور پھر سیلاب سے ختم وہ گیا اور دوبارہ اس کی تعمیر نہ ہو سکی۔ کافی تلاش کے باوجود ہمیں اس کنوئیں کے آثار نہ مل سکے۔

بئر حاء یہ کنواں حضرت ابوطلحہ ﷜ کے باغ میں تھا۔ آپ ﷺ نے اس کنویں کا پانی نوش فرمایا۔ جس وقت قرآن پاک کی آیت "**لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون**" نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ ﷜ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا یا رسول اللہ ﷺ میرے نزدیک سب سے پسندیدہ مال حاء کا کنواں ہے اور میں اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں جس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ یقیناً فائدے کا سودا ہے۔ یہ کنواں مسجد نبوی ﷺ کے قریب ہی واقع تھا۔ اس لئے یہ اب مسجد نبوی ﷺ کی توسیع میں شامل ہو چکا ہے۔

بئر العهن اس کنویں کا پانی بھی آپ ﷺ نے نوش فرمایا اور اس سے وضو فرمایا یہ کنواں العوالی میں ایک باغ کے اندر موجود تھا لیکن اب اس کنویں کے کوئی آثار نہیں ملتے۔

بئر اهاب اس کنویں میں بھی آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا۔ اس کنویں کو تبرکاً بئر زمزم بھی کہا جاتا تھا اور اس کا پانی دور دراز ملکوں میں بطور تبرک بھی لے جایا جاتا تھا۔

بئر ذروان اس کنویں کو اروان کنواں بھی کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ پر جو جادو کیا گیا تھا وہ اس کنویں سے متعلق ہے۔ اس کنویں سے جادو کی گئی اشیاء کو نکالنے کے بعد آپ ﷺ نے اس کو بند کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ بات درست ہے کہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا لیکن یہ یاد رکھیں کہ آپ ﷺ پر جادو کا اثر

نہیں ہوا تھا۔ انبیاء پر جادو کا اثر نہیں ہوسکتا اور آپ ﷺ تو امام الانبیاء ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کو مسحور کہنا کفار کا عقیدہ ہے۔ جادو ایک شیطانی عمل ہے اور نبوت کا نظام اللہ تعالیٰ نے کائنات چلانے کیلئے بنایا ہے۔ اس لئے شیطان اللہ تعالیٰ کے نظام کو درہم برہم نہیں کرسکتا اور پھر جادوگروں کا جادو تو آپ ﷺ کے امتی اولیاء ومشائخ کی جوتیوں پر نہ چل سکا۔ جے پال حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی جوتی کی مار کھا کر قدموں میں گر کر توبہ کرتا ہے تو آقا دو عالم ﷺ پر جن کا جسم اقدس ہی معجزہ تھا ان پر جادو کیسے اثر کرسکتا تھا۔

بئر حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ یہ کنواں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا۔ نبی اکرم ﷺ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تو اس کنویں میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اس کا پانی نوش فرمایا۔ یہ کنواں ایک زمانہ تک مسجد نبوی ﷺ کے قریب ایک فصیل کے اندر موجود تھا لیکن اب یہ سارا علاقہ مسجد نبوی ﷺ کی توسیع میں شامل ہو چکا ہے۔

بئر السقیا نبی اکرم ﷺ نے اس کنویں کا پانی نوش فرمایا اور آپ ﷺ جب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں مقیم تھے تو آپ ﷺ کو کبھی اس کنویں اور کبھی غرس کنویں کا پانی پیش کیا جاتا تھا۔ یہ کنواں ایک سڑک کی تعمیر میں آگیا اور اب اس کا نام ونشان ختم ہو چکا ہے۔

بئر القراصة اس کنویں میں بھی آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ اس کنویں پر تشریف لائے اور دُعا فرمائی۔ اس کنوئیں کا بھی کوئی نشان باقی نہیں رہا۔

بئر حلوة یہ کنواں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت سعد رضی اللہ عنہ کی گلی میں واقع تھا۔ اس کنویں کا بھی اب کوئی نشان نہیں ملتا۔

بئر یسیرة ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ بنی امیہ کے پاس آئے اور اس کے کنویں پر کھڑے ہوکر آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کنویں کا کیا نام ہے؟ تو انہوں نے کہا "عسیرة" (یعنی سخت، مشکل) جس پر آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، اس کا نام "یسیرة"، یعنی آسان، نرم ہے اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے اس کنویں میں بھی اپنا لعاب مبارک ڈالا۔

بئر ذرع حضرت ابن زبالہ کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے اس کنویں کے پانی سے وضو فرمایا جو بنی

خطمہ کی مسجد کے صحن میں واقع تھا۔ آپ ﷺ نے اس کنویں میں بھی اپنا لعاب مبارک ڈالا۔ اس کنویں کا بھی اب کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔

بئر عنبہ یہ کنواں مدینہ منورہ سے باہر ایک میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور میٹھے پانی کیلئے مشہور تھا غالباً بعد میں یہی کنواں "بئر ودی" کے نام سے مشہور ہوا لیکن اب اس کا کوئی پتہ نہیں کہ یہ کنواں کس جگہ ہے؟

بئر الاعواف حضرت ابن شبہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اس کنواں پر وضو فرمایا اب لیکن اب اس کنویں کا بھی وجود باقی نہیں رہا۔

بئر أنا حضرت ابن زبالہ کی روایت کے مطابق جب بنوقریظہ کا محاصرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنا خیمہ اس کنویں پر نصب فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے اس مقام پر نماز ادا فرمائی اور اس کنویں کا پانی بھی نوش فرمایا لیکن اب یہ کنواں غیر معروف ہے۔

بئر جاسوم آپ ﷺ نے اس کنویں کا پانی بھی نوش فرمایا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جاسوم (جگہ کا نام) میں حضرت ابی الہیثم کے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس کنویں سے پانی بھی نوش فرمایا اور نماز بھی ادا فرمائی۔ یہ کنواں بھی اب غیر معروف ہے۔

بئر جمل آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اس کنویں پر تشریف لائے اور اس کنویں کے پانی سے وضو فرمایا۔ اس کنویں کے نام کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس شخص نے یہ کنواں کھدوایا اس کا نام جمل تھا۔

بئر بویرة یہ کنواں بویرۃ کے مقام پر واقع تھا اور اب اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔

بئر معونة یہ کنواں جس وادی میں واقع تھا اس کا نام وادی معونہ تھا جس کی وجہ سے اس کنویں کا نام بھی معونہ مشہور ہو گیا، یہ کنواں بھی اب غیر معروف ہے۔

بئر الرقاع یہ زمانہ جاہلیت کا قدیم کنواں تھا اور جس زمین میں یہ واقع تھا اس زمین کی مٹی کے مختلف رنگ تھے جس کی وجہ سے اس کنویں کا نام بھی بئر الرقاع پڑ گیا۔ یہ کنواں بھی غیر معروف ہے۔

متبرک و تاریخی نہریں

مدینہ منورہ میں کثرت سے نہریں تھیں۔ جن میں سے بعض سرکار دو عالم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں بھی موجود تھیں

اور دو نہریں عین الشہداء اور العین الزرقاء بہت زیادہ مشہور ہوئیں۔

عین الشھداء

یہ نہر چونکہ شہداء احد کی قبور مبارکہ کے ساتھ ساتھ گزرتی تھی اس وجہ سے اس کا نام ''شہداء نہر'' مشہور ہوگیا۔ اس کی تعمیر اموی دور حکومت میں مدینہ منورہ کے حاکم مروان بن الحکم نے کروائی تھی۔

العین الزرقاء یا نیلی نہر

اس نہر کی تعمیر مروان بن الحکم نے کروائی تھی چونکہ مروان کی آنکھیں نیلی تھیں، اسی وجہ سے اس نہر کا نام ''العین الزرقاء'' یا ''نیلی نہر'' مشہور ہوگیا۔ کتاب الرحلۃ الحجازیہ (ص 257) کے مطابق اس نہر کا اصلی منبع قباہی کی ایک دوسری نہر تھی۔ جس کو عین النبی ﷺ (نہر النبی ﷺ) کہتے تھے۔ اسی منبع کے ذریعے سے اس نہر میں پانی آتا تھا اور آگے چل کر ایک تالاب میں جمع ہوجاتا تھا جس کی بہت سی شاخیں مدینہ منورہ کے اطراف میں پھیلی ہوتی تھیں۔ سلطنت عثمانیہ کی ابتداء میں یہ نہر گرگئی اور ایک عرصہ تک اہل مدینہ کو پریشانی کا سامنا رہا۔

سلطان سلیمان نے 932ھ میں اسے نئے سرے سے تعمیر کروایا بعد میں ایک اور سیلاب کی نذر ہوگئی۔ سلطان عبدالحمید خان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نہایت اہتمام کے ساتھ تعمیر کروایا۔

متبرک و تاریخی پہاڑ

عربی زبان میں پہاڑ کو ''جبل'' کہتے ہیں اور یہ لفظ قرآن پاک میں بھی کئی بار استعمال ہوا ہے۔ اس حصہ میں جہاں بھی لفظِ جبل استعمال ہوگا اس سے مراد پہاڑ لیا جائے گا۔ مدینہ منورہ کے متبرک، تاریخی اور مشہور پہاڑ درج ذیل ہیں۔

جبل اُحد

کیا مرتبہ اعلیٰ خدا نے اسے بخشا — جنت کے پہاڑوں میں شمار ہوتا ہے اس کا

اللہ کے محبوب ﷺ سے ہے اس کو محبت — اور چاہتے ہیں اس کو بھی وہ ﷺ سید والا

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ ''**احد جبل یحبنا و نحبہ**'' (احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں)

جنتی پہاڑ

آپ ﷺ نے فرمایا ''**احد جبل من جبال الجنۃ**'' (جبل احد جنت کے پہاڑوں میں سے ایک ہے)

اس متبرک پہاڑ کا نام امر الٰہی سے توقیفی ہے۔ اسی پہاڑ کے دامن میں غزوہ احد، وقوع پذیر ہوا تھا۔

قبر ھارون علیہ السلام

بعض تاریخی کتب کے مطابق اس پہاڑ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر بتائی جاتی ہے، واللہ اعلم۔ آپ ﷺ جب احد پر تشریف لائے تو ارشاد فرمایا کہ جب تم احد پہاڑ پر آؤ تو اس کے درخت یا بوٹیوں سے کچھ ضرور کھاؤ۔ لہٰذا فرمان نبی ﷺ کی روشنی میں جس شخص کو بھی احد پہاڑ پر آؤ تو اس کے درخت یا بوٹیوں سے کچھ ضرور کھاؤ، لہٰذا فرمان نبی ﷺ کی روشنی میں جس شخص کو بھی احد پہاڑ پر جانے کی سعادت نصیب ہو تو وہ ضرور اس پہاڑ کی کوئی نہ کوئی چیز کھائے۔

جبل سلع یہ بھی مدینہ منورہ کا عظیم پہاڑ ہے اور باب شامی کے باہر واقع ہے۔ اس پہاڑ پر ایک غار اور ایک مسجد بھی تھی جس میں آنحضرت ﷺ نے قیام فرمایا تھا۔

جبل سلیع یہ ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے۔ عہدی نبوی ﷺ میں اس پر قبیلہ بنی اسلم کے مکانات واقع تھے۔

جبل رماۃ یہ ایک چھوٹا سا سرخی مائل پہاڑ ہے۔ اسی پہاڑ کے جانب جنوب سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔ یہی وہ پہاڑ ہے جس پر نبی اکرم ﷺ نے 50 تیر اندازوں کو کھڑا کیا تھا اور انہیں حکم فرمایا تھا کہ چاہے فتح ہو یا شکست تم نے اس مقام کو نہیں چھوڑنا۔ اس پہاڑ کے نشانات اب ختم ہوتے جا رہے ہیں۔

جبل مستندر یہ بھی ایک چھوٹا سا پہاڑ تھا لیکن اب یہ پہاڑ اور اس کے ارد گرد کا علاقہ شہر مدینہ کی توسیع میں شامل ہو چکا ہے۔

جبل ثور یہ ایک چھوٹا سا سرخی مائل پہاڑ ہے جو احد پہاڑ کے بالکل پیچھے واقع ہے۔

جبل اعظم یہ ایک بڑا پہاڑ ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس پہاڑ پر کسی نبی یا اللہ تعالیٰ کے کسی نیک بندے کی قبر ہے۔

جبل انعم اس پہاڑ پر ترکی دور کا ایک قلعہ بنا ہوا ہے جس کو ایک ترکی جرنیل نے تعمیر کروایا تھا۔

جبل میطان اس پہاڑ کو جبل ماطان کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور اب یہ پہاڑ ''جبل اغوات'' کے نام سے مشہور ہے۔

جبال الجماوات جمادات کے تین پہاڑ قریب قریب واقع ہے۔

پہلا پہاڑ ''جماء تضارع'' کے نام سے ہے۔

دوسرا پہاڑ جماء ام خالد یا الوسطٰی کے نام سے ہے۔

ایک روایت کے مطابق اسی پہاڑ پر ایک قبر دریافت ہوئی تھی جس کی لمبائی چالیس بالشت تھی قبر کے پتھر پر جو عبارت لکھی ہوئی تھی اس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔ ''میں عبداللہ بن حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف سے اس بستی کی طرف آیا اور مجھے موت نے آلیا۔ میں نے وصیت کی تھی کہ مجھے جماام خالد میں دفن کیا جائے''۔

تیسرا پہاڑ جماء العاقیر یا بعض روایات کے مطابق العاقل کے نام سے ہے۔

متبرک و تاریخی وادیاں

وادی العقیق وادی عقیق مدینہ منورہ کی مبارک اور مقدس وادی ہے جس کے متعلق نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ موجود ہیں۔

ایک حدیث کے مطابق دو آدمیوں نے وادی عقیق میں رات گزاری، صبح نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے رات کہاں گزاری تو انہوں نے جواب میں عرض کیا، وادی عقیق میں جس پر نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تم نے مبارک وادی میں رات گزاری''۔

وادی عقیق بہت بڑی وادی ہے بلکہ اس وادی میں بے شمار چھوٹی چھوٹی وادیاں بھی نہیں۔

وادی بطحان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وادی کے بارے میں ارشاد فرماتی ہیں ''وادی بطحان جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے''۔ یہ وادی کافی دور تک پھیلی ہوئی ہے۔

وادی رانوناء اس وادی کو ''وادی رانون'' بھی کہتے ہیں اور مدینہ منورہ میں واقع ہے۔

وادی مذینیب اس کو وادی مذنب بھی کہا جاتا ہے اور یہ وادی بھی مدینہ منورہ میں واقع ہے۔

وادی مھزور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس وادی میں اس قدر طغیانی آئی کہ مدینہ منورہ کے در و دیوار ہل گئے۔

وادی قناہ یہ وہ وادی ہے جس میں شاہ یمن ''تبع'' نے نزول فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ اس وادی میں بھی اس قدر شدید طغیانی آئی کہ مدینہ منورہ کا شمالی حصہ غرقاب ہوگیا۔

مذکورہ بالا مقاماتِ مقدسہ کی زیارات اور دیارِ حبیب ﷺ میں 9 دن فیوضات و برکات سمیٹنے کے بعد بروز اتوار 17 رمضان المبارک 1425ھ، 31 اکتوبر 2004ء بارگاہِ سید المرسلین ﷺ میں اس مرتبہ کی حاضری کا الوداعی سلام کرنے کیلئے حاضر ہوئے اور آئندہ حاضری کیلئے درخواست پیش کی اور نمناک آنکھوں سے اجازت لیتے ہوئے مسجد نبوی ﷺ سے جب باہر آئے تو زبان پر پنجابی کا یہ دوہڑا تھا۔

بازار وکیندا قلفا خوش وس ماہی دھیا ملکا

تے اسی تیرے بردے، جیویں ڈھولا

ہوٹل پہنچے، سامان گاڑی میں رکھا، گنبدِ خضراء شریف اور مسجد نبوی شریف ﷺ کے میناروں کو الوداع کہتے ہوئے جدہ شریف کیلئے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک مقام پر نمازِ عصر ادا کی۔ مغرب کے قریب ایک مقام پر روزہ افطار کیا اور رات پونے آٹھ بجے جدہ شہر میں جناب محمد اسحاق مکی صاحب کے گھر پہنچ گئے۔

ملاقات کے بعد انہوں نے رات کے پُر تکلف کھانے سے ہماری تواضع کی۔ نمازِ عشاء اور تراویح ادا کی۔ پھر عربی چائے اور کافی سے تواضع کی گئی بعد میں مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی۔ دو بجے کے قریب سحری کی اور گاڑی میں سوار ہو کر جدہ ایئرپورٹ روانہ ہوئے۔

جدہ ایئرپورٹ پر محترمی ضیاء صاحب حضور قبلہ شہزادۂ غوث الثقلین کے استقبال کے منتظر تھے۔ ایئرپورٹ کی عمارت میں داخل ہوئے۔ ضیاء صاحب نے ہمارے پاسپورٹ اور ٹکٹ لے لئے اور خود سیرین ایئرلائن کے کاؤنٹر پر جا پہنچے اور پاسپورٹوں پر خروج کی مہریں لگوائیں۔ پھر ہمیں ساتھ لے کر فرسٹ کلاس لاؤنج میں لے آئے جہاں پر چائے اور کافی سے ہماری تواضع کی گئی۔ نمازِ فجر بھی لاؤنج میں ادا کی اور ساتھ ہی بورڈنگ کا اعلان ہو گیا۔ بس میں سوار ہو کر جہاز کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاز تقریباً 20 منٹ تاخیر سے روانہ ہوا اور 2 گھنٹے پرواز کر کے صبح 7 بجے دمشق ایئرپورٹ پہنچ گیا۔

دمشق ایئرپورٹ کے باہر عراق و شام کے احباب حضور قبلہ کے استقبال کیلئے موجود تھے۔ ابتدائی ملاقات کے بعد گاڑیوں میں سوار ہو کر اپنی رہائش گاہ واقع سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا پہنچے۔ احباب سے تفصیلی ملاقات اور نماز کی ادائیگی کے بعد سب احباب نے مل کر روزہ افطار کیا اور بارگاہِ سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا میں سلام کیلئے حاضر ہوئے۔ نمازِ عشاء آپ کے قرب میں ادا کی اور آپ کے فیوضات و برکات کے طالب ہوئے۔

حجازِ مقدس کے سفرِ مبارک سے پہلے ملکِ شام کی اہم زیاراتِ مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل کر لیا تھا اور پروگرام یہ تھا کہ بقیہ زیارات پر واپس آنے کے بعد حاضری کا شرف حاصل کریں گے۔

شہر نویٰ

شہرِ نویٰ دمشق سے تقریباً دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔ شہرِ نویٰ کی خصوصیت کیلئے ایک ہی چیز کافی ہے کہ اس شہر میں حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ کا مزارِ مبارک ہے۔ آپ بہت بڑے محدث اور ولی اللہ ہوگزرے ہیں۔ حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ کی کتابوں کو جو قبولیت حاصل ہوئی شاید ہی دوسری کتابوں کو اس پایہ کی مقبولیت حاصل ہوئی ہو۔

حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ کی دو کتابیں ''ریاض الصالحین'' اور ''اربعین نووی'' مشرق و مغرب میں پہنچیں۔ اربعین نووی کے متعدد زبانوں میں تراجم ہوئے اور اس کی کافی شرحیں بھی لکھی گئیں۔

جامع کراماتِ اولیاء میں ہے کہ حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ مشہور آئمہ میں سے ہوئے ہیں۔ مسلکِ شافعیہ کے امام تھے اور بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ بعض اہلِ کشف نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ امام نووی رضی اللہ عنہ وصال سے قبل مرتبۂ قطبیت پر فائز ہو چکے تھے۔ شیخ صالح ابوالقاسم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت سے جھنڈے موجود ہیں اور نوبت بجائی جارہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو کہا گیا کہ آج رات امام نووی رضی اللہ عنہ کو قطب بنایا جائے گا۔

حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ کا مزارِ مبارک قبرستان میں ایک وسیع وعریض چار دیواری کے اندر ہے۔ کئی بار اہلِ عقیدت و محبت نے آپ کی قبرِ مبارک پر قبہ بنانا چاہا لیکن ایسا ممکن نہ ہوسکتا۔ کیونکہ جس جگہ آپ کی قبرِ مبارک ہے آپ کے دفن کے کچھ ہی عرصہ بعد اس جگہ ایک درخت نکل آیا تھا اور آج تک وہ سرسبز و شاداب درخت اپنی شاخوں سمیت چار دیواری سے باہر نکلا ہوا ہے۔ اہلِ دمشق کثرت سے حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

دارایا

یہ مقام انبیاء، علماء اور اولیاء کا مرکز رہا ہے۔ یہاں پر جلیل القدر ہستیاں پیدا ہوئیں۔ سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کا ایک قابلِ ذکر حصہ اِس مقام پر گزارا۔ اس علاقہ کے مشہور و اہم مقاماتِ مقدسہ کا مختصر تذکرہ ذیل میں ہے۔

مزار مبارک حضرت ابو سلیمان الدارانی رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عطیہ ابوسلیمان الدارانی رضی اللہ عنہ طریقت کے امام ہوگزرے ہیں۔ حضرت سفیانِ ثوری رضی اللہ عنہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ حضرت علامہ نووی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسلیمان الدارانی رضی اللہ عنہ کا شمار اولیائے اکابر میں ہوتا تھا اور آپ صاحبِ کراماتِ ظاہرہ کے ساتھ ساتھ واضح احوال اور غالب احکام کے مالک تھے۔ دمشق اور اُس کی اردگرد کی بستیوں میں قابلِ فخر شخصیت تھے۔ الحمدللہ! اس بارگاہِ اقدس میں بھی حاضری کا شرف حاصل کیا۔

دارایا کے دوسرے اہم مقاماتِ مقدسہ میں مزارِ مبارک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ، مزارِ مبارک

حضرت ابومسلم الخولانی رضی اللہ عنہ اور مشہور اسرائیلی پیغمبر حضرت حزقیل علیہ السلام کا مزارِ مبارک سرفہرست ہیں۔

مزّہ

مزہ میں عظیم و مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا مزارِ مبارک لائق زیارت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے حسن و جمال میں یگانہ روزگار تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مشابہ قرار دیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب انسانی شکل میں تشریف لاتے تو حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں ہی آیا کرتے تھے۔

قبرستان باب الصغیر کے مزاراتِ مبارکہ

قبرستان باب الصغیر دمشق کا قدیم ترین اور تاریخی قبرستان ہے جہاں کثیر تعداد میں اہل بیتِ کرام، دو اُمہات المؤمنین، جلیل القدر صحابۂ کرام، تابعین کرام، علمائے دین اور اولیائے کاملین کے مزاراتِ مبارکہ ہیں۔ حصولِ برکت کیلئے مختصراً ان مقامات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

دو اُمہات المؤمنین کی قبور مبارکہ

دو الگ الگ کمروں میں نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کی دو (2) ازواجِ مطہرات سیدۃ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور سیدۃ ام سلمٰی رضی اللہ عنہا آرام فرما ہیں۔

اُم المؤمنین سیدۃ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا عبیداللہ بن جحش کی بیوی تھیں اور یہ دونوں میاں بیوی ہجرت حبشہ میں شامل تھے اور ان کو شاہِ نجاشی کے زیرِ سایہ ہر قسم کا آرام و سکون میسر تھا لیکن عبیداللہ جحش نے وہاں عیسائیوں کے مزیّن و آراستہ گرجے دیکھے اور پادریوں کی شان و شوکت کو ملاحظہ کیا تو اُنہوں نے اسلام کو چھوڑ کر نصرانیت کو اختیار کر لیا جس پر سیدۃ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا فوراً اپنے خاوند سے قطعہ تعلق کر لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کو اس ایثار کا یہ صلہ دیا کہ اُن کو اُمہات المؤمنین میں شامل ہونے کا شرف عطا فرما دیا اور حبشہ میں ہی حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سرکارِ دو عالم ﷺ سے کر دیا گیا۔ شاہ نجاشی نے اپنی طرف سے چار سو دینار بطور مہر ادا کیا اور سیدۃ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو انتہائی عزت و وقار کے ساتھ سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ بھیج دیا گیا۔

اُم المؤمنین سیدۃ اُم سلمٰی رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی حضرت ابوسلمہ سے ہوئی تھی۔ ان دونوں نے شروع میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا، انہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جب وہاں سے واپس آئے تو پھر یہ دونوں مدینہ منورہ ہجرت کے ارادے سے نکلے

لیکن اُم سلمٰی کے گھر والوں نے آپ کو اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کرنے سے جبراً روک دیا۔ آخر کار کچھ وقت کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ آپ اپنے خاوند کے پاس مدینہ طیبہ پہنچ گئیں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر اور پھر جنگِ اُحد میں شرکت کی۔ جنگِ اُحد میں آپ شدید زخمی ہوئے اور کچھ عرصہ بعد آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔ عدت کے کچھ عرصہ بعد آپ اُم المؤمنین کے شرف سے مشرف ہو کر کاشانۂ نبوت میں شامل ہوئیں۔

یہ دونوں اُمہات المؤمنین باب الصغیر کے قبرستان میں آرام فرما ہیں۔ ان کی بارگاہوں میں بھی کئی بار حاضری کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

مزارات مبارکہ سیدۃ سکینہ رضی اللہ عنہا اور سیدۃ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

یہ دونوں مزارات مبارکہ ایک الگ کمرے میں ہیں اور یہاں پر لوگ فاتحہ خوانی کیلئے کثرت سے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت سیدۃ سکینہ رضی اللہ عنہا شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں جو اپنے بابا کے ساتھ میدانِ کربلا میں بھی موجود تھیں اور سیدۃ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ان عظیم بارگاہوں میں بھی حاضری کا شرف حاصل کیا۔

16 شہدائے کربلا کے سر مبارک

ایک خوبصورت قبر میں 16 شہدائے کربلا کے سر مبارک مدفون ہیں جو عبداللہ ابن زیاد نے یزید کے پاس بھیجے تھے۔ دروازے پر جو عبارت لکھی ہے اُس کا اُردو ترجمہ کچھ اس طرح سے ہے۔

"اس مقام پر 16 شہدائے کربلا کے سر مبارک مدفون ہیں جنہوں نے یومِ کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا"

نواسۂ رسول حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ، کنیز خاتون جنت سیدۃ فضۃ رضی اللہ عنہا، صحابی ومؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ، حضرت فضالہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت سہیل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ، حضرت وائلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور بے شمار دوسرے مزارات مبارکہ اس قبرستان کی زینت ہیں۔

حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت سے کون واقف نہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ کا جو مقام دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اُس کو کون نہیں جانتا؟ حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ، اُمیہ بن خلف کے غلام تھے اور اُن ازلی سعادت مندوں میں سے تھے جن کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے مالک کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں تو اُس کا خون

کھولنے لگا۔ اُس نے عزم کر لیا کہ وہ اس جرم کی بلال کو اتنی سزا دے گا کہ اِس سزا کا برداشت کرنا ناممکن ہو گا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے مکہ آیا تو میں نے بلال کو دیکھا کہ اُس کے گلے میں ایک لمبی رسی تھی جسے بچوں نے پکڑا ہوا تھا اور وہ اُسے کھینچ رہے تھے اور بلال یہ کہہ رہے تھے **اَحد'' اَحد''**۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں بلال کے پاس سے گزرا جب کہ اُسے گرم کنکریوں پر لٹا کر عذاب دیا جا رہا تھا کہ وہ کنکریاں اتنی شدید گرم تھیں کہ اگر گوشت کا ٹکڑا بھی رکھ دیا جاتا تو وہ پک جاتا۔ اس کے باوجود بلال **اَحد'' اَحد''** کہہ رہے تھے۔

بالآخر یہ سعادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بلال کے بدلے اپنا ایک غلام (جس کی قیمت کئی ہزار دینار تھی) اُمیہ بن خلف کو دیا اور اس طرح سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اُس ظالم کے پنجہ سے رہائی دلا کر سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں پیش کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت فرمایا کرتے اور اُن کی بہت عزت فرماتے تھے۔ اسلام میں سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا شرف حاصل ہوا۔ فتح مکہ کے دن جب مسلمان مکہ مکرمہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے اور نبی اکرم ﷺ نے بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور کعبۃ اللہ کو پاک کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کیلئے خاص کر دیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اذان کہو۔

حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ دورِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ملکِ شام آگئے اور دمشق میں قیام فرمایا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا اور دمشق کے عظیم قبرستان باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے وصال کی جب خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ روتے روتے نڈھال ہو گئے اور فرماتے تھے کہ آج ہمارا سردار فوت ہو گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا مزارِ مبارک ایک مختصر سی عمارت میں ہے جس پر سبز رنگ کا گنبد بنا ہوا ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مزارِ حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کو بارہا مرتبہ تشریف لاتے دیکھا ہے۔

جبلِ اربعین

قاسیون، دمشق کے شہر میں ایک انتہائی بلند پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک وسیع وعریض غار تھی۔ لیکن اس وقت یہاں بڑے بڑے کمرے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہاں بیشتر انبیاء کرام مدتوں یادِ الٰہی میں مشغول رہ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اس مقام کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ یہاں شام کے ابدال اکٹھے ہوتے ہیں اور اس مقام کے ایک طرف مغارۃ الدم ہے۔ جہاں قابیل نے حضرت ہابیل علیہ السلام کو شہید کیا تھا۔ یہ مقام قبولیت دعا کیلئے مجرب ہے۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ

حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ تصوف کی دنیا میں ''شیخ اکبر'' کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فلسفہ وحدت الوجود کو اسلامی تصوف کے رنگ میں پیش کیا۔ آپ 17 رمضان المبارک 560 ہجری اندلس کے ایک شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ اس کے بعد اشبیلہ کے علماء سے فقہ، حدیث اور تفسیر کا درس لیا۔ عین عالم شباب میں زورِ قلم کا یہ عالم تھا کہ عربی نظم اور نثر پر یکساں دسترس رکھتے تھے۔

آپ اپنی روحانی نسبت حضرت خضر علیہ السلام سے بیان کرتے تھے۔ آپ سات سال تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور اسی دوران اپنی مشہور زمانہ کتاب فتوحات مکیہ تصنیف فرمائی۔ یہاں سے آپ حمص تشریف لے گئے۔ وہاں سے قونیہ اور پھر بیت المقدس کی زیارت کے بعد حلب آئے اور پھر دمشق میں سکونت اختیار کرلی۔

ابن عربی نے جو روحانی مقامات حاصل کئے اور ان کی ذات سے جو مشاہدات ہوئے ان میں مکہ کے قیام کا بڑا دخل ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب (فتوحات مکیہ) کا نام بھی اسی لئے رکھا تھا اور اس کے دیباچے میں اس کا اظہار بھی کیا ہے کہ یہ کتاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت واجازت کے مطابق لکھی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عرفان حقائق کی گرمی کا یہ عالم تھا کہ اگر میں اسے کتابی صورت میں منتقل نہ کرتا تو خود جل کر راکھ ہو جاتا۔

ابن عربی خوابوں کی اہمیت پر بہت زور دیتے تھے اور سچے خوابوں کو ایک طرح کا الہام ہی سمجھتے تھے۔ ان کا سب سے اہم خواب وہ ہے جس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب لکھنے کی اجازت دی تھی۔ آپ فرماتے ہیں۔

''میں جب فتوحات مکیہ کا دیباچہ لکھ رہا تھا تو میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کے حضور میں موجود دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے بڑا رعب وجلال ٹپک رہا تھا۔ یکا یک ایک منبر نمودار ہوا اور اس پر لکھا ہوا تھا یہ مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو صداقت وحقیقت کی تبلیغ کرے گا وہ اس کو بطور وراثت پائے گا۔ عین اس موقع پر مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم وحکمت عطا ہوئے۔'' شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتوحات مکیہ میں جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ مجھے الہامی طور پر معلوم ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قلمبند کرنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔

حضرت ابن عربی جب مکہ میں قیام پذیر تھے تو روزانہ تین جزء کے حساب فتوحات لکھا کرتے تھے۔ تقریباً ایک سال میں اس کو تمام کیا اور پھر اس کے تمام اجزاء کو پورا ایک سال خانہ کعبہ پر رکھ دیا۔ طوفان آیا، بارش آئی مگر سال کے بعد جب اس کے اجزاء کو دیکھا تو اس میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی۔

حضرت ابن عربی رضی اللہ عنہ نے کثیر تعداد میں کتابیں اور رسائل لکھے مگر اُن کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن

جامی نے آپ رضی اللہ عنہ کی کتابوں کی تعداد چار سو سے زائد بتائی ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کو بظاہر کوئی مرض نہ تھا۔ عمر شریف جب 78 برس کو پہنچی تو بحالتِ نمازِ مغرب سجدۂ ثانیہ میں 22 ربیع الثانی 638ھ اس دارِ فانی کو الوداع کہا۔ بروز جمعۃ المبارک بمطابق 23 ربیع الثانی 638ھ بعد از نمازِ جمعہ گیارہ مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور اُس مقام پر جہاں اب آپ آرام فرما ہیں دفن کیا گیا لیکن مرورِ زمانہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کا نشان بھی غائب ہو گیا اور کسی کو بھی آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کا معلوم نہ رہا۔

اس ضمن میں حضرت شیخ نے اپنی زندگی مبارکہ میں ہی ارشاد فرمایا کہ جب ''ترکی سلطان سلیم ملکِ شام کو فتح کرے گا تو محی الدین کی قبر بھی ظاہر ہو جائے گی'' اور حضرت شیخ کی یہ پیشن گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی جب نویں صدی ہجری میں سلطان سلیم خان اول نے دمشق فتح کیا تو اس جگہ جہاں آپ کا مزار مبارک ہے ایک عمارت اپنی فتح کی یاد میں بنانا چاہی جب کھدائی کی گئی تو اِس آفتابِ معرفت کی لوحِ مزار نظر آ گئی۔

سلطان کو جب خبر ہوئی تو سلطان خود آئے اور مزار مبارک برآمد کیا۔ کتبہ کو پڑھ کر سلطان آبدیدہ ہو گئے اور آپ کی یہ پیشن گوئی درست ثابت ہو گئی کہ ''**اذا دخل السین فی الشین یظهر قبر محی الدین**'' (جب سین شین میں داخل ہو گا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہو گی)۔ سین سے مراد سلطان سلیم اور ش سے مراد شام۔

جبل قاسیون کے اِردگرد پھیلی ہوئی آبادی کا نام ''میدانِ شیخ'' ہے۔ اِس مقام پر شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کا خوبصورت مزارِ مبارک اور مسجد ہے۔ مزار مبارک پر حاضری دینے کیلئے مسجد کی سیڑھیاں اُتر کر نیچے جانا پڑتا ہے جہاں پر ایک تہہ خانے میں آپ رضی اللہ عنہ کا مزار پُر انوار ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادوں کی قبور مبارکہ بھی ہیں۔

جبل قاسیون کے دامن میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کا بیرونی منظر

حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں شیخ مرجع خلائق اور دریائے فیض تھے، عالم برزخ میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کا ایسا ہی فیض جاری و ساری ہے۔ صاحب دل آج بھی آپ رضی اللہ عنہ سے مستفیض ہونے کیلئے آپ رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک پر حاضری دیتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے فیوضات و برکات حاصل کرتے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک کے حجرہ میں شہرۂ آفاق مجاہد امیر عبدالقادر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ کا مرقدِ مطہر بھی ہے۔ الحمدللہ! حضرت شیخ کی بارگاہ میں کئی بار حاضری کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

الشیخ عبدالغنی النابلسی رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی مسجد سے چند قدم کے فاصلے پر ایک بڑی مسجد کے گوشے میں حضرت شیخ عبدالغنی بن اسماعیل النابلسی رضی اللہ عنہ کا مزارِ مبارک ہے۔ فقہ حنفی اور تصوف میں ملکۂ کمال رکھنے والے شیخ عبدالغنی النابلسی رضی اللہ عنہ 1050ھ دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا خاندان نابلس، فلسطین سے ہجرت کر کے دمشق میں آباد ہو گیا تھا، اِسی نسبت سے آپ نابلسی کہلاتے ہیں، شاید کم ہی لوگوں کو معلوم ہو کہ کثرتِ تصانیف اور خوابوں کی تعبیر میں مہارت کے حوالے سے پہچانے جانے والے حضرت شیخ عبدالغنی رضی اللہ عنہ اپنی ذات میں ایک سیاح بھی تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اِس فرمانِ مبارک ''زمین کی سیر کرو'' پر عمل کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے کثیر اسفار کئے۔

الشیخ عبدالغنی النابلسی رضی اللہ عنہ نے بغداد، طرابلس، القدس، خلیل، مصر اور حجاز کے سفرنامے اتنے خوبصورت انداز میں تحریر فرمائے کہ قاری مطالعہ شروع کرے تو اُسے ختم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سفرناموں میں ان جگہوں کا تاریخی اور جغرافیائی تعارف، انبیائے کرام علیہم السلام، فقہاء، صلحاء، اتقیاء، اولیاء کے حالات، اُن کے مزارات کی برکات، مساجد، مقابر ....کا ذکر ملتا ہے۔ [الحضرۃ الانسیۃ فی رحلۃ القدسیۃ 83/1]

حضرت شیخ عبدالحئی بن عبدالکبیر الکتانی رضی اللہ عنہ نے حضرت شیخ عبدالغنی النابلسی رضی اللہ عنہ کو **الاستاذ العارف** اور **برکۃ الشام** کے نام سے یاد کیا ہے۔

الوداع سر زمینِ ملکِ شام

بروز جمعۃ المبارک مؤرخہ 5 نومبر 2004ء نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے جبل قاسیون پر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ نماز جمعہ کی ادائیگی اور الوداع سلام پیش کرنے کے بعد واپس اپنی رہائش گاہ پہنچے جہاں پر جملہ احباب ہمیں الوداع کہنے کیلئے موجود تھے۔ سب سے فرداً فرداً ملاقات کی اور سرزمین دمشق کو الوداع کہتے

ہوئے گاڑی میں سوار ہوکر ایئر پورٹ روانہ ہوئے۔ افطاری ایئر پورٹ پر کی۔

نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد بورڈنگ پاس حاصل کئے اور پاسپورٹوں پر خروج کی مہریں لگوانے کے بعد ڈیپارچر لاؤنج سے ہوتے ہوئے گیٹ نمبر 8 سے جہاز میں پہنچ گئے۔ جہاز نے رن وے پر ٹیکسی کرنا شروع کیا۔

ہم دُعائے سفر پڑھنے لگے اور سرزمینِ ملکِ شام کو الوداع کہتے ہوئے شامی ایئر لائن کا جہاز 33000 فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے ہوئے اپنی منزلِ مقصود (کراچی) کی رواں دواں ہوگیا اور ٹھیک 4 بجے کراچی کے بین الاقوامی ایئر پورٹ پر لینڈ کر گیا۔ جیسے ہی ٹنل سے باہر نکلے تو جناب ملک بوستان صاحب کا ایک نمائندہ خوش آمدید کہنے کیلئے موجود تھا، جنہوں نے ہمارے پاسپورٹوں پر خود ہی دخول کی مہریں لگوائیں۔

امیگریشن کاؤنٹر سے نکلے تو سیرین ایئر لائن کے کنٹری منیجر جناب اُستاد علی الکردی اور اسلام آباد میں سفارت خانہ شام کے قائم مقام سفیر عزت مآب جناب عدنان برنیہ صاحب بھی موجود تھے۔ جنہوں نے شہزادۂ غوث الثقلین کا پُر جوش استقبال کیا۔ پھر اُنہوں نے حضور قبلہ کو اپنے گھر چلنے کی دعوت دی لیکن چونکہ ہماری آج ہی اگلی پرواز تھی، اس لئے اُن سے معذرت کی اور کسٹم ہال سے گزرتے ہوئے باہر آگئے۔

باہر ملک بوستان صاحب کے برادران اور دوسرے احباب ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے سجائے حضور قبلہ کے استقبال کیلئے موجود تھے۔ اُن سے فرداً فرداً ملاقات کے بعد گاڑیوں میں سوار ہوکر ملک بوستان صاحب کے مہمان خانے پہنچے جہاں پر پُر تکلف سحری سے لطف اندوز ہوئے۔ نمازِ فجر کے بعد احباب سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جس میں کافی وقت صرف ہوگیا۔

نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد ایئر پورٹ پہنچے اور ایک مقامی پرواز سے فیصل آباد کیلئے روانہ ہوئے، جہاں پر محترمی شوکت علی قادری صاحب اپنے احباب اور حضور قبلہ شہزادۂ غوث الثقلین کے مریدین کے ہمراہ استقبال کیلئے موجود تھے۔ ملاقات کے بعد میاں شوکت علی قادری صاحب کی رہائش گاہ روانگی ہوئی۔

جو سفر پاکستان سے سرزمینِ شام کیلئے شروع ہوا تھا وہ فیصل آباد پہنچنے کے بعد بخیر و عافیت اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ان حاضریوں کو اپنی بارگاہِ اقدس میں قبول و منظور فرما کر

انہیں ہماری بخشش و مغفرت کا سبب بنادے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم

فہرست حوالہ جات و کتابیات

مختلف ویب سائٹس (عربی، انگلش، فارسی اور اُردو) کے علاوہ ذاتی اسفار، مشاہدات اور حاصل تحریری معلومات کے علاوہ درج ذیل کتب سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا۔

نام کتاب	نام مصنف/مترجم/ناشر
جامع کرامات الاولیاء	القاضی الشیخ یوسف اسماعیل النبهانی
فضل الحجر الاسود و مقام ابراهیم	سائد بکداش
فضل ماء زمزم	سائد بکداش
المساجد الاثریة فی المدینة المنورة	محمد الیاس عبدالغنی
مرأة الحرمین	ابراهیم رفعت پاشا
الرحلة الحجازیة	محمد لبیب البتنونی
علموا اولادکم محبة الرسول ﷺ	الدکتور محمد عبده یمانی
اخبار مدینة الرسول ﷺ	حافظ محمد بن محمد النجار
الدر الثمین فی معالم دار الرسول الامین ﷺ	غالی محمد الامین الشنقیطی
حمایة الشام المسمیٰ فضائل الشام	ابن رجب الحنبلی
وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ﷺ	نور الدین علی بن احمد السمهودی
تاریخ المسجد النبوی الشریف ﷺ	محمد الیاس عبدالغنی
تاریخ معالم المدینة المنورة قدیما و حدیثا	السید احمد یاسین احمد الخیاری
سیر اعلام النبلاء	امام شمس الدین محمد الذهبی
رجال حول الرسول ﷺ	خالد محمد خالد
بلاد الشام	منصور عبدالحکیم
فضائل مکه والسکن فیها	الامام الحسن البصری
فضائل مکه	محمد عبدالله عایض عوض الغبان

اعلام الانام بتاريخ بيت الله الحرام	محمد صالح بن احمد الشيبى
الكعبة المعظمة والحرمان الشريفان	عبيدالله محمد امين كردى
مكانة الحرمين الشريفين عند المسلمين	دكتور خليل ابراهيم ملاخاطر
بناء الكعبة البيت الحرام	المؤرخ احمد على المقريزى الشافعى
العقد الثمين فى تاريخ البلد الامين	تقى الدين احمد الفاسى المكى
شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام	تقى الدين احمد الفاسى المكى
احكام و خصائص الحرمين المكى و المدنى	على احمد يحيىٰ القاعدى
كيف تستفيد من الحرمين الشريفين	ابو طلحه محمد يونس عبدالستار
سلطان نور الدین زنگی	الماس ایم اے
نور الدین محمود زنگی	طالب ہاشمی
فاتحِ اعظم صلاح الدین ایوبی	خان آصف
دمشق	خواجہ محمد عباداللہ اختر امرتسری
فتوحاتِ شام	مولانا فضل محمد یوسف زئی
ابواب تاریخ المدینہ المنورہ	علی حافظ ترجمہ آلِ حسن صدیقی
جامع کراماتِ اولیاء (اُردو ترجمہ)	حضرت قاضی یوسف اسماعیل النبہانی
پیغمبروں کی سرزمین	یعقوب نظامی
اویسی کا سفرنامہ شام و عراق	علامہ محمد فیض احمد اویسی
کچھ ملکِ شام کے بارے میں	فرقان احمد قادری شامی
دنیائے اسلام کا پہلا مؤذن	علامہ قاری محمد وسیم اکرم قادری
وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی ﷺ	اُردو ترجمہ شاہ محمد چشتی، لاہور
راہِ عقیدت	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
Syria	Ministry of Tourism

نقیب الاشراف شہزادۂ غوث الثقلین السید محمد انور گیلانی مدظلہ العالی

کے سفرنامہ ''**زیاراتِ ترکی**'' کی اشاعت پر وطنِ عزیز کے

طول و عرض سے بے شمار تہنیتی پیغامات اور دُعاؤں بھرے خطوط موصول ہوئے۔

چند تہنیتی پیغامات و تأثرات قارئینِ کرام کی نذر ہیں۔

وفاقی وزیر

ٹیلیفون: ۹۲۱۳۸۵۲
فیکس: ۹۲۰۵۸۳۳

نمبر: [illegible] ۲۰۱۳ء
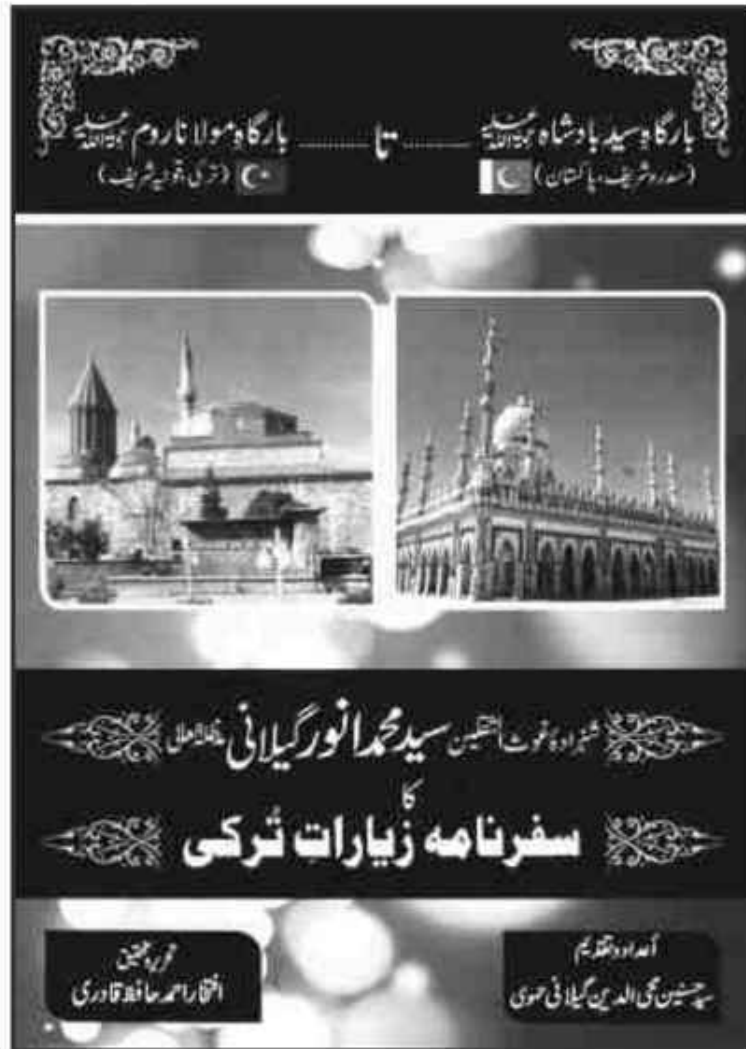
وزارت مذہبی امور

حکومت پاکستان

اسلام آباد: ۰۶ جون ۲۰۱۳ء

مکرم و محترم جناب افتخار احمد قادری صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کی طرف سے ترکی میں زیارت مقدسہ پر آپ کی تصنیف کا تحفہ موصول ہوا۔ یہ انتہائی مفید اور ایک ایمان افروز کاوش ہے۔ یاد آوری کا بہت بہت شکریہ۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کار خیر پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام

نیازمند

(سردار محمد یوسف)

جناب افتخار احمد حافظ قادری صاحب

ہاؤس نمبر 999-A/6 سٹریٹ نمبر 9،

افشاں کالونی، راولپنڈی کینٹ۔

Prof. Arif Ali Qadri

Head of Department Islamic Studies
Punjab College, Shahkot

محترمی جناب افکار احمد حافظ

سلام مسنون!

خیریت موجود خیریت مطلوب!

آپ کی طرف سے گراں قدر علمی تحفہ بصورت کتاب موصول ہو کر باصرہ نواز ہوا جس پر میں نے اپنے جذبات امتنان و تشکر کا اظہار بذریعہ ٹیلی فون کر دیا تھا۔ آپ کی اور بھی علمی، ادبی، تحقیقی دستاویزی کتب میں سے دو چار کتابیں پہلے بھی میرے پاس موجود ہیں جو کہ ابتدائی معلومات افزا ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی تسکین کا باعث ہیں حسب معمول کتاب مبارک "بارگاہ سید بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ .... تا .... بارگاہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ" جو کہ شیخ العصر مرشدی حضرت پیر سید محمد انور گیلانی رزاقی قادری دامت برکاتہم العالیہ کے دورہ ترکی کی روئیداد ہے۔ قبلہ شیخ العصر اور پیرزادہ سید حسنین محی الدین گیلانی کی معیت میں آپ بھی اس سفر عشق و محبت میں دارین کی سعادتیں سمیٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کا کام سب برادران طریقت پر احسان ہے۔ کہ آپ نے اس سفر مبارک کی روئیداد اس اچھے طریقے سے مرتب کی ہے کہ پڑھتے ہوئے یوں لگتا ہے کہ جیسے ہم بھی اس سفر میں شریک ہیں۔

کتاب ھذا معلومات کا خزانہ اور روحانیت سے بھرپور ہے۔ فیضان غوث اعظم کے امین پیر بغدادی مدظلہ العالی ترک عوام اور مشائخ کو فیض غوث اعظم فراخ دلی سے تقسیم کرتے نظر آئے۔ مجھ جیسے کم علم اور بے بضاعت کے لیے تو یہ کتاب علمی و تاریخی معلومات اور اولیائے کرام کی سوانح عمری کے حالات و واقعات اور ان کی تعلیمات سے باخبر ہونے کا باعث بنی ہے۔ آپ کو قبلہ شیخ العصر کے ساتھ متعدد بار مختلف ممالک کے دورے کرنے کا موقعہ نصیب ہوا امید کرتا ہوں کہ اسی طرح ان تمام اسفار مبارکہ کے حالات و واقعات کو بہت جلد بصورت تحریر منظر عام پر لائیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی سعادتیں نصیب کرے اور ہم سب کو بزرگان دین کی محبت اور دین پر استقامت نصیب کرے۔ اور ہمارے مرشد گرامی کو اللہ تعالیٰ تا دیر ہمارے سروں پر بخیر و عافیت سلامت باکرامت رکھے۔ اور پیرزادہ حسنین محی الدین گیلانی حفظہ اللہ تعالیٰ کی محنت جو کہ وہ اپنے اسلاف کی حیات ہائے مبارکہ کو تحریری صورت میں منظر عام پر لانے کے لیے فرما رہے ہیں وہ قابل تحسین ہے اللہ اپنی مدد اور نصرت ان کے شامل حال کرے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین ﷺ

Arif Ali
12-07-13
عارف علی قادری
یکے از غلامان دربار گیلانیہ
سدرہ شریف (ڈی آئی خان)

آستانہ قادریہ چشتیہ

ڈھوک قاضیاں شریف

عزت مآب جناب افتخار احمد حافظ قادری صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے شہزادہ غوث الثقلین سید محمد انور شاہ گیلانی مدظلہ العالی کا سفرنامہ "زیاراتِ ترکی" ھدیہ کے طور پر ارسال فرمایا۔ یہ ایک گراں بہا تحفہ ہے، جس کی وصولی پر کماحقہ شکر یہ ادا کرنے کے لیے اس بندہ ناچیز کے پاس موزوں الفاظ نہیں۔ اس سفرنامہ میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والے تبرکات عالیہ کا ذکرِ خیر بھی ہے۔ اھلِ بیتِ اطہار کا تذکرہ بھی ہے۔ اھلِ دل حضرات سے تعلق رکھنے والے مقامات اور تبرکات کا ذکر بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سرزمینِ رومی کے حوالے سے یہ کتاب ایک دائرہ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے جسے اپنے موضوع کے اعتبار سے شایانِ شان انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب انداز میں زیورِ طبع سے آراستہ کیا گیا ہے۔ کتاب ظاھری اور معنوی ھر حوالے سے دامنِ دل کو کھینچتی ہے۔ فیضانِ غوثِ اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) اور فیضانِ رومی (رحمۃ اللہ علیہ) کے اثرات ھر ھر ورق سے ھویدا ہیں۔ حضور سجادہ نشین، سدرہ شریف کی اس سیاہ کار پر پہلے بھی بے پناہ عنایات ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمرِ خضر عطاء فرمائے۔ اور ھم لوگوں کو آپ کے فیوض و برکات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

والسلام

۱۳-۷-۲۰۱۵

محمد رئیس احمد قادری

ڈھوک قاضیاں شریف، موضع تخت پڑی

تحصیل و ضلع راولپنڈی

فون نمبر 0300-9543381

جناب افتخار احمد حافظ قادری صاحب

السلام علیکم!

اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کی تازہ تصنیف بمعہ خط مجھے مل چکی ہے۔

کتاب زیاراتِ ترکی کی بہت ہی خوبصورت انداز میں منظر کشی کی گئی ہے۔

مجھے امید ہے کہ آنے والے وقت میں ایسی مزید تصانیف پڑھنے کو ملیں گی۔

ایسی تصانیف پڑھنے سے دل کو تسکین ملتی ہے۔

شہزادۂ غوث الثقلین سید محمد انور گیلانی مدظلہ العالی

کا

(سفرنامہ زیاراتِ ترکی)

نے

دیکھتے ہی دیکھتے نہ صرف پاکستان بلکہ باہر کے ممالک میں بھی شہرت حاصل کر لی ہے۔

اُمید ہے کہ اس کتاب کو مزید پذیرائی ملے گی۔

والسلام

سید حسنین محی الدین گیلانی

13 جولائی 2013ء

شمارہ:
تاریخ: 19.7.013
پیوست:

جناب افتخار احمد حافظ قادری صاحب

سلام علیکم

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کی بھیجی ہوئی کتاب جو کہ ترکی کی زیارات مقدسہ پر مشتمل ہے۔ ہمیں موصول ہوئی اور اس کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس میں حقیقتاً سفر نامہ کے ساتھ ساتھ معلومات کا ایک خزانہ مرقوم فرمایا ہے۔ خصوصاً مولانا کے بارے میں اتنی تفصیل سے پڑھ کر دلی خوشی ہوئی اور تہہ دل سے آپ کے مشکور ہیں کہ آپ ہمیں یاد رکھتے ہیں۔ امید کرتے ہیں کہ آیندہ بھی آپ ہمیں ایسی ہی معلومات سے بھرے خزانوں سے مستفید فرماتے رہیں گے۔

ایک دفعہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت چاہتے ہیں۔

والسلام

دکتر قهرمان سلیمانی

مدیر مرکز تحقیقات فارسی ایران

پاکستان، اسلام آباد

Office: H. 4, St. 47, Sector F-8/1, Islamabad, Pakistan.
www.ipcs.ir

PIYAM-E-RUMI

محترم افتخار قادری صاحب ۔۔۔۔۔۔ شاد و آباد رہیں

اللہ کریم سے دعا ہے اور امید بھی کہ آپ بالکل خیریت سے ہونگے اور عید کی بیشمار خوشگوار ساعتیں آپ کے ہمراہ رہی ہوں گی۔ مجھے یہ چند حرف سپاس لکھنے میں اگرچہ کچھ تاخیر ہوگئی ہے اور اس کے لیے یقیناً میں شرمندہ بھی ہوں اور معذرت خواہ بھی لیکن آپ اور ہم سب جانتے ہیں کہ زندگی کی بنیادی ضرورتوں اور اس سے وابستہ بھاگ دوڑ نے کچھ ایسی نادیدہ زنجیروں سے جکڑ رکھا ہے ہمیں کہ ہم چاہیں بھی تو اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے کہ یہ ہماری مجبوری ہے۔

سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کہ آپ نہ صرف "پیام رومی" پڑھتے ہیں بلکہ اسے سراہتے بھی ہیں اور اس کے علاوہ اپنی نادر و نایاب کتب سے بھی نوازتے رہتے ہیں۔ آپ کی تحریر و تحقیق ترکی کے خوبصورت سفرنامے کی شکل میں میرے سامنے ہے۔ بے انتہا حسین اور بے حد اہم تصاویر سے سجا ہوا یہ سفرنامہ اپنے بیچ اپنے گٹ اپ اور سرورق کے لحاظ سے بہترین ہے۔ منظر نگاری کچھ ایسی ہے کہ یوں لگتا ہے کہ ہم بھی اس قافلے میں شامل ہیں اور انداز تحریر کی بھی جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ ہر جگہ اور ہر نام کی تشریح اور اس کے تاریخی حوالے سے بہت تفصیل سے دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں جو نایاب اور تحقیقی تصاویر شامل کی گئی وہ کتاب کے حسن اور اس کی اہمیت کو اور بڑھا رہی ہیں۔ آپ کے مقالات بھی اس میں شامل ہیں جو نہایت پر مغز اور وقیع ہیں۔ مولانا روم کے اشعار اور ان کی تشریح واہ ۔۔۔ سبحان اللہ ۔۔۔

آپ کی اس کتاب نے ہمیں گھر بیٹھے ترکی کی سیر کرادی۔ سفرنامے کا اصل حسن اور اصل روح یہی ہے۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ کے قلم کو مزید روانی اور طاقت عطا فرمائے اور آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ پیام رومی ٹیم آپ کی دلچسپی اور آپ کے قلمی تعاون کی انتہائی متشکر و ممنون ہوں آپ سب کے لیے دعائیں۔

اپنی دعاؤں میں شامل رکھیے

حمیرا راحت

۸ اگست ۲۰۱۳ء

حمیرا راحت
[illegible]
Postal Address:
A-36 Block-6 F.B.
Area Karachi-Pakistan
Ph: +92-21-36377065

[illegible]

Email: humairarahat@hotmail.com

"روحانی سفر کی داستان"

سفر نامہ زیارات ترکی چار افراد کے روحانی سفر کی داستان ہے۔ شہزادۂ غوث الثقلین سید محمد انور گیلانی قادری مدظلہ العالی، سید حسنین محی الدین گیلانی، افتخار احمد حافظ قادری اور محمد جواد اس روحانی سفر میں ایک دوسرے کے شریک سفر تھے۔ یہ سفر **علیکم زیارۃ اولیاء اللہ** اور **تنزل الرحمۃ عند ذکر الصالحین** کے فرامین کی تعمیل میں طے ہوا۔ یا پھر یہ سفر حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کو پڑھ کر اختیار کیا گیا ہوگا۔

چون شدی دُور از حضورِ اولیاء   در حقیقت گشتۂ دُور از خدا

بہر حال اس سیر و سیاحت سے قرآن پاک کے حکم **سیروا فی الارض** پر یقیناً عمل ہوا ہے۔ ایک سفر نامہ نگار کے سفر کا مقصد اللہ کی زمین پر آباد ملکوں کی سیر کرنا اور وہاں کے خاص مقامات کا احوال، لوگوں کی بود و باش اور اُن کے نظریات کے بارے میں معلومات کے جواہر پارے اکٹھے کر کے لانا اور پھر اپنے ملک کے لوگوں کی گود میں ڈال دینا ہے۔ افتخار احمد حافظ قادری صاحب نے اپنی اس ذمہ داری کو بڑے احسن طریقہ سے نبھایا ہے۔

سفر نامہ زیارات ترکی کا مطالعہ کر کے بڑی ایمان افروز معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ قسطنطنیہ کی فتح کے بارے میں نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کرنا "کہ تم ایک دن قسطنطنیہ کو فتح کر لو گے، اس فاتح لشکر کا سپہ سالار، کیا خوب سپہ سالار ہوگا اور وہ فوج بھی کیا عجب شان والی فوج ہوگی"۔ عہد صحابہ میں قسطنطنیہ پر لشکر کشی کی گئی لیکن یہ فتح کا سہرا 1453ء میں سلطان مراد دوم کے بیٹے "محمد" کے سر آیا۔ جس کے متعلق ولی کامل حضرت حاجی بہرام ولی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت اشارہ دے دیا تھا جب "محمد" ابھی پنگھوڑے کی گود میں سویا ہوا تھا۔ اسی بچے نے 24 سال کی عمر میں قسطنطنیہ کو فتح کر کے اس کا نام استنبول رکھا۔ پھر اس کتاب میں استنبول کا مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اسلام کا مرکز۔ اس کے علاوہ میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس پر حاضری کا بیان اور حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات اور اُن کے دربار پر حاضری کی مکمل تفصیل دل کو نور و سرور عطا کرتی ہے۔

ترکی میں منعقد ہونے والی ذکر کی محافل، قلبی سکون کے حصول کیلئے وہاں کے لوگوں کا مزارات پر حاضری دینا۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو روحانیت کا بہت بڑا مرکز سمجھنا۔ ہمارے ملتان کی طرح قونیہ شریف کو مدینۃ الاولیاء قرار دینا۔ یہ ساری باتیں پڑھ کر مجھے لگا کہ برادر ملک ترکی اور پاکستان کے لوگ کتنے ہم مزاج اور ہم مسلک ہیں۔ یہاں بھی جب دنیا داری کے جال میں پھنس کر روحانیت کے رشتے کو کمزور پڑتا ہوا دیکھتے ہیں تو ہم حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ یا دیگر اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دے کر روحانیت کے چراغ کو روشن کرتے ہیں۔

سفر نامہ زیارات ترکی پڑھ کر قاری کے دل میں ترکی کے سفر کو اختیار کرنے اور اُن مقامات مقدسہ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ یہی قادری صاحب کے کامیاب سفر نامہ نگار ہونے کی دلیل ہے کہ انہوں نے جو سکون، راحت روحانی سرشاری اور معلومات کے بیش بہا موتی چنے وہ پوری دیانتداری کے ساتھ قارئین کی جھولی میں ڈال دیئے ہیں۔

اسلم سحاب ہاشمی، ساہیوال

"سفر ما را حیاتِ جاودانی است"

سفرنامہ لکھنے کا رواج بہت قدیم ہے۔ آٹھویں صدی قبل مسیح سے لے کر اب تک پچھلے ڈھائی ہزار سال میں ہر زبان میں بے شمار سفرنامے لکھے جا چکے ہیں۔ عرب سیاحوں میں ابن بطوطہ اور مغربی سیاحوں میں مارکو پولو نے اس میدان میں غیر معمولی شہرت حاصل کی ہے۔ سفرنامے کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ پڑھنے والے اُس کو دوسری تحریروں کے مقابلے میں زیادہ دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔

سید محمد انور گیلانی کا سفرنامہ "زیاراتِ ترکی" جو جناب افتخار احمد حافظ قادری کی تحریر و تحقیق اور اُن کی کاوشوں کا ثمر ہے۔ قادری صاحب کو کئی بار ترکی کی زیارات مقدسہ اور بالخصوص شہر قونیہ میں حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر اُن کے حالات قلمبند کر چکے ہیں۔ 2012ء میں اُنہیں چوتھی بار آستانہ عالیہ قادریہ گیلانیہ رزاقیہ، سدرہ شریف، ڈیرہ اسماعیل خان کے سجادہ نشین حضرت سید محمد انور گیلانی کے ہمراہ ترکی جانے کا موقع فراہم ہوا اور وہاں پر موجود مقدس مقامات کے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اُنہوں نے اپنے پندرہ دن کے مختصر مگر مفید مسافرت کے بارے میں یہ سفرنامہ تحریر کیا ہے۔

قادری صاحب کا 128 صفحات اور 36 عنوانات پر مشتمل ترکی کا یہ سفرنامہ وہاں کے تاریخی اور سلاطینِ عثمانیہ کے حوالے سے جامع معلومات فراہم کرتا ہے۔ قادری صاحب کی تحریر اور اُن کا انداز بیان نہایت سلیس، شستہ، رواں اور تعقید لفظی سے خالی ہے۔ عبارتوں کا دروبست نہایت سلیس اور صاف ہے۔ جسے پڑھنے سے طبیعت بوجھل نہیں ہوتی۔ مدلل احادیثِ نبویہ، آیات قرآنی، اقوال اور دلفریب اشعار نے اس سفرنامے کو جاذب بنا دیا ہے۔ مصنف کی کوشش رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ تاریخی جگہوں کی وضاحت اور اُن کی اہمیت کو واضح کرے۔ اس کے علاوہ تاریخی مقامات کی جابجا خوبصورت تصاویر نے اس سفرنامے کو مزید دلچسپ اور پُرکشش بنا دیا ہے۔ قونیہ اور مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ جو مصنف کے سفرنامے کا محور خاص ہیں اُن کے پُرمغز عارفانہ فارسی اشعار نے اس سفرنامے کی تحریر میں چار چاند لگا دیئے ہیں اور مصنفِ سفرنامے کی مثنوی دانی اور مثنوی فہمی کا بیّن ثبوت ہیں۔

حافظ افتخار قادری صاحب کا انداز بیان اس قدر دقیق ہے کہ پڑھنے والے کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود اُسی جگہ موجود ہوتا ہے۔ ایک اچھے سفرنامے کی یہی بڑی خوبی ہوتی ہے۔ جو قادری صاحب کے سفرنامۂ ترکی میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اس سفرنامے کے آخر میں خانوادۂ قادریہ رزاقیہ گیلانیہ کا ذکر اور تصوف و عرفان اسلامی میں ان کے مقام و مرتبے کے بارے میں اہم معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

میری دُعا ہے، کہ پروردگار عالم جناب افتخار احمد حافظ قادری کا زورِ قلم اور زیادہ کرے اور اُن کی توفیقات میں اضافہ فرمائے تاکہ وہ اسی طرح ملکی اور غیر ملکی سفر کرتے رہیں اور مختلف ممالک کے تاریخی اور ثقافتی مقامات کے دیکھنے سے خود بھی لطف اندوز ہوں اور سفرناموں کے ذریعے اپنے قارئین کی معلومات میں بھی اضافہ کرتے رہیں۔

همیشه این دعای من شب و روز   که باشد "افتخار" پیوسته پیروز

ڈاکٹر فائزہ زہرا مرزا
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فارسی
جامعہ کراچی، 2 اگست 2013ء

Hafiz Prof. Dr. Affan Saljuq

Ph.D. (Tehran) Iran
Post Doct. (Paris)

محترمی جناب افتخار احمد حافظ قادری صاحب

سلام مسنون

آپ کی قیمتی تازہ علمی کاوش، بارگاہِ سید بادشاہ تا بارگاہِ مولانا روم ملی۔ کتاب اتنی دلچسپ ہے کہ اسے ہاتھ میں لینے کے بعد پورا ختم کرے بغیر نہ رہ سکا۔ خاص بات اُس کے مضامین کی ترتیب، تاریخی تسلسل، اس پر مستزاد، رواں اور شگفتہ اسلوب اور اندازِ تحریر نے اسے ایک دلآویز انفرادیت بخشی ہے جو خوبصورت طباعت رنگین تصویروں کے اضافے سے مزید خوبصورت ہوگئی ہے۔ بہت سی چونکا دینے والی باتیں جیسے استنبول میں 31 صحابہ کرام کے مزارات ہیں، یا بردۃ السعادۃ یا بردۃ الشریفۃ کی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ میرے گھر پر ہر جمعہ کی شب قصیدہ بردہ شریف کی محفل رہتی تھی جو والد صاحب کے وصال تک جاری رہی لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی دونوں متبرک چادروں کا تذکرہ میرے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے۔

محترم افتخار صاحب نے عشق وعقیدت کے بہت سارے سفر کیے اور اپنی قلبی کیفیات کو بڑے خوبصورت انداز میں ضبطِ تحریر لا چکے ہیں۔ موجودہ کتاب کی اہمیت یوں بڑھ جاتی ہے کہ شہزادۂ غوث الثقلین مدظلہ العالی کی راہنمائی سے یہ سفرِ عقیدت کا سفر ہے جس کے ہر لفظ سے عشقِ رسول ﷺ اور اپنے عشقِ طریقت سے والہانہ لگاؤ کا اظہار ہوتا ہے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ افتخار صاحب کے ساتھ تہران میں رومی بین الاقوامی کانفرنس کے موقع پر ان کی ہم نشینی کا شرف مجھے حاصل رہا۔ خدا سے دعا ہے کہ انہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے اور اُن کے قلم سے ایسی ہی خوبصورت کتابیں لکھوائے۔ آمین۔

نیاز مند

حافظ پروفیسر ڈاکٹر عفان سلجوق

R-52, Zoramin Residency, Sector 22, Scheme 33, University Road, Karachi. 75270
Phone (Res) : 9221-34158265, Cell : 0334-3019950

صاحبزادہ سید شاہ کمال محی الدین

آستانہ عالیہ حضرت محبوب ذات و حضرت محبوب خاص
منڈیر شریف سیداں ضلع سیالکوٹ

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام جناب افتخار احمد حافظ قادری صاحب!
سلام مسنون [illegible]

آپ کی ارسال کردہ کتب موصول ہوئیں۔ حضرت سجادہ نشین کی جانب سے ہم آپ کی اس مہربانی کے ممنون ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کے درجات میں اور ترقی عطا فرمائے۔ محترم المقام اعلیٰ حضرت سید انور علی شاہ صاحب مدظلہ العالی کی معیت میں سفر اور سفرنامہ نہایت مفید تحریر ہے جس میں معلومات کے ساتھ ساتھ روحانی چاشنی نہایت دل پذیر ہے۔ اللہ رب العزت حضرت سجادہ نشین کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔ اور اسی طرح وتبلیغ دین کے مشن کو جاری وساری رکھیں اور اسلام کا علم دنیائے عالم پر لہراتا رہے۔

اللہ رب العزت حضور سرور کونین ﷺ اور حضرت غوث العالمین رضی اللہ عنہ کے صدقے آپ کے روحانی درجات کو مزید ترقی عطا فرمائے اور آستانے سے آپ کی محبت ہمیشہ سلامت رکھے۔ حضور کے فیوض وبرکات سے ہمیشہ مستفیض ہوتے رہیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

والسلام

صاحبزادہ سید شاہ کمال محی الدین

آستانہ عالیہ قادریہ منڈیر شریف سیداں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ (القرآن)

”اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب تذکرہ کیا کرو“

مصنف کتاب ہٰذا
افتخار احمد حافظ قادری کو حاصل
روحانی سعادتوں اور اعزازات کا بطور
تحدیثِ نعمت

مختصر تذکرہ

☆ 1986ء میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے علاوہ متعدد بار حجاز مقدس کی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

☆ 1996ء میں خانہ کعبہ شریف کے اندر دو بار حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ (تفصیل آئندہ صفحات پر)

☆ بغداد شریف (عراق) میں دربار عالیہ غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی جامع مسجد میں 16 اکتوبر 2001ء میں فجر کی اذان دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

☆ دربارِ غوثیہ کے لنگر خانے میں نمازِ عصر کی امامت کرانے کا شرف حاصل کیا۔

☆ حضرت قاضی امام ابو یوسف کی جامع مسجد (کاظمین شریفین) میں دو بار اذان دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

☆ مفتی اعظم عراق حضرت الشیخ السید عبدالکریم بیارہ علیہ الرحمہ کی دو بار زیارت کا شرف حاصل ہوا جنہیں دو صحابۂ کرام کے مزاراتِ مبارکہ کی منتقلی کے موقع پر اُن صحابۂ کرام کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔

☆ استنبول (ترکی) میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک کے اندرونی حصہ میں خصوصی طور پر زیارت اور آپ رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ اقدس میں چادر شریف پیش کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

☆ استنبول کے علاقہ Babeck کی جامع مسجد میں مغرب کی اذان دینے اور جماعت کرانے کا شرف حاصل ہوا۔

☆ استنبول میں حضرت مولانا روم رضی اللہ عنہ کے تینتیسویں سجادہ نشین ''مقام چلپی'' حضرت فاروق ہمدم چلپی سے شرف ملاقات اور اُن کی اقتداء میں نمازِ عصر ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

☆ قونیہ شریف میں حضرت مولانا روم رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک کو مقررہ اوقاتِ زیارت سے ہٹ کر افتخار احمد حافظ قادری اور اُن کے برادر محمد نواز عادل کیلئے خصوصی طور پر کھولا گیا، جہاں پر بارگاہِ پیر رومی رضی اللہ عنہ میں چادروں کا نذرانہ پیش کرنے کے علاوہ محفلِ ذکر و نعت منعقد کرنے اور باآوازِ بلند مثنوی خوانی کا بھی شرف حاصل ہوا۔

☆ وسطی ایشیاء کی ریاست ازبکستان کے شہر بخارا شریف کی ایک مسجد Oybinok میں نمازِ مغرب کی امامت کرانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

☆ ایران کے صوبہ گیلان کے شہر ''صومعہ سرا'' میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ سیدۃ فاطمہ ام الخیر رضی اللہ عنہا کی بارگاہِ مبارکہ میں خصوصی طور پر افتخار احمد حافظ قادری اور سید رفاقت علی شاہ صاحب کو دو رات اور تین دن قیام و حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔

☆ افتخار احمد حافظ قادری کو اب تک دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ملک شام، عراق مقدس، ترکی، ایران، اُردن، افغانستان، مصر، مراکش اور ازبکستان میں زیاراتِ مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

بیعت ارادت

افتخار احمد حافظ قادری کو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں مدینہ طیبہ طاہرہ کی ایک اہم روحانی وعلمی شخصیت فضیلۃ الشیخ حضرت السید تیسیر محمد یوسف الحسنی السمہودی المدنی مدظلہ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہے، جن کا شمار اولیائے مدینہ منورہ میں ہوتا ہے۔ آپ مدظلہ حضرت علامہ نورالدین علی بن احمد الحسنی السمہودی مصنف وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ (متوفی 911ھ، مدفون جنت البقیع شریف) کی آل سے ہیں۔

بیعت صحبت

شہزادۂ غوث الثقلین السید محمد انور گیلانی قادری مدظلہ العالی، سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ سدرہ شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) نے افتخار احمد حافظ قادری کو اپنی نگاہ میں رکھنے کے ساتھ بیعت صحبت اور شرف خلافت سے بھی نوازا ہے اور کئی بار آپ کی ہمراہی میں اسلامی ممالک میں زیاراتِ مقدسہ پر حاضری کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔

بین الاقوامی کانفرنسز میں شرکت

☆ 1983ء اور 1984ء میں وزارتِ سائنس وٹیکنالوجی (پاکستان) کی طرف سے "OIC" کے زیرِ انتظام دو بین الاقوامی کانفرنسز میں بطور معاون "عربی زبان" شرکت کی۔

☆ اکتوبر 2007ء میں سرزمینِ ایران میں حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ پر منعقدہ "عالمی رومی کانفرنس" میں شرکت اور انگریزی زبان میں مقالہ پڑھنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی، مقالہ کا عنوان تھا

"A Spiritual Chief of Love Carvan"

☆ مارچ 2008ء میں یونیورسٹی آف سرگودھا میں "انٹرنیشنل رومی کانفرنس" میں شرکت اور مقالہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ مقالہ کا عنوان تھا

"Holy Shrine of Hazrat Mevlana Jalal ud Din Rumi"

تہران میں انٹرنیشنل رومی کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں افتخار احمد حافظ قادری شریک ہیں

سرگودھا یونیورسٹی میں منعقدہ انٹرنیشنل رومی کانفرنس میں افتخار احمد حافظ قادری اپنا مقالہ پیش کر رہے ہیں

مضامین و مقالات

روزنامہ نوائے وقت، جنگ، الاخبار، اوصاف، دی نیشن، مجلّہ ضیائے حرم، فیضانِ سدرہ، پیغام آشنا، الملتکیہ، نور الحبیب، کاروانِ قمر، طلوعِ مہر، جہانِ چشت، سوز و گداز، سوئے حجاز اور آئینۂ کرم کے علاوہ دیگر کئی رسائل و جرائد میں 100 سے زائد تحقیقی مضامین و مقالات شائع ہو چکے ہیں۔

شرفِ لسانیات

☆ افتخار احمد حافظ قادری اپنی مادری زبان (پنجابی) کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی میں با آسانی گفتگو کے علاوہ ترجمہ کرنے کی صلاحیت کا بھی شرف رکھتے ہیں۔

☆ عربی زبان کی ابتدائی تعلیم ادارہ فروغِ عربی سے حاصل کی۔ اُس کے بعد پاکستان میں سعودی عرب کے ثقافتی سینٹر **"مرکز تعلیم اللغة العربية، راولبندی"** سے عربی زبان کا دوسالہ سپیشل کورس مکمل کیا۔

☆ عربی کے مختلف لہجات بولنے پر اہلِ زبان کو رشک آتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ عربی آپ کی مادری زبان ہے۔

☆ فارسی کی ابتدائی تعلیم ہائی سکول کے دوران حاصل کی۔ سال 1998ء میں سفارت خانہ ایران کے زیر انتظام ثقافتی سینٹر "خانہ فرہنگِ ایران در شہرِ راولپنڈی" سے فارسی زبان کا ایڈوانس ایک سالہ کورس مکمل کیا۔ افتخار احمد حافظ قادری فارسی اہلِ زبان کی طرح بولنے کا تجربہ رکھتے ہیں۔

فنِ موسیقی سے دلچسپی

افتخار احمد حافظ قادری کے والدِ گرامی حافظ فقیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ ارادت مشہور چشتی خانقاہ گولڑہ شریف سے تھا۔ اس لئے سماع سے دلچسپی قدرتی بات تھی۔ گھر میں اکثر محافلِ سماع منعقد ہوا کرتی۔ نوجوانی کے عالم میں راولپنڈی کے ایک مشہور ستار نواز سے فنِ ستار سیکھنا شروع کیا۔ اسی دوران گولڑہ شریف کے درباری قوال حضرت حاجی محبوب علی رحمۃ اللہ علیہ سے افتخار احمد حافظ صاحب کے روابط استوار ہوئے۔ آپ کے خاندان کا روحانی تعلق تو پہلے ہی گولڑہ شریف سے تھا۔ آپ حاجی محبوب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے حاجی محبوب کو درِ یکتا، گوہرِ نایاب اور عندلیبِ رومی بنا دیا تھا۔ ایک عرصہ تک آپ حاجی محبوب کے گھر پر حاضر ہو کر ستار پر مثنوی حضرت مولانا روم پڑھنے کی تربیت حاصل کرتے رہے اور پھر جب آپ کو قونیہ شریف حضرت مولانا روم رضی اللہ عنہ اور ہرات میں حضرت مولانا جامی رضی اللہ عنہ کے مزاراتِ مبارکہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوا تو حضرت حاجی محبوب علی گولڑوی کے انداز میں مثنوی شریف اور نعت شریف پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

فوجی اعزازات

وزارتِ دفاع وطیران، سعودی عرب میں ملازمت کے دوران حکومتِ سعودیہ کی طرف سے دو فوجی اعزازات سے افتخار احمد حافظ قادری کو نوازا گیا۔ ان اعزازات کے سرٹیفکیٹ کا عکس ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

CERTIFICATE

This is to certify that Corporal No. 691/ 90200012 Mr. Iftakhar Ahmed S/o Hafiz Faqir Mohammad has been awarded from the Government of Kingdom of Saudi Arabia the following Medals :-

1- CAMPAIGN MEDAL.
2- LIBRATION OF KUWAIT MEDAL.

Upon his good performance and participation in the Joint Forces Command in Gulf War. He is authorised to wear these MEDALS.

We wish him all the best and success.

Brig./Engr.
Dawood A.Al-Bassam
Director Electronics Telecomms.Dept.
Air Defence Forces Command

15-01-1992 AD

علمی و تحریری سعادتیں

اب تک 37 (چھوٹی، بڑی) کتابیں نادر و نایاب تصاویر کے ہمراہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔ ملک کے طول و عرض اور بیرون ملک سے بھی اکثر کتب پر سجادگان، محققین، قارئین، سرکاری و غیر سرکاری شخصیات نے احسن الفاظ میں تاثرات رقم فرمائے اور دادِ تحسین سے نوازا۔

افتخار احمد حافظ قادری کی اب تک شائع ہونے والی کتب کی فہرست درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	سالِ اشاعت	تعداد صفحات	B/W تصاویر	رنگین تصاویر
1	زیاراتِ مقدسہ	1999	248	7	88
2	سفرِ ایران و افغانستان	2000	296	28	61
3	زیارتِ حبیب ﷺ	2000	68	4	2
4	ارشاداتِ مُرشد	2001	184	25	17
5	خزانۂ دُرود و سلام	2001	64	-	2
6	دیارِ حبیب ﷺ	2001	300	51	60
7	گلدستۂ قصائد مبارکہ	2001	96	10	1
8	قصائدِ غوثیہ	2002	48	-	5
9	سرزمینِ انبیاء و اولیاء	2002	112	-	212
10	بلدالاولیاء	2002	112	-	212
11	بارگاہِ غوث الثقلین رضی اللہ عنہ	2002	24	-	41
12	سرکارِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ	2002	256	2	37
13	مقاماتِ مبارکہ آل و اصحابِ رسول ﷺ	2002	48	18	2
14	زیاراتِ شام	2003	112	1	120
15	شہرِ رسول ﷺ	2003	112	60	61
16	اولیائے ڈھوک قاضیاں شریف	2003	240	3	18

17	فضیلتِ اہل بیت نبوی	2005	112	3	2
18	زیاراتِ مصر	2006	224	-	111
19	بارگاہِ پیر رومی میں	2006	128	13	34
20	سفر نامہ زیاراتِ مراکش	2008	144	23	38
21	زیاراتِ مدینہ منورہ	2008	152	24	3
22	زیاراتِ ترکی	2008	112	10	35
23	زیاراتِ اولیائے کشمیر	2009	128	37	33
24	گلدستۂ دُرودوسلام	2009	280	-	4
25	تکمیل الحسنات	2010	168	-	12
26	انوار الحق	2010	136	-	12
27	خزینۂ دُرودوسلام	2010	80	5	-
28	فرموداتِ حضرت داتا گنج بخش ؓ	2010	128	-	-
29	التفکر والاعتبار	2010	352	-	-
30	70 صیغہ ہائے دُرودوسلام	2010	18	-	-
31	ورفعنا لک ذکرک (92 صیغہ ہائے دُرودوسلام)	2011	128	-	-
32	زیاراتِ ایران	2012	368	-	101
33	سفر نامہ زیاراتِ ترکی	2013	140	43	40
34	کتابچہ حضرت دادا ابرلاس ؒ	2013	16	1	3
35	ہدیۂ دُرودوسلام	2013	112	-	1
36	سفر نامہ زیارات عراق واُردن	2013	112	16	23
37	دُرودوسلام کا نادرو انمول انسائیکلو پیڈیا	2013	2300	-	-

افتخار احمد حافظ قادری کا

سلسلہ قادریہ رزاقیہ

شہنشاہِ بغداد سیدنا شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا الشیخ عبدالرزاق الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوصالح نصر الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا ابی نصر محمد الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا احمد ظہیر الدین الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا سیف الدین الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا شمس الدین محمد الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا علاؤ الدین علی الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا نور الدین الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا محی الدین یحیٰی الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا شرف الدین الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا شہاب الدین الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا علاؤ الدین الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا محمد حسین شاہ الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا علی شاہ الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا نادعلی شاہ الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا عبدالکریم شاہ الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا بدرالدین حیدر الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا عفیف الدین الجیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ المعروف سید بادشاہ الجیلانی رضی اللہ عنہ

☆ السید محمد انور الجیلانی القادری مدظلہ العالی رضی اللہ عنہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ سدرہ شریف

افتخار احمد حافظ فقیر محمد

درُودِ القائی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ بِعَدَدِ اَنْتَ تُصَلِّیْ وَ عَدَدَ مَلَائِکَتِکَ یُصَلُّوْنَ
وَ عَدَدَ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلُّوْا وَسَلَّمُوْا وَ سَیُصَلُّوْنَ وَ سَیُسَلِّمُوْنَ
عَلٰی حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِہٖ
وَ اَصْحَابِہٖ وَاَوْلِیَائِہٖ وَ خُصُوْصًا عَلَی الْاَبَوَیْنِ الْکَرِیْمَیْنِ
لِسَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا خَیْرُ الْاَنَامِ وَ عَلٰی وَلَدِہٖ الْغَوْثِ الْاَعْظَمِ
سَیِّدِنَا اَلشَّیْخ عَبْدِالْقَادِرِ الْجِیْلَانِیْ وَ اَبَوَیْہِ الْکَرِیْمَیْنِ
وَ عَلٰی قُطْبِ الزَّمَانِ سَیِّدِنَا اَبُو الْحَسَنْ اَلشَّاذْلِیْ وَ عَلٰی
سِرِّ اللہِ عَزَّ وَجَلَّ مَوْلَانَا جَلَالُ الدِّیْنِ الرُّوْمِیْ وَ عَلٰی
سَیِّدِیْ وَ مُرْشِدِیْ وَ مَوْلَایْ اَلسَّیِّدِ تَیْسِیْرِ مُحَمَّدِ یُوْسُفَ
اَلْحَسَنِیْ اَلسَّمْھُوْدِیْ اَلْمَدَنِیْ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ۔

درُود و سلام سے محبت اور اُس کی نشر و اشاعت کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل و کرم اور سرکارِ مدینہ ﷺ کی خصوصی نگاہِ کرم کے طفیل بروز جمعۃ المبارک مؤرخہ 28 ربیع الاول شریف 1432ھ بمطابق 4 مارچ 2011ء افتخار احمد حافظ قادری شاذلی کو درُود و سلام کا مذکورہ بالا صیغہ ترتیب دینے کی سعادت نصیب ہوئی اور اُس صیغۂ درُود و سلام کو درُودِ القائی سے موسوم کیا۔

نا قبول بارگاہِ حق کبھی ہوتا نہیں
غور کے قابل ہے یہ تخصیص و تفرید **درُود**
مژدۂ بخشش ہے **حافظ افتخار احمد** تجھے
خوف و دلآویز کی ہے تو نے تسوید **درُود**

عبدالقیوم طارق سلطانپوری
حسن ابدال، ضلع اٹک

اَلْکِتَابُ خَیْرُ جَلِیْسٍ

کتاب، ایک بہترین ساتھی

کتاب چار حروف کا کلمہ جو اپنے اندر علم و ادب کا بیش بہا خزانہ رکھتا ہے اور لکھے ہوئے حروف والفاظ کے مجموعے کا نام ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ سے پہلے انبیاء کرام کے صحیفوں کو بھی ''کتاب'' کہا گیا ہے۔ پہلے کتابیں ہاتھ سے تحریر ہوا کرتی تھیں جب کہ مطبوعہ کتابوں کا آغاز پندرھویں صدی عیسوی سے شروع ہوا۔ قرآنِ مجید کو بھی ''**الکتاب**'' کہا گیا ہے۔

کتاب زندگی کی بہترین دوست ہے اور مفید و دلچسپ کتابیں تنہائی کا بہترین ہم نشین ہوتی ہیں۔ حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''دل کو زندہ رکھنے کیلئے اچھی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ اچھی کتابیں بہترین دوست، رہنما اور عمدہ رفیقِ سفر ہوتی ہیں۔''

فاتح بیت المقدس حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کتابیں میری دوست ہیں اور کتب خانے کے ایک گوشے میں مجھے سکون میسر آتا ہے۔

فاتح قسطنطنیہ سلطان محمد فاتح رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ کے بے حد شوقین تھے۔ اپنے زمانے کے علماء وفضلاء کی کتابوں اور رسالوں پر اُن کی گہری نظر ہوتی تھی۔ سلطان کے پاس اپنا ایک ذاتی کتب خانہ تھا جس میں ہزاروں نایاب اور قیمتی کتابیں موجود تھیں۔

> کتاب مطالعۂ غم اور اُداسی کا بہترین علاج ہے۔ آپ کو جب بھی موقع ملے تو کتب کے مطالعہ سے مستفیض ہوں، پھر آپ تسلیم کریں گے کہ کتاب بہترین ہم نشین، مونس و غم خوار، وفا شعار و وفادار اور بہترین یارِ غار بلکہ جاں نثار ہے۔

No.F.5-6/2013-DBNB
GOVERNMENT OF PAKISTAN
NATIONAL HISTORY & LITERARY HERITAGE DIVISION
NATIONAL LIBRARY OF PAKISTAN

Islamabad 03, April, 2019

Subject:- **ACKNOWLEDGE RECEIPT.**

Dear Sir,

I acknowledge with thanks the receipt of the following books/brochures delivered to National Library of Pakistan under Copyright Law:

تعداد کتب	سال اشاعت	نام مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
01	1999	افتخار احمد حافظ قادری	زیارات مقدسہ (تحریر وتصاویر)	-1
01	2000	افتخار احمد حافظ قادری	سفرنامہ ایران وافغانستان (تحریر وتصاویر)	-2
02	2000	افتخار احمد حافظ قادری	زیارتِ حبیب ﷺ	-3
01	2001	افتخار احمد حافظ قادری	ارشاداتِ مرشد	-4
02	2001	افتخار احمد حافظ قادری	خزانہ درُود وسلام	-5
01	2001	افتخار احمد حافظ قادری	دیارِ حبیب ﷺ (تحریر وتصاویر)	-6
02	2001	افتخار احمد حافظ قادری	گلدستۂ قصائدِ مبارکہ	-7
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	قصائدِ غوثیہ	-8
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	سرزمینِ انبیاء واولیاء (تصویری البم)	-9
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	زیارات اولیائے پاکستان (تصویری البم)	-10
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	بارگاہِ غوث الثقلین ؓ	-11
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	سرکارغوثِ اعظم ؓ	-12
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	مقاماتِ مبارکہ آل واصحابِ رسول ﷺ	-13
01	2003	افتخار احمد حافظ قادری	زیارات شام (تصویری البم)	-14
01	2003	افتخار احمد حافظ قادری	زیارات شہر رسول ﷺ (تصویری البم)	-15
01	2003	افتخار احمد حافظ قادری	اولیائے ڈھوک قاضیاں شریف	-16
02	2005	افتخار احمد حافظ قادری	فضیلتِ اہل بیتِ نبوی ﷺ	-17
01	2006	افتخار احمد حافظ قادری	زیارات مصر (تحریر وتصاویر)	-18
01	2006	افتخار احمد حافظ قادری	بارگاہ پیر رومی میں (تحریر وتصاویر)	-19

-20	سفرنامہ زیاراتِ مراکش (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2008	01
-21	زیارات مدینہ منورہ (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2008	01
-22	زیارات ترکی (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2008	01
-23	زیارات اولیائے کشمیر (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2009	01
-24	گلدستہ دُرود سلام	افتخار احمد حافظ قادری	2009	01
-25	تکمیل الحسنات	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-26	انوار الحق	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-27	خزینۂ دُرود و سلام	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-28	فرموداتِ حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-29	التفکر والاعتبار	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-30	70 صیغہ ہائے دُرود و سلام	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-31	ورفعنا لک ذکرک (92 صیغہ ہائے دُرود و سلام)	افتخار احمد حافظ قادری	2011	01
-32	زیارات ایران (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2012	01
-33	سفرنامہ زیارت ترکی (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2013	01
-34	کتابچہ حضرت دادا ابرلاس رحمۃ اللہ علیہ	افتخار احمد حافظ قادری	2013	01
-35	ہدیۂ دُرود و سلام	افتخار احمد حافظ قادری	2013	01
-36	سفرنامہ زیاراتِ عراق و اُردن (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2013	01
-37	دُرود و سلام کا نادر و انمول انسائیکلو پیڈیا (جلد اول و جلد دوم)	افتخار احمد حافظ قادری	2013	01
-38	سدرۃ شریف تا مدینہ منورہ (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2014	01
-39	شانِ بتول رضی اللہ عنہا بزبانِ رسول ﷺ	افتخار احمد حافظ قادری	2014	01
-40	الصلوات الالفیۃ/صلوات النبویۃ	افتخار احمد حافظ قادری	2015	01
-41	شانِ علی رضی اللہ عنہ بزبانِ نبی ﷺ	افتخار احمد حافظ قادری	2016	01
-42	عظائم الصلوات والتسلیمات	افتخار احمد حافظ قادری	2016	01
-43	شانِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بزبانِ سید المرسلین ﷺ	افتخار احمد حافظ قادری	2016	01
-44	سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	افتخار احمد حافظ قادری	2016	01
-45	الصلوات الالفیۃ بأسماء خیر البریۃ	افتخار احمد حافظ قادری	2017	01
-46	سفرنامہ زیاراتِ ازبکستان	افتخار احمد حافظ قادری	2017	01

01	2017	افتخار احمد حافظ قادری	شاہِ حبشہ حضرت اصحمۃ النجاشی رضی اللہ عنہ	-47
01	2017	افتخار احمد حافظ قادری	سفرنامہ زیارتِ ترکی	-48
01	2017	افتخار احمد حافظ قادری	صلاۃ وسلام برائے زیارت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم	-49
01	2017	افتخار احمد حافظ قادری	سفرنامہ زیارت شام	-50
01	2018	افتخار احمد حافظ قادری	سیدنا ابوطالب رضی اللہ عنہ	-51
01	2018	افتخار احمد حافظ قادری	الفیۃ الصلوات علی فخر الموجودات	-52
01	2018	افتخار احمد حافظ قادری	مناقب والدین مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم	-53
01	2018	افتخار احمد حافظ قادری	حیات انور	-54
01	2018	افتخار احمد حافظ قادری	شہزادیٔ کونین علیہا السلام	-55
01	2019	افتخار احمد حافظ قادری	مومنین کی مائیں	-56

2. These valuable books have been added in the National Library Collection. The readers of the Library will get Knowledge and information from these books. I hope that National Library of Pakistan will receive all forthcoming publications in future.

With regards,

Yours sincerely

NATIONAL LIBRARY ISLAMABAD

3/4/2019

(Muhammad Riaz)
Assistant Director/Delivery of Books &
Newspapers Branch

Iftakhar Ahmad Hafiz Qadri,
House 999/A-6, Street No.9,
Afshan Colony,
Rawalpindi Cantt.
Cell: 0344-5009536

مختصر تعارف

افتخار احمد حافظ قادری شاذلی، راولپنڈی

ملازمت

- پاکستان میں موجود غیر ملکی سفارت خانوں (شام، لبنان، قطر، سعودی ملٹری اتاشی) میں تقریباً 20 سال بطور معاون عربی زبان واکاؤنٹس میں خدمات سرانجام دیں۔
- سعودی عرب (وزارت دفاع، ابواب الروضۃ، تیمورک العربیۃ السعودیۃ) میں تقریباً 10 سال بطور معاون عربی زبان واکاؤنٹس میں خدمات سرانجام دیں۔

فوجی اعزازات (ایوارڈز)

- سعودی وزارت دفاع، ریاض میں بطور سعودی یونیفارم پرسن خدمات سرانجام دیں اور دوران ملازمت حکومت سعودیہ کی طرف سے 2 فوجی ایوارڈز سے نوازا گیا۔

لسانیات

- پاکستان میں سعودی عرب کے ثقافتی مرکز "مركز تعليم اللغة العربية" سے عربی زبان کا دو سالہ کورس مکمل کیا۔
- سفارت خانہ ایران کے زیر انتظام ثقافتی مرکز خانہ فرہنگ ایران سے فارسی زبان کا ایک سالہ ایڈوانس کورس مکمل کیا۔

زیارت مقدسہ کے اسفار

- وطن عزیز میں موجود زیارت مقدسہ کے علاوہ 11 بلاد اسلامیہ (حجاز مقدس/ شام/ مصر/ مراکش/ ایران/ عراق/ اردن/ لبنان/ افغانستان/ ترکی) میں کئی کئی بار زیارت مقدسہ پر حاضری کے لئے طویل ترین سفر طے کئے اور ان سفروں کے نتیجے میں کئی سفرنامے منظر عام پر آئے۔

تحریری کاوشیں

- الحمدللہ! اب تک 60 کے قریب کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں بلادِ اسلامیہ میں زیارت مقدسہ کے سفرنامے، شخصیات (خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، خلفائے اربعہ، شاہِ حبشہ) اور درود و سلام کی کتب سرفہرست ہیں۔

مضامین و مقالات

- روزنامہ نوائے وقت، الاخبار، اوصاف، دی نیشن، مجلّہ ضیائے حرم، فیضانِ سدرۃ، پیغامِ آشنا، نور الحبیب، کاروانِ قمر، طلوعِ مہر اور آئینہ کرم کے علاوہ دیگر کئی رسائل و جرائد میں 100 سے زائد مضامین و مقالات شائع ہو چکے ہیں۔

عالمی کانفرنسز میں شرکت

- سال 1983 اور سال 1984 میں وزارت سائنس و ٹیکنالوجی کی طرف سے OIC کے زیرِ انتظام دو بین الاقوامی کانفرنسز میں بطور معاون عربی زبان شرکت کی۔
- اکتوبر 2007 میں سرزمینِ ایران میں حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ پر منعقدہ عالمی رومی کانفرنس میں راولپنڈی ڈویژن کی طرف سے شرکت اور مقالہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔
- مارچ 2008 میں یونیورسٹی آف سرگودھا میں انٹرنیشنل رومی کانفرنس میں شرکت اور مقالہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

روحانی سعادتیں اور اعزازات کا حصول

- ستمبر 1996 میں 2 بار بیت اللہ شریف کے اندر حاضری کی سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی۔
- مرکزی مسجد حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں 16 اکتوبر 2001 نمازِ فجر کی اذان دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔
- مفتی اعظم عراق حضرت الشیخ السید عبدالکریم بیارہ رحمۃ اللہ علیہ کی 2 بار زیارت کا شرف حاصل ہوا، یہ وہ خوش نصیب شخصیت تھیں جنہیں سال 1932ء میں 2 صحابہ اکرام کے مزارات مبارکہ کی منتقلی کے موقع پر ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔

25/09/2019

التماسِ دُعا
معزز قارئین کرام سے درخواست ہے
کہ حضور پُرنور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی
اُمتِ مرحومہ کی بخشش و مغفرت اور بلندی
درجات کیلئے دُعا فرمائیں اور بالخصوص
مصنف کتاب ہذا اور اُس کے مرحوم والدین
کریمین کے لئے بھی دُعاؤں کی درخواست
ہے۔شکریہ
افتخار احمد حافظ قادری

فاروق رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں وہ آقا ہیں ہمارے
دیکھے تو کوئی اوج بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ کا

مزارِ پُر انوار سیّدُ المؤذنین حضرت سیّدنا بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ (دمشق، شام)
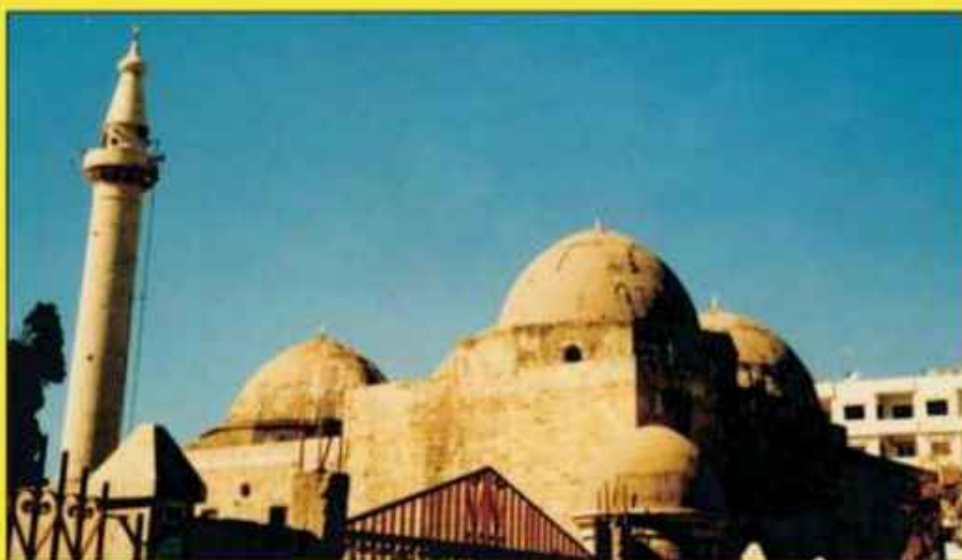
بیرونی منظر مزارِ مبارک حضرت سیدنا سلطان ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ (جبلہ، شام)